تفسیر سورۃ النسآء

دورِ جدید کی منفرد جامع اور عام فہم

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

Marfat.com

تفسیر سورۃ النساء

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن

ذخیرہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور۔کراچی پاکستان

Marfat.com

81297

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	تفسیر سورۃ النساء
مصنف	مفتی منیب الرحمٰن
تاریخ اشاعت	جنوری 2005ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
کمپیوٹر کوڈ	1Z380
قیمت	-/165 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7221953 فیکس:۔ 042-7238010
9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 7225085-7247350
14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:۔ 021-2210212
e-mail:- sales@zia-ul-quran.com
zquran@brain.net.pk
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس عاجزانہ علمی کاوش کو اپنے دو عظیم، نامور اور جلیل القدر اساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہم العالی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس پاکستان و ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ و چیئرمین سپریم کونسل، جماعت اہلسنت پاکستان اور حضرت قبلہ جسٹس ڈاکٹر علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری قدس اللہ سرہم العزیز و اعلی اللہ مقامہم بانی و مہتمم دارالعلوم نعیمیہ کراچی کے اسماء مبارکہ و ذواتِ گرامی سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ یہ دونوں شخصیات میرے محسن و مربی اور علمی فیضان کا سرچشمہ ہیں۔ اول الذکر نے دینی علوم کی طرف پیش قدمی میں مجھے مضبوط بنیاد فراہم کی، میری سمت قبلہ کو درست کیا اور ثانی الذکر نے میری شخصیت کو نکھار کر بتدریج اس مقام تک پہنچایا اور مجھے خود اعتمادی بخشی۔ اول الذکر کا تصلب فی الدین اور نصب العین میں فنائے کلی اور ثانی الذکر کا حلم، تواضع، شفقت سراپا، اخلاقِ کریمانہ، شخصی و علمی توازن، مسلک میں اعتدال اور دلکش و دلربا شخصیت آج بھی میرے لئے مشعل راہ اور سرمایہ حیات ہیں۔ آج میں علمی و عملی میدان میں جو کچھ بھی ہوں وہ انہی بزرگوں کا فیضانِ نظر اور حسن تربیت ہے اور مجھ میں جو بھی علمی اور عملی خامیاں ہیں وہ میری اپنی تنگیٔ داماں کا نتیجہ ہے۔

نہ پوچھو ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

خاکپائے بزرگاں وخوشہ چیں منابع علم

منیب الرحمٰن

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ تالیف علامہ مفتی منیب الرحمن صاحب
کے پروف بوقت نظر پڑھے ہیں۔ میرے علم کے مطابق اس کتاب
میں درج آیات قرآنی کے الفاظ اور اعراب غلطیوں
سے مبرا ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

حافظ محمد ابراہیم فیضی

مولانا [illegible]
بی۔ اے۔ و فاضل علوم شرقیہ
منظور شدہ پروف ریڈر حکومت سندھ

Marfat.com

فہرست

حرف اول 21

حرف ناتمام 23

مقدمہ اصول تفسیر 27

ترجمہ: لغوی و اصطلاحی معنی اور

ترجمہ کی اقسام 27

مترجمین کی اقسام 28

اعجاز قرآن 29

تفسیر کے لغوی معنی 29

تفسیر کی اصطلاحی تعریف 30

تفسیر کی دوسری تعریف 30

علم تفسیر کے اجزاء 30

تاویل کے لغوی معنی 31

تفسیر اور تاویل میں فرق 31

موضوع کی تعریف 32

علم تفسیر کا موضوع 32

علم تفسیر کی غرض وغایت 32

علم تفسیر کی فضیلت 33

علم تفسیر کے مراتب وماخذ 33

تفسیر القرآن بالقرآن 33

تفسیر القرآن بالسنۃ 35

تفسیر القرآن بآثار الصحابہ 37

تفسیر القرآن بآثار التابعین 39

تفسیر القرآن باللغۃ العربیہ

والقواعد العربیہ 39

تفسیر القرآن بالعقل السلیم 40

قرآن کا اصل ماخذ وحی ربانی 43

مسلمات دینیہ کی پابندی 43

اثبات ونفی میں تطبیق 44

سورۃ النساء 45

ابتدائیہ 45

اجمالی تعارف 45

اطاعت الٰہی، اطاعت رسول اور

اطاعت اولی الامر 45

ادائے امانت وقیام عدل 46

صلوٰۃ قصر وصلوٰۃ خوب اور تیمم

کے احکام 47

قتل کے احکام 47

منافقین کا طبقہ اور یہود مدینہ کی

روش 48

جدال وقتال کے احکام 49

Marfat.com

دفاعی، داخلی اور خارجی حکمت عملی 49
حقوق یتامیٰ 50
احکام وراثت 50
حضرت عیسیٰ اور یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ 51
حقوق نسواں 51
توبہ 52
مسئلہ غلامی 53
تمہید 53
قرآن میں غلاموں کا ذکر 53
غلام کی تعریف 54
غلامی کا پس منظر 54
غلامی کے اسباب 54
اسلام نے آزاد انسانوں کو غلام بنانے کا فوری سدباب کیا 55
اسلام نے جنگی قیدیوں کے مروجہ قانون میں رعایتیں دیں 56
جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب 57
غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے احکام 58
اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیبات 59
اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کے احکام وقوانین 60
غلاموں کی اقسام 61
مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں 61
باندیوں سے مباشرت کے جواز کا مسئلہ 62
کیا اب بھی رسم غلامی جاری رہ سکتی ہے 63
تفسیر سورۃ النساء 65
آیت نمبر ۱ مع ترجمہ 65
مشکل الفاظ کے معانی 65
تفسیر 66
قرآن کا اسلوب خطاب 66
الرب کے معنی 66
نفس واحدہ سے مراد 66
زوج کی کیفیت تخلیق 66
مافوق الاسباب تخلیق کی حکمت 67
صلہ رحمی 69
آیات نمبر ۲۔۳ مع ترجمہ 71
مشکل الفاظ کے معانی 71

Marfat.com

تفسیر: یتم اور یتیم کے معنی 72
یتیم کا مال ادا کرنے کا حکم 73
یتیم کا مال کھانے کی ممانعت 73
یتیموں سے ظلماً نکاح کرنے کی ممانعت 74
اجنبی عورت کو نکاح کی غرض سے دیکھنے کی اجازت 75
ولایت نکاح 76
کفو کے معنی 76
مسئلہ تعدد ازواج 77
تعداد ازدواج رسول 78
آیت نمبر ۴ مع ترجمہ 80
مشکل الفاظ کے معانی 81
تفسیر: مہر کا وجوب 81
مہر کا مفہوم 82
آیات نمبر ۵۔۶ مع ترجمہ 83
مشکل الفاظ کے معانی 84
تفسیر: نادان کو اس کا مال سپرد کرنے کی ممانعت 85
یتیموں کی اہلیت کو جانچنا 85
بلوغت کے باوجود اہلیت ضروری ہے 86

یتیموں کے مال میں اسراف کی ممانعت 86
گواہوں کی موجودگی میں مال سپرد کرنے کا حکم 87
آیت نمبر ۷ مع ترجمہ 87
مشکل الفاظ کے معانی 87
تفسیر: ترکہ کی تعریف 88
مقدار وصیت 88
وصیت بحق وارث 88
ترکہ کی تقسیم کے شرعی اصول 89
مصارف تجہیز و تکفین 89
ادائے قرض 89
نفاذ وصیت 89
تقسیم وراثت 89
سبب نزول 89
وراثت میں قرابت کی ترجیح کا اصول 90
آیت نمبر ۸۔۹ مع ترجمہ 90
مشکل الفاظ کے معانی 91
تفسیر: غیر وارث قرابت داروں کی رعایت کا حکم 91
یتیموں پر ترس کھانے کی حکیمانہ

Marfat.com

ترغیب 92
آیت نمبر ۱۰ مع ترجمہ 92
مشکل الفاظ کے معانی 93
تفسیر: یتیم کا مال ظلماً کھانے کی اخروی سزا 93
آیات نمبر ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴ مع ترجمہ 93
مشکل الفاظ کے معانی 95
تفسیر: احکام وراثت 97
والدین کے ترکے میں اولاد کا حصہ 97
اولاد کے ترکے میں والدین کا حصہ 98
وراثت میں حجب 99
موانع ارث 99
عاق کرنے کا مسئلہ 99
زوجین کی وراثت کا مسئلہ 100
معتدہ (دوران عدت) عورت کی وراثت کا مسئلہ 100
کلالہ کی تعریف 101
بھائی بہن کی اقسام 101
کلالہ کی وراثت 102
حدود الٰہی کی رعایت کا حکم 102
آیات نمبر ۱۵۔۱۶ مع ترجمہ 103
مشکل الفاظ کے معانی 103
تفسیر: فاحشہ کے معنی ومفہوم 104
حد زنا 105
آیات نمبر ۱۷۔۱۸ مع ترجمہ 106
تفسیر: توبہ کا معنی ومفہوم 107
توبہ کا شرعی طریقہ 107
''علیٰ'' کا مفہوم 108
نادانی میں گناہ کے ارتکاب کا مفہوم 108
جن کی توبہ قبول نہیں 109
آیات نمبر ۱۹۔ ۲۰ مع ترجمہ 110
مشکل الفاظ کے معانی 110
تفسیر: زبردستی عورتوں کا وارث بننے کی ممانعت 111
فاحش بین کے معنی 112
ناگواری کے باوجود نباہ کرنے کا حکم 113
عورت کو جان چھڑانے پر مجبور نہ کرو 113
مقدار مہر پر شرعاً تحدید نہیں ہے 114

Marfat.com

مہر کی کم از کم مقدار 114
آیت نمبر ۲۲ مع ترجمہ 115
مشکل الفاظ کے معانی 115
تفسیر: مُحَرَّمَاتِ مُؤَبَّدَہ 115
محرمات نسبیہ 116
محرمات رضاعیہ 116
محرمات بالمصاہرہ 116
محرمات غیر مؤبدہ 116
محرمات کی قبیح ترین قسم 116
آیت نمبر ۲۳ مع ترجمہ 117
مشکل الفاظ کے معانی 118
تفسیر: محرمات نسب 118
محرمات رضاعت 119
رضاعت کا رشتہ یک طرفہ متعدی ہوتا ہے 120
حرمت مصاہرت 121
ربیبہ کا معنی ومفہوم 121
آیات نمبر ۲۴ تا ۲۸ مع ترجمہ 122
مشکل الفاظ کے معانی 124
تفسیر: حصن، احصان اور محصنہ کے معانی 125
آیات میں بیان کردہ مسائل 126
آیات نمبر ۲۹ تا ۳۱ مع ترجمہ 127
مشکل الفاظ کے معانی 128
تفسیر: باہم ظلم وزیادتی کی ممانعت 129
گناہ صغیرہ وکبیرہ کی تعریف 130
آیت نمبر ۳۲ مع ترجمہ 131
مشکل الفاظ کے معانی 131
تفسیر: حسد کی ممانعت 131
آیت نمبر ۳۳ مع ترجمہ 133
مشکل الفاظ کے معانی 133
تفسیر: عقد موالات سے وراثت ثابت نہیں ہوتی 133
آیت نمبر ۳۴ مع ترجمہ 134
مشکل الفاظ کے معانی 134
تفسیر: مرد عورتوں کے محافظ و نگہبان ہیں 135
نافرمان بیوی کے احکام 136
آیت نمبر ۳۵ مع ترجمہ 136
مشکل الفاظ کے معانی 137
تفسیر: زوجین میں مصالحت کا طریقہ 137
آیت نمبر ۳۶ مع ترجمہ 138
مشکل الفاظ کے معانی 138

Marfat.com

تفسیر: عبادت سے مراد 139

والدین سے حسن سلوک 139

پڑوسی کی اقسام 140

غلاموں سے حسن سلوک 141

تکبر کی مذمت 142

آیات نمبر ۳۷ تا ۳۹ مع ترجمہ 143

مشکل الفاظ کے معانی 144

تفسیر: بخل کی مذمت 144

ریاکاری کی مذمت 144

آیت نمبر ۴۰ مع ترجمہ 145

تفسیر: معمولی نیکی کا بھی اجر ملے گا 145

آیت نمبر ۴۱۔۴۲ مع ترجمہ 146

مشکل الفاظ کے معانی 146

تفسیر: حضور انبیاء پر شاہد ہوں گے 147

آیت نمبر ۴۳ مع ترجمہ 147

مشکل الفاظ کے معانی 148

تفسیر: نماز کے ضمن میں شراب کی ممانعت کا حکم 148

حالت جنابت میں نماز کی ممانعت 149

تیمم کے احکام 150

لمس اور ملامسہ کے معنی 150

تیمم کا طریقہ 151

آیات نمبر ۴۴ تا ۴۶ مع ترجمہ 151

مشکل الفاظ کے معانی 152

تفسیر: کتاب کے ایک حصے سے مراد 153

گمراہی خریدنے کا مفہوم 153

بارگاہ رسالت میں ذو معنی الفاظ کی ممانعت 153

تعریض، توریہ، ایہام 154

''توریہ'' کا اصطلاحی معنی 154

آیات نمبر ۴۷، ۴۸ مع ترجمہ 157

مشکل الفاظ کے معانی 158

تفسیر: قرآن کے مصدق ہونے کا مفہوم 158

یہود کی ایک سزا چہروں کا بگاڑ 159

اصحاب السبت کا مفہوم 159

شرک ناقابل معافی ہے 160

آیات نمبر ۴۹۔۵۰ مع ترجمہ 160

مشکل الفاظ کے معانی 160

تفسیر: یہود کی خوش فہمیاں 161

آیات نمبر ۵۱ تا ۵۵ مع ترجمہ 161

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی 162
تفسیر: جبت اور طاغوت کے معنی 163
قرآن کے ملعونین 163
یہود کو سند حقانیت جاری کرنے کا
حق نہیں 164
یہود حاسد ہیں 164
آیت نمبر ۵۶ مع ترجمہ 165
مشکل الفاظ کے معانی 165
تفسیر: اہل جہنم کی جلد تبدیل
کرنے کی حکمت 165
آیت نمبر ۵۷ مع ترجمہ 165
مشکل الفاظ کے معانی 166
تفسیر: جنتی بیویوں کے پاک
ہونے کا مفہوم 166
آیت نمبر ۵۸ مع ترجمہ 166
مشکل الفاظ کے معانی 167
تفسیر: شان نزول 167
ادائے امانت کا مفہوم 167
مشورے میں امانت 168
مجلس میں امانت 168
تفویض مناصب میں امانت 168
حقوق اللہ میں امانت 169
حکومتی اور عدالتی فیصلوں میں عدل 169
آیت نمبر ۵۹ مع ترجمہ 169
مشکل الفاظ کے معانی 170
تفسیر: اطاعت کی اقسام 170
پہلی دو اطاعتیں مستقل اور غیر
مشروط ہیں 170
اولی الامر کی اطاعت مشروط 171
تنازعات کے حل کا اصول 172
اولی الامر کا مصداق 172
آیات نمبر ۶۰ تا ۷۰ مع ترجمہ 172
مشکل الفاظ کے معانی 174
تفسیر: سبب نزول 176
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی تائید 177
منافقین کا طرز عمل 178
عصمت نبوت کی دلیل 179
استغفار کے لئے وسیلہ رسول 179
بعد از وصال وسیلہ نجات 180
رسول کا فیصلہ دل سے ماننا
ضروری ہے 180
مخلص مومنوں کی شان 181
رسول کی غیر مشروط اطاعت کا

Marfat.com

انعام	181
صدیق، شہید، صالح	181
آیات نمبر ۷۱ تا ۷۳ مع ترجمہ	182
مشکل الفاظ کے معانی	182
تفسیر: جہاد کیلئے تیار رہنے کا حکم	183
منافقین کا دہرا طرز عمل	183
آیت نمبر ۷۴ مع ترجمہ	184
مشکل الفاظ کے معانی	184
تفسیر: بیعت کا مفہوم	184
آیت نمبر ۷۵ مع ترجمہ	185
مشکل الفاظ کے معانی	185
تفسیر: مظلوموں اور بے بسوں کی دستگیری امت کا فریضہ ہے	185
آیت نمبر ۷۶ مع ترجمہ	186
مشکل الفاظ کے معانی	186
تفسیر: جنگ اور جہاد میں فرق	186
آیت نمبر ۷۷ مع ترجمہ	187
مشکل الفاظ کے معانی	187
تفسیر: آیت کا مصداق	188
دنیوی اور اخروی نعمتوں کا تقابل	189
آیات نمبر ۷۸ تا ۸۰ مع ترجمہ	189
مشکل الفاظ کے معانی	190
تفسیر: موت سے مفر نہیں	190
تقدیر کا مالک اللہ ہے	191
خیر اللہ کی عطا ہے اور شر اعمال کی سزا ہے	191
آیات نمبر ۸۱، ۸۲ مع ترجمہ	192
مشکل الفاظ کے معانی	192
تفسیر: منافقین کا دوغلا پن اور ریشہ دوانیاں	193
نفاق کا سبب قرآن کا انکار	193
آیت نمبر ۸۳ مع ترجمہ	194
مشکل الفاظ کے معانی	194
تفسیر: غیر مصدقہ خبریں پھیلانے کی ممانعت	194
زمانہ جنگ میں خبروں کی ترسیل پر کنٹرول	195
آیت نمبر ۸۴ مع ترجمہ	195
مشکل الفاظ کے معانی	196
تفسیر: حضور کی شان استقامت	196
آیت نمبر ۸۵ مع ترجمہ	196
مشکل الفاظ کے معانی	197
تفسیر: شفاعت کے معنی اور اقسام	197
آیات نمبر ۸۶۔۸۷ مع ترجمہ	197

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی 198

تفسیر: سلام کے فضائل ومسائل 198

سلام کے مسائل 199

مصافحہ کا شرعی حکم 201

آیات نمبر ۸۸۔۹۱ مع ترجمہ 201

مشکل الفاظ کے معانی 203

تفسیر: احوال منافقین 203

منافقین کی اقسام 204

اہل بدعت ومعصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت 206

منافقین کا مصداق کون؟ 207

آیات نمبر ۹۲۔ ۹۳ مع ترجمہ 209

مشکل الفاظ کے معانی 210

تفسیر: قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے 210

فقہائے احناف کے نزدیک قتل کی اقسام 211

قتل عمد 211

قتل شبہ عمد 211

قتل خطاء 211

قتل بالسبب 212

قتل خطاء کے احکام 213

کفارہ قتل خطاء 213

دیت کا معنی ومفہوم اور مقدار 214

عاقلہ کا مفہوم 214

قتل عمد کا حکم 214

آیت نمبر ۹۴ مع ترجمہ 215

مشکل الفاظ کے معنی 215

تفسیر 126

آیات نمبر ۹۵۔۹۶ مع ترجمہ 218

مشکل الفاظ کے معانی 218

تفسیر: 218

آیات نمبر ۹۷ تا ۱۰۰ مع ترجمہ 219

مشکل الفاظ کے معانی 220

تفسیر: 220

آیات نمبر ۱۰۱ تا ۱۰۴ مع ترجمہ 221

مشکل الفاظ کے معانی 223

تفسیر: قصر کا معنی ومفہوم 224

قصر کی علت 224

مسافت قصر 225

فقہ حنفی 225

فقہ شافعی وحنبلی 225

فقہ مالکی 226

ظاہریہ 226

قصر کی ابتداء وانتہا اور مدت قصر 226

Marfat.com

وجوب قصر میں مذاہب 226
فرائض میں قصر 227
سنن میں قصر 227
سفر معصیت کے احکام 227
صلوٰۃ الخوف کے احکام 228
امام ابو یوسف کا نظریہ 229
صلوٰۃ الخوف کا فلسفہ اور حکمت 229
چوکس رہنے کا حکم 229
نماز: عبادت موقوف 230
جمع بین الصلاتین 230
آیات نمبر ۱۰۵ تا ۱۰۹ مع ترجمہ 231
مشکل الفاظ کے معانی 232
تفسیر: سبب نزول 232
نبی کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ 233
توکیل بالخصومت 234
استغفار نبی کا محمل 235
اپنے آپ سے خیانت کرنے کا مفہوم 236
اللہ سے چھپانا ناممکن ہے 236
آیت نمبر ۱۱۰ تا ۱۱۲ مع ترجمہ 236
تفسیر: ''خطاء'' اور ''اثم'' مع ترجمہ 237
تہمت لگانا بڑا جرم ہے 237
آیات نمبر ۱۱۳۔۱۱۴ مع ترجمہ 238
مشکل الفاظ کے معانی 238
تفسیر: علامہ آلوسی کی توجیہ 239
علم نبوت کی وسعت کا بیان 239
قرآن اور سنت کی روشنی میں رسول اللہ کے علم کی وسعت 240
امور خیر کے لئے مشاورت رضائے الٰہی کا باعث ہے 245
آیت نمبر ۱۱۵ مع ترجمہ 245
مشکل الفاظ کے معانی 246
تفسیر: سنت واجماع کی حجیت 246
آیات نمبر ۱۱۶ تا ۱۲۱ مع ترجمہ 247
مشکل الفاظ کے معانی 248
تفسیر: ماسوائے شرک ہر گناہ قابل معافی ہے 248
''اناث'' سے مراد معبودان باطلہ ہیں 248
''شیطان مرید'' کی عبادت 249
شیطان کے تزویری حربے 249
''امنیۃ'' کے معنی 249
بحیرہ 250
اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑنا 250

Marfat.com

شیطان کے وعدے فریب وسراب	251
آیات نمبر ۱۲۲ تا ۱۲۴ مع ترجمہ	251
مشکل الفاظ کے معانی	251
تفسیر: اللہ کا وعدہ سچا ہے	252
نجات کا انحصار خود فریبی پر نہیں ہے	252
آیات نمبر ۱۲۵۔۱۲۶ مع ترجمہ	252
مشکل الفاظ کے معانی	253
تفسیر: دین حنیف، ملت ابراہیمی	253
خلیل: لقب ابراہیم خلیل اللہ	254
آیات نمبر ۱۲۷ تا ۱۳۰ مع ترجمہ	254
مشکل الفاظ کے معانی	256
تفسیر: سیاق وسباق	256
عورتوں کے بارے میں استفتاء و افتاء	257
زوجین میں مصالحت	258
متعدد ازواج کے درمیان عدل	258
اللہ کی غیبی تائید وامداد	258
آیات نمبر ۱۳۱ تا ۱۳۴ مع ترجمہ	259
مشکل الفاظ کے معانی	259
تفسیر: اللہ تعالیٰ کا اقتدار کلی	260
آیات نمبر ۱۳۵ تا ۱۳۷ مع ترجمہ	260
مشکل الفاظ کے معانی	261
تفسیر: قیام عدل	262
ادائے شہادت، دینی فریضہ	262
سچی گواہی میں حائل رکاوٹیں	262
شہادت سے گریز کی ممانعت	263
امام قرطبی کی دلچسپ نکتہ آفرینی	263
نظام عدل سے وابستہ حکام کی ذمہ داری	264
مومن سے مطالبہ ایمان کیوں؟	264
ایمان وکفر کے تکرار کا سبب	265
زندیق کی توبہ	265
آیات نمبر ۱۳۸ تا ۱۴۷ مع ترجمہ	266
مشکل الفاظ کے معانی	268
تفسیر: احوال منافقین	268
موالات کفار	268
آیات الٰہی کا مذاق اڑانا	268
تربص، تذبذب	268
تردّد، تساہل، فریب	269
تربص	270
تساہل وتکاسل	270
خداع، فریب	270
ریاکاری	270

Marfat.com

تذبذب	270
اللہ کی حجت	271
جہنم کے طبقات	271
راہِ نجات کھلا ہے	271
آیات نمبر ۱۴۸۔۱۴۹ مع ترجمہ	272
مشکل الفاظ کے معانی	272
تفسیر: سببِ نزول	272
برائی کا اظہار واعلان ناپسندیدہ ہے	273
نیکیوں میں اخفاء بہتر ہے	273
عفوودرگزر صفت الوہیت ہے	273
آیات نمبر ۱۵۰۔۱۵۲ مع ترجمہ	274
تفسیر: کفر کی مختلف صورتیں	274
بیچ کی راہ نکالنے کا راستہ	275
آیات نمبر ۱۵۳ تا ۱۵۹ مع ترجمہ	275
مشکل الفاظ کے معانی	277
تفسیر: یہودیوں کی حجت بازی اور عذر لنگ	277
پرنالہ وہیں بہتا رہا	278
یہود سے پختہ عہد لینے کا واقعہ	278
مسلسل نافرمانیوں کی سزا	279
حضرت مریم	279
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت	280
کلمۃ اللہ	282
قیامت میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا	282
بن باپ کی پیدائش ماورائے عقل ہوسکتی ہے، خلاف عقل نہیں	283
عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کا سنگدلانہ رویہ	283
عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ کے وعدے	283
عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا معاملہ مشتبہ ہوگیا	284
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں شکوک واختلاف	285
رفع عیسیٰ علیہ السلام	285
رفع عیسیٰ علیہ السلام کے منکرین	286
آمد عیسیٰ علیہ السلام	286
آیات نمبر ۱۶۰ تا ۱۶۲ مع ترجمہ	286
مشکل الفاظ کے معانی	287
تفسیر: یہود کی مزید سرکشی اور اس کی سزا کا ذکر	287
آیات نمبر ۱۶۳ تا ۱۶۶ مع ترجمہ	288

Marfat.com

تفسیر: راسخین فی العلم اور مومنین کی صفات اور اجر	289
سلسلہ وحی و رسالت شروع سے جاری ہے	289
زبور کا تذکرہ	290
بعثت رسل کا مقصد اتمام حجت ہے	290
آیات نمبر ۱۶۷ تا ۱۷۰ مع ترجمہ	290
تفسیر: کفر نا قابل معافی جرم ہے	291
آیت نمبر ۱۷۱ مع ترجمہ	291
مشکل الفاظ کے معانی	292
تفسیر: غلو فی الدین کا مفہوم	292
تفریط یہود	292
افراط نصاریٰ	292
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اصل مقام، اسماء والقاب	293
کلمۃ اللہ	293
روح کے معانی	294
حضرت مریم علیہا السلام کا منفرد اعزاز	295
عقیدۂ تثلیث سے ممانعت	295
عقیدۂ تثلیث کی تاویلات و توجیہات	296
اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ہے	296
آیات نمبر ۱۷۲۔۱۷۳ مع ترجمہ	297
مشکل الفاظ کے معانی	297
تفسیر: شان نزول	297
اللہ کی بندگی عار نہیں اعزاز ہے	298
آیت نمبر ۱۷۴۔۱۷۵ مع ترجمہ	298
مشکل الفاظ کے معانی	299
تفسیر: برہان اور نور مبین	299
آیت نمبر ۱۷۶ مع ترجمہ	300
تفسیر: آخری آیت	300
آیت الصیف	301
تکرار احکام کی حکمت	301
سورۃ النساء کی ابتداء و اختتام	301
اخت سے مراد	301
کلالہ کی میراث	302

ذخیرہ

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعَالَمِیْنَ، سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰینَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَ عَلٰی صَحَابَتِہِ الصِّدِّیْقِیْنَ الْکَامِلِیْنَ، وَعَلٰی اَوْلِیَآءِ اُمَّتِہٖ وَعُلَمَآءِ مِلَّتِہٖ مِنَ الْفُقَھَآءِ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُفَسِّرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

حرف اول

لیجئے ''تفسیر سورۃ النسآء'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے شروع میں اصول تفسیر پر ایک وقیع مقدمہ بھی شامل ہے جو نصابی ضرورت کی تکمیل کا تقاضا ہے۔ میں نے تفسیر کے شروع میں ''سورۃ النسآء'' کے مضامین پر مشتمل ایک مبسوط تعارف بھی درج کر دیا ہے جو اردو کی متداول بڑی تفاسیر میں بھی دستیاب نہیں ہے۔ چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں غلاموں کا تذکرہ ہے، اس لئے میں نے ''مسئلہ غلامی'' پر ایک پرمغز مقالہ بھی مستقل عنوان کے تحت درج کر دیا ہے۔ ترجمہ ''تحت اللفظ'' نہیں بلکہ سلیس اور بامحاورہ ہے، لیکن متن قرآنی کے قریب تر رہ کر میں نے وحی ربانی کی ترجمانی کی امکانی سعی کی ہے۔ میں نے تفسیر میں ایسی آیات کو ملا کر لکھا ہے جو اپنے مفہوم و مضمون کے اعتبار سے باہم مربوط ہیں۔ تفسیر میں ذیلی عنوانات درج کئے ہیں تاکہ اس کی افادیت نمایاں اور واضح ہو۔ فقہی مسائل بھی قدرے تفصیل کے ساتھ درج کئے ہیں۔ اگر آپ ہماری کتاب کی فہرست پر نظر ڈالیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری تفسیر کی انفرادیت اور علمی کاوش کا صحیح اندازہ ہو جائے گا۔

تفسیری مباحث میں جن عظیم مآخذِ اصلیہ کو میں نے بالاستیعاب پیش نظر رکھا ہے اور جو ''امہات تفاسیر'' میں شمار ہوتی ہیں، وہ یہ ہیں: علامہ ابوبکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی مالکی متوفی ۵۴۳ھ کی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن''، امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ کی ''التفسیر الکبیر'' اور علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی حنفی

Marfat.com

متوفی ۱۲۷۰ھ کی تفسیر ''روح المعانی'' ان کے علاوہ معاصرین ومتقدمین کی دیگر تفاسیر بشمول اردو تفاسیر بھی زیرِ نظر رہی ہیں تا کہ حتی الامکان ایک جامع اور کامل تفسیری تحفہ اہل علم اساتذۂ کرام اور باذوق طلبہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ امید ہے اب تعلیم وتعلم کے لئے کوئی تشنگی باقی نہیں رہے گی۔ اسلام دیانت و امانت کا سب سے بڑا علمبردار ہے، اساتذہ کی علمی دیانت سے مجھے امید واثق ہے کہ وہ اپنے طلبہ و طالبات کو دستیاب نصابی کتب میں سے بہتر انتخاب کی طرف رہنمائی فرمائیں گے۔ اللہ جل شانہٗ اس عاجزانہ سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اس کو اپنے فضل وکرم سے افادیت وقبولیت عامہ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلی الہ وصحبہ افضل الصلوۃ والتسلیم۔

احقر العباد

منیب الرحمٰن

مہتمم دارالعلوم نعیمیہ، کراچی

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

رکن مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان

مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان

رکن صوبائی زکوٰۃ کونسل سندھ

81297

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

حرف ناتمام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ کہ اس نے ''تفسیر سورۃ النسآء'' کو اہل علم میں مقبولیت عطا فرمائی، فاضل اساتذۂ کرام اور باذوق طلبہ وطالبات نے اسے شرف پذیرائی بخشا اور پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ہی ختم ہوگیا۔ ہم اہل فکر ونظر کے تہہ دل سے شکرگزار ہیں، جنہوں نے ہماری توقعات سے بڑھ کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعاء ہیں کہ وہ اس ''تعاون علی الخیر'' پر ان سب کو بے پایاں اجر وثواب سے نوازے۔

سعیٔ بسیار اور انتہائی محتاط تصحیح کے باوجود پہلے ایڈیشن میں کمپوزنگ و پیسٹنگ کی چند اغلاط اور دو مقامات پر معنوی فروگزاشتیں باقی رہ گئی تھیں۔ ہم اپنے پبلشر جناب عید محمد فریدی اور ان کے فرزندان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے کتاب کو از سر نو کمپوز کرایا اور نفع ونقصان کے مادی تصور سے بالاتر ہو کر کتاب کو معنوی حسن کے ساتھ جمالِ صوری عطا کرنے میں ہر ممکن تعاون کیا، اللہ تعالیٰ انہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔ میں جناب احمد علی جعفری کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فریضہ سمجھتا ہوں جنہوں نے نہایت دلچسپی اور سرعت رفتار سے کمپوزنگ کا مرحلۂ ثانی مکمل کیا۔

اس بار تصحیح کے تمام مراحل ہم نے خود طے کیے ہیں، پروف کی کئی بار پڑھا اور اس پر نظر ثانی کی، جہاں اجمال وایہام محسوس ہوا، وہاں اضافے کیے۔ بعض مقامات پر عبارت کو مزید سہل اور عام فہم بنانے کی کوشش کی۔ الغرض ہماری خواہش ہے کہ تفسیر صرف نصابی و امتحانی مقاصد تک محدود نہ رہے بلکہ ہر علم دوست، دین دار اور باذوق قاری کے لئے مفید، معلوماتی اور فیض رساں ثابت ہو۔

پہلے ایڈیشن میں آیاتِ قرآنی اوپر درج تھیں اور ترجمہ نیچے تھا، اب ہم نے طلبہ و طالبات اور عام قارئین کی سہولت کے لئے ترجمہ بین السطور درج کر دیا ہے، تاکہ ترجمے کی

Marfat.com

متن سے مناسبت بہ آسانی سمجھ میں آئے۔ اسی طرح جہاں جہاں عربی عبارات ہیں، پہلے ایڈیشن میں کاتب سے لکھوائی گئی تھیں، اب کمپوزنگ کرادی ہے تاکہ یکسانیت پیدا ہو اور کتاب کے حسن میں اضافہ ہو۔

چونکہ سورہ النسآء کراچی یونیورسٹی کے بی۔اے (پاس) و آنرز سال اول اسلامیات (اختیاری) کے نصاب کے علاوہ تنظیم المدارس پاکستان کے زیرِ اہتمام طالبات کے درجہ ثانویہ خاصہ (عالمہ فاضلہ) کے نصاب میں بھی شامل ہے، اس لئے اب ہم نے تفسیر سورۃ النسآء کو علیحدہ طور پر خوبصورت، مجلد اور عمدہ سفید کاغذ پر شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، امید ہے اس نئے انداز کو قارئین پسند فرمائیں گے۔

ہم کتب عربی کے مشہور مترجم اور پروف ریڈر فاضل علوم دینیہ مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی کے بھی شکرگزار ہیں کہ انہوں نے اولاً مطبوعہ کتاب اور ثانیہ طبع ثانی کے حتمی پروف کا آخری مراحل میں انتہائی باریک بینی سے مطالعہ کیا اور اس اشاعت کو صحتِ لفظی و معنوی کے موجودہ معیار تک پہنچانے میں ہماری مدد کی۔

ہماری دلی خواہش اور کوشش رہی ہے کہ کتاب ہر لحاظ سے معیاری ہو، زبان و بیان کے سقم، لفظی و معنوی فروگزاشت اور کمپوزنگ کی اغلاط سے مکمل طور پر پاک ہو۔ لیکن انسان اپنی تمام تر صلاحیت و اہلیت کو صرف کرنے کے بعد بھی جب اپنے نتیجۂ فکر و عمل کو دیکھتا ہے تو اسے اپنا ہی تراشا ہوا شاہکار، نقش ناتمام نظر آتا ہے، اور اسی اعترافِ عجز کا نام بندگی ہے۔ ہر جہت سے اور زمانے میں اکمل و اتم ذات صرف اور صرف اللہ جل وعلا کی ہے اور یہی شان اس کے کلام کی ہے، بقول شاعر

یَزِیْدُکَ وَجْھُهٗ حُسْنًا اِذَا مَا زِدْتَهٗ نظراً

شاعر اپنے محبوب کے جمال جہاں آرا کی دلکشی و دلفریبی میں ڈوب کر کہتا ہے: "اے مخاطب! تو میرے محبوب کے رخ تاباں پر جب بھی (اور جتنی بار) نظر ڈالے گا، حسن و جمال کا ایک نیا زاویہ اور ایک نیا انداز تجھ پر منکشف ہوگا" یہ تو کسی انسان نے اپنے ذوق

Marfat.com

کے مطابق حسن مخلوق اور حسن مادی کی تعریف کی ہے، ذرا غور فرمائیے حسن مطلق، جمال ازلی وابدی اور کلامِ خالق کے حسن و جمال، جامعیت، کاملیت اور معنویت کا عالم کیا ہوگا؟ اس لئے ہر دور میں تفسیریں لکھی جاتی رہیں گی، جو جتنا بڑا صاحبِ علم وکمال ہوگا، وہ آخر میں اپنی کاوش کو ''حرف ناتمام'' ہی قرار دے گا، اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے یہی کہے گا کہ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔ اور کلامِ الٰہی کی جلالت کے آگے صاحبانِ علم وفن کا سپر انداز ہونا، یہی اعجازِ قرآن ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ہماری اس عاجزانہ کاوش کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں مقبول و ماجور فرمائے اور اسے قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین۔

بندۂ عاجز

منیب الرحمٰن

Marfat.com

Marfat.com

مقدمہ اصول تفسیر

قرآن مجید سے متعلق تین چیزیں اہم اور خاص ہیں (۱) ترجمہ (۲) تفسیر (۳) تاویل، ان تینوں کا مفہوم اور ان کی اصطلاحی تعریفیں جاننا ضروری ہیں۔

ترجمہ: لغوی واصطلاحی معنی اور ترجمہ کی اقسام:

"تَرْجَمَ الْكَلَامَ" کا لغوی معنی "ترجمہ کرنا" ہے۔اس سے صفت کا صیغہ "تَرْجَمَان" اور "تُرْجُمَان" اور جمع تَرَاجِم آتا ہے۔کہتے ہیں "تَرْجَمَهُ بِالتُّرْكِيَّةِ" یعنی "اس نے اس کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا"۔کسی شخص کی سوانح حیات کو "ترجمہ" کہتے ہیں اور کتاب کے دیباچے کو بھی "تَرْجَمَةُ الْكِتَاب" کہتے ہیں۔

مذکورہ بالا وضاحت سے معلوم ہوا کہ کسی مفہوم کو ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنے کو "ترجمہ" کہتے ہیں۔ترجمہ کرنے کے دو طریقے ہیں: ایک "تحت اللفظ ترجمہ کرنا" اور دوسرا "زبان کی فصاحت و بلاغت، سلاست و معنویت، اس کے محاورات اور انداز خطاب کو سمجھ کر اور سیاق و سباق کو دیکھ کر کلام اور متکلم کی ترجمانی کرنا"۔

ان دونوں قسموں کے ترجموں میں دوسری قسم زیادہ بہتر ہے کیونکہ بعض مرتبہ سیاق و سباق دیکھے بغیر تحت اللفظ ترجمہ کرنے سے مفہوم صحیح طور پر ادا نہیں ہو پاتا اور معنی میں بگاڑ پیدا ہو جانے کا خطرہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہوا ہے کہ: وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ (آل عمران: ۱۴۲) کا بعض مترجمین نے تحت اللفظ یہ ترجمہ کر دیا "حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو تم میں سے جانا ہی نہیں جنہوں نے جہاد کیا۔" اس میں اللہ کے علم کی نفی ہو رہی ہے۔

پھر بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے کئی معنی ہوتے ہیں ان میں سے سیاق و سباق کے مطابق صحیح معنی کا انتخاب کرنا بہت ضروری ہے ورنہ اس سے بھی مفہوم میں خرابی ہو جاتی ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (والضحیٰ: ۷)

Marfat.com

"ضَالٌّ" کے متعدد معنی ہیں: (۱) گمراہ ہونا، بھٹک جانا، عقیدہ وعمل میں غلط راستہ اختیار کرنا (۲) غفلت (۳) ایسا درخت جو کسی وسیع صحرا میں تنہا کھڑا ہو اور مسافر اس کے ذریعے اپنی منزل کا سراغ لگائیں (۴) محبت

مذکورہ آیت میں "ضَآلًا" کی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہے، جن کے لئے تیسرا یا چوتھا معنی لینا ہی مناسب ہے، یعنی "کفر وشرک کے سنسان ریگستان میں صرف آپ کی ذات ہی ایک پھلدار درخت تھی جس میں ایمان وعرفان کا پھل لگا ہوا تھا۔ پس ہم نے آپ کے ذریعے مخلوق کو ہدایت بخشی یا اللہ نے آپ کو (اپنی محبت میں) گم پایا تو (اپنی طرف) راہ دی۔" بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کر دیا "اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ دی۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ترجمہ کرتے وقت مندرجہ ذیل چیزوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) اس کا مفہوم اصل عبارت کی جیتی جاگتی تصویر ہو۔

(۲) اس کے معانی اصل عبارت سے نہ کم ہوں نہ زیادہ۔

(۳) اس کے الفاظ بے حد موزوں، آسان اور ضرورت کے عین مطابق ہوں۔

(۴) اس کے فقرے بامحاورہ، سلیس اور عام فہم ہوں، متروک نہ ہوں۔

(۵) سیاق وسباق کو مدنظر رکھا گیا ہو۔

(۶) قرآن کے منہ میں اپنی زبان اور اپنا مفہوم ڈالنے کے بجائے قرآن کے مُنَزِّل (نازل کرنے والے) اور مُنَزَّلُ عَلَیْه (جن پر نازل ہوا ہے) کی منشا کی ترجمانی کی گئی ہو۔

مترجمین کی اقسام

مترجمین دو طرح کے ہیں ایک وہ جنہوں نے "تحت اللفظ (لفظی)" ترجمہ کیا ہے، دوسرے وہ جنہوں نے بامحاورہ ترجمہ کیا ہے۔ جنہوں نے لفظی ترجمہ کرنے کو ترجیح دی ہے، انہوں نے یہ چاہا کہ ترجمہ کرتے وقت کلام اللہ کی زیادہ سے زیادہ لفظی رعایت کی جائے، "نظم قرآنی" سے قریب تر رہ کر ترجمہ کیا جائے۔ جنہوں نے بامحاورہ ترجمے کو ترجیح دی ہے، غالبًا ان کی خواہش یہ رہی ہے کہ "وحیٔ ربانی" اور "کلام الٰہی" کی منشاء ومفہوم کو بہ آسانی

Marfat.com

قاری تک پہنچایا جائے اور ابلاغ کا مقصد پورا ہو جو ترجمے سے مطلوب ہے۔ اور بعض نے بہ یک وقت لفظی رعایت اور بامحاورہ اسلوب بیان کا حسین امتزاج پیش کرنے کی سعی کی ہے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ (الجمعہ: ۴)

تاہم چونکہ دونوں کا عمل نیک نیتی پر مبنی ہے، اخلاص وللّٰہیت دونوں کے پیش نظر ہے، اس لئے دونوں عنداللہ ماجور ہوں گے۔

اعجاز قرآن

قرآن مجید ''معجزہ'' ہے اور معجزہ کا معنی ہے: عاجز کر دینے والی چیز، اس اعتبار سے قرآن مجید کے تمام علوم اور مضامین کو دوسری زبان میں سمونا اور اس کی فصاحت و بلاغت کو کماحقہٗ اپنے الفاظ میں منتقل کرنا ناممکن ہے ورنہ قرآن کا اعجاز باقی نہیں رہے گا۔ لیکن پھر بھی ترجمہ کرتے وقت بشری طاقت کی حد تک ترجمہ میں مذکورہ چیزوں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عرصے تک نہ صرف یہ کہ قرآن کا ترجمہ کیا ہی نہیں گیا بلکہ اسے بدعت سمجھا جاتا رہا۔ جنوبی ایشیاء میں سب سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارسی میں مکمل ترجمہ کیا اور اردو میں سب سے پہلے شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترجمہ کیا اور بالآخر غیر عرب مسلمانوں کے افادے اور تفہیم کے لئے امت نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا لیکن چونکہ کسی بھی انسان کی سعی حرفِ آخر نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ آخری اینٹ کی جگہ باقی رہتی ہے اس لئے بہتر کی جستجو کو امت نے کبھی موقوف نہیں کیا، چنانچہ آج بھی اس حقیقت کے باوجود کہ صرف اردو زبان میں بیسیوں تراجم موجود ہیں، جہد مسلسل اور سعی پیہم کا سلسلہ جاری ہے، کیونکہ انسان کا بنایا ہوا ہر نقش کسی نہ کسی جہت اور زاویے سے ناتمام ہی رہتا ہے، حرف آخر اور نقش کامل صرف اللہ عزوجل ہی کا کلام ہے۔

تفسیر کے لغوی معنی

تفسیر، ''فَسْر'' سے باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں: کھولنا، واضح کرنا اور بیان کرنا وغیرہ اور ایک قول کے مطابق یہ ''سفر'' سے مقلوب ہے جس کا معنی ''روشن

Marfat.com

کرنا'' ہے۔

قرآن کی تفسیر میں چونکہ نظمِ قرآنی کی وضاحت کی جاتی ہے اور اس کے مفہوم کو کھول کر بیان کیا جاتا ہے اس لئے اسے علم تفسیر کہا جاتا ہے۔

تفسیر کی اصطلاحی تعریف

علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تفسیر کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''علم تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے، ان کے مدلولات یعنی مفہوم، بطور مفرد اور مرکب ان کے احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ سے ترکیبی حالت میں مراد لئے جاتے ہیں۔ مزید ان معانی کا تکملہ (Complement)، ناسخ و منسوخ، شانِ نزول اور مبہم قصوں کو توضیح کی شکل میں بھی بیان کیا جاتا ہے''۔

دوسری تعریف

امام ابوحیان تفسیر کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ کی ادائیگی کے طریقے، ان کے مدلولات، مفرد اور مرکب کی حیثیت سے ان کے احکام اور ان معانی سے بحث کی جاتی ہے جو حالت ترکیبی میں مراد ہوتے ہیں اور ان کے تتمات (Supplementations) کو بیان کیا جاتا ہے۔''

علم تفسیر کے اجزاء

ان دونوں تعریفوں کے مطابق علم تفسیر مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے:

(۱) الفاظ قرآنی کا مفہوم یعنی ان کے لغوی معنی۔ (۲) الفاظ کے انفرادی احکام جن کے لئے علم صرف کی ضرورت پڑتی ہے۔ (۳) الفاظ کے ترکیبی احکام جن کے لئے علم نحو اور علم معانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ (۴) ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی جس کے لئے کبھی علم ادب اور بلاغت سے مدد لی جاتی ہے اور کبھی علم حدیث اور فقہ سے (۵) معانی کے

Marfat.com

تکمیلے، جن کے لئے اکثر احادیث کی ضرورت پڑتی ہے اور کبھی کسی اور علم کی ضرورت پڑتی ہے، جیسے علم لغت وغیرہ۔

تاویل کا لغوی معنی

تاویل اَوْلٌ اور مَآلٌ سے باب تفعیل کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں رجوع کرنا، اگر اس کے بعد "اَلرَّعِیَّۃَ" ہو تو اس کا معنی ہوگا سیاست رانی کرنا اور اگر اس کے بعد عَلَی الْقَوْمِ ہو تو اس کا معنی ہوگا حکمرانی کرنا، کسی قوم پر حاکم ہونا۔

تاویل میں بھی چونکہ متعدد معانی اور مختلف وجوہ میں سے کسی ایک معنی اور وجہ کو ترجیح دینا ہوتا ہے، اس لئے اسے تاویل کہتے ہیں۔ جیسے اللہ کا فرمان ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ (بقرہ:۲۲۹) یعنی "مطلقہ" عورتیں اپنے آپ کو تین "قروء" روکے رکھیں۔" اس میں قروء کا معنی "طہر" بھی ہے اور "حیض" بھی، فقہائے احناف نے اس سے "حیض" مراد لیا ہے، کیونکہ طہر مراد لینے کی حالت میں تین پر عمل نہیں ہوسکتا یا کم ہوگا یا زیادہ کیونکہ جس طہر میں طلاق دی گئی ہو، اس کو عدت میں شامل کرنے سے تین طہر تک مکمل نہیں ہوں گے اور اس کو چھوڑ کر تین طہر عدت میں شامل کرنے سے مدت تین طہر سے زیادہ ہو جائے گی۔ اس لئے "حیض" ہی مراد لینا صحیح ہے۔ جس "طہر" میں طلاق دی گئی ہو اس کے بعد تین حیض عدت میں شمار ہوں گے۔ "حالت حیض" میں طلاق دینے سے اگرچہ طلاق شرعاً نافذ تو ہو جاتی ہے لیکن ایسی حالت میں طلاق دینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ فعل ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس "طہر" میں طلاق دی جائے جس میں شوہر نے عورت کے ساتھ قرب نہ اختیار کیا ہو۔

تفسیر اور تاویل میں فرق

تفسیر اور تاویل دونوں "ہم معنی" اور "مترادف" ہیں یا ان میں فرق ہے، اس بارے میں بہت سے اقوال ہیں:

امام ابوعبیدہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ دونوں "ہم معنی" ہیں۔ علامہ اصبہانی فرماتے ہیں کہ

Marfat.com

تفسیر اصطلاحِ علماء میں قرآن کریم کے معانی اوراس کی مراد واضح اور بیان کر دینے کو کہتے ہیں اور تاویل کا تعلق کلام تام سے ہے اور جملوں کے مفہوم متعین کرنے کو کہتے ہیں۔امام ابو نصر قشیری کہتے ہیں کہ تفسیر سماع، روایت اور اتباع نبی کریم ﷺ کو کہتے ہیں اور تاویل اجتہاد واستنباط کو۔ان کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں۔مثلاً:

۱۔تفسیر الفاظ کے ظاہری معنی بیان کرنے کو کہتے ہیں اور تاویل اصل مراد کی توضیح کو۔

۲۔تفسیر اس آیت کی ہوتی ہے جس میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال نہ ہو اور جس میں ایک سے زیادہ معانی کا احتمال ہو اس میں سے ایک معنی کو کسی دلیل کے تحت اختیار کرنے کو ''تاویل'' کہتے ہیں۔

۳۔تفسیر یقینی تشریح کو کہتے ہیں اور تاویل دلائل کی روشنی میں امکانی ترجیحی مفہوم کو۔

۴۔تفسیر الفاظ کے مفہوم کو اور تاویل اس سے نکلنے والے سبق اور نتائج کی توضیح کو کہتے ہیں۔

موضوع

کسی بھی علم کو دوسرے علوم سے اس کے موضوع کے ذریعے ممتاز اور علیحدہ کرتے ہیں۔اور ہر علم میں اس کے موضوع کے ذاتی عوارض (احوال) سے بحث کی جاتی ہے، جیسے علم طب کا موضوع انسانی جسم ہے۔

علم تفسیر کا موضوع

علم تفسیر کا موضوع قرآن کریم ہے، اس لحاظ سے کہ قرآن کے مطالب اور اغراض و مقاصد بیان کئے جائیں، کیونکہ فن تفسیر میں صرف ایسے امور ہی زیر بحث آسکتے ہیں جن کا تعلق وحی الٰہی، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری، ایمان وکفر وغیرہ سے ہو۔

علم تفسیر کی غرض وغایت

اس علم کی غرض وغایت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی صحیح راستے پر استوار کرسکے تاکہ اسے

Marfat.com

سعادتِ دارین حاصل ہو۔

علم تفسیر کی فضیلت

علم تفسیر کی برتری اور شرف سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس میں کلام اللہ سے بحث کی جاتی ہے اور کلام اللہ کی عظمت و برتری سب پر عیاں ہے، علامہ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کا سب سے بہترین پیشہ اور مشغلہ تفسیر قرآن کریم ہے اور علامہ آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ علم تفسیر تمام علوم دینیہ کا سردار ہے کیونکہ تمام علوم دینیہ اسی سے ماخوذ ہیں۔

علم تفسیر کے مراتب و مآخذ

اصول تفسیر میں اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ مفسرین کے نزدیک تفسیر قرآن کے مراتب و درجات بظاہر چھ قسموں میں منحصر ہیں: (۱) تفسیر القرآن القرآن (۲) تفسیر القرآن بالسنہ (۳) تفسیر القرآن بآثار الصحابہ (۴) تفسیر القرآن بآثار التابعین (۵) تفسیر القرآن باللغۃ العربیہ والقواعد العربیہ (۶) تفسیر القرآن بالعقل السلیم۔

تفسیر القرآن بالقرآن

تفسیر القرآن بالقرآن کا معنی یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر خود اس کی آیتوں کے ذریعے کی جائے کیونکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک جگہ کوئی بات مبہم کہی جاتی ہے اور دوسری جگہ اس ابہام کو دور کر دیا جاتا ہے۔ یہ تفسیر کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ (الفاتحہ: ۶۔۷)

"(اے اللہ!) ہمیں سیدھی راہ چلا، ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔"

یہاں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ جن لوگوں پر انعام فرمایا گیا ہے، ان سے کون لوگ مراد

Marfat.com

ہیں؟ لیکن دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾

(النساء:٦٩)

''اور جو اللہ اور (اس کے) رسول کی فرمانبرداری کرے تو وہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں''۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تم میں سے جب کسی کو موت آئے اور اس نے مال چھوڑا ہو تو اس پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ وصیت کرے۔'' (سورہ بقرہ: آیت نمبر ۱۸۰) اس میں یہ واضح نہیں کیا گیا ہے کہ ہر ایک کے لئے کتنا حق مقرر کرے اور آیا یہ اہم ترین کام لوگوں کی اپنی مرضی اور صرف ان کے رحم و کرم پر ہوگا، لیکن دوسری جگہ سورہ نساء آیت نمبر ۱۱ میں تفصیل کے ساتھ ہر ایک کا حصہ معین کر دیا اور انسانوں سے یہ اختیار ختم کر دیا گیا کہ اس میں رد و بدل کریں۔ چنانچہ اس کے بعد ورثاء کے حق میں وصیت کا اختیار شرعاً ختم کر دیا گیا تا کہ کوئی شخص کسی وارث کے حق میں وصیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصص اور قرآنی و اسلامی نظامِ وراثت کا توازن و تناسب تبدیل نہ کر سکے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وارث کے حق میں وصیت شرعاً معتبر نہیں ہے''۔ البتہ غیر وارث کے لئے ایک تہائی ترکے تک کی اجازت ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہاری عورتوں میں سے جو کوئی بدکاری کا ارتکاب کرے تو (تہمت لگانے والے سے) ان پر اپنوں میں سے چار گواہ طلب کرو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو ان کے گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی (دوسرا) راستہ بنا دے۔'' (النساء:۱۵)

Marfat.com

غیر شادی شدہ بدکار مرد اور بدکار عورت کے بارے میں دوسری جگہ وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''جو عورت اور جو مرد بدکار ہو تو ہر ایک کو سو (۱۰۰) سو (۱۰۰) درے لگاؤ'' (النور: ۵)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' (بقرہ: ۱۸۵)

اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ رمضان کی کس تاریخ کو قرآن نازل کیا گیا لیکن دوسری جگہ اس کی وضاحت کر دی گئی کہ ''ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا۔'' (القدر: ۱)

ان کے علاوہ شراب، دیگر احکامات اور مختلف قصص میں تفسیر القرآن بالقرآن کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔

تفسیر القرآن بالسنہ

تفسیر القرآن بالسنہ کا معنی یہ ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں کی گئی ہو۔

''قرآن کریم نے متعدد مقامات پر یہ واضح فرمایا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کو اس دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد یہی تھا کہ آپ اپنے قول و فعل سے آیات قرآنی کی تفسیر فرمائیں۔ چنانچہ سورہ نحل میں ارشاد ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ (النحل: ۴۴)

''اور ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل کیا تا کہ آپ لوگوں کو پوری وضاحت سے بتا دیں جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے''۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ آپ کا مقصد بعثت ہی یہی ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے قرآن کریم کی توضیح فرمائیں، نیز ارشاد ہے:

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ۚ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ

Marfat.com

لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ (عمران:۱۶۴)

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان فرمایا، جبکہ ان کے درمیان انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، جو ان کے سامنے اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک وصاف کرتا ہے اور ان کو کتاب (قرآن) اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر چہ وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے''۔

ان آیات میں خود قرآن کریم نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ سرور کائنات حضرت محمد ﷺ کو دنیا میں مبعوث فرمانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ دنیا کو قرآنِ کریم کی ہدایت اور اس کے اسرار ومعارف سے آگاہ کریں اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے طریقے سکھلائیں۔

کتب احادیث میں تفسیر القرآن بالسنہ کا وافر ذخیرہ موجود ہے، مثلاً:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے روزہ رکھنے کا وقت بیان فرمایا:

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ (ممتاز ہو کر) ظاہر ہو جائے تمہارے لئے صبح کا سفید تاگا (رات کے) سیاہ تاگے سے (یعنی صبح صادق نمودار ہو جائے) (بقرہ:۱۸۷)''۔ اس سے بعض لوگوں نے حقیقتاً دھاگا مراد لیا اور اس وقت تک کھاتے رہے جب تک دونوں دھاگوں کا فرق نظر نہیں آیا۔

بخاری شریف میں ہے:

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! سفید دھاگا اور سیاہ دھاگا کیا ہیں؟ کیا ان سے دو دھاگے مراد ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''تم بھی کیا بھولے بھالے ہو، دو دھاگوں کو دیکھتے رہتے ہو'' پھر فرمایا: ''ایسا نہیں ہے بلکہ سیاہ دھاگے سے رات کی سیاہی اور سفید دھاگے سے دن کی سفیدی مراد ہے''۔ (بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ بقرہ)

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہودیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

''اور جب ہم نے کہا اس شہر میں داخل ہو اور اس میں تم جہاں سے چاہو بلا روک ٹوک

Marfat.com

کھاؤ، اور دروازے میں جھکتے ہوئے داخل ہونا اور یہ کہو "حطة" (ہمارے گناہ معاف فرما)، تو ہم تمہارے گناہ معاف کردیں گے اور عنقریب نیکی کرنے والوں کو زیادہ اجر دیں گے O تو بدل دیا ظالموں نے اس بات کو جو ان سے کہی گئی تھی، دوسری بات سے، تو ہم نے ظالموں پر آسمان سے عذاب اتارا، کیوں کہ وہ نافرمانی کرتے تھے، (بقرہ:۵۸-۵۹)"۔

اس آیت کریمہ میں صرف یہ بتایا گیا کہ یہودیوں نے حطة کو دوسرے لفظ سے بدل ڈالا، لیکن کس لفظ سے بدل ڈالا؟ یہ نہیں بیان فرمایا، اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"انہوں نے "حطة" کی جگہ "حَبَّةٌ فِيْ شِعْرَةٍ" یعنی دانہ بالی میں (یعنی گندم کا خوشہ) کہا تھا" (بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ بقرہ)

ان کے علاوہ ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ حج، حلال وحرام اور دیگر احکامات و معاملات میں "تفسیر القرآن بالسنہ" کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔

تفسیر القرآن بآثار الصحابہ

تفسیر القرآن بآثار الصحابہ کا معنی یہ ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال کی روشنی میں کی جائے۔

جن حضرات نے قرآن کریم کی تعلیم براہِ راست آنحضرت ﷺ سے حاصل کی، وہ صحابہ کرام ہیں، ان میں سے بعض حضرات نے اپنی پوری زندگیاں اسی کام کے لئے وقف کی ہوئی تھیں کہ قرآن کریم، اس کی تفسیر اور متعلقات کو براہِ راست آپ کے اقوال و افعال سے حاصل کریں، یہ حضرات اہل زبان بھی تھے اور نزول قرآن کے ماحول سے پوری طرح باخبر بھی، لیکن انہوں نے اپنی زبان دانی پر بھروسہ کرنے کے بجائے قرآن کریم کو سبقاً سبقاً آپ سے پڑھا، امام ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی عالم ہیں وہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا الَّذِيْنَ كَانُوْا يُقْرِئُوْنَ الْقُرْآنَ كَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا تَعَلَّمُوْا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ

Marfat.com

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ اٰيَاتٍ لَمْ يَتَجَاوَزُوْهَا حَتّٰى يَعْلَمُوْا مَا فِيْهَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ۔

''(صحابہ کرام میں سے) جو حضرات قرآن کریم کی تعلیم دیا کرتے تھے، مثلاً حضرت عثمان اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ، انہوں نے ہمیں بتایا کہ وہ جب آپ سے دس آیتیں سیکھتے تو ان سے اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے، جب تک کہ ان آیتوں کی تمام علمی و عملی باتوں کا علم حاصل نہ کر لیں''۔

اسی لئے مسند احمد میں حضرت انس فرماتے ہیں:

كَانَ الرَّجُلُ اِذَا قَرَءَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ جَدَّ فِيْ اَعْيُنِنَا۔

''جب کوئی شخص سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیتا تو ہماری نگاہوں میں وہ بہت قابل احترام ہو جاتا تھا''۔

اس لئے تفسیر القرآن بالقرآن اور تفسیر القرآن بالسنہ کے بعد سب سے زیادہ مستند تفسیر، تفسیر القرآن بآثار الصحابہ ہے۔ کتب احادیث میں اس کی بھی بہت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔ ''جو سرپرست غنی ہے اسے چاہئے کہ پرہیز کرے اور جو سرپرست فقیر ہے تو وہ مناسب مقدار سے کھائے، پھر جب تم ان کی طرف ان کے مال لوٹاؤ تو ان پر گواہ بنالو۔'' (النساء:٦)

اس آیت کریمہ میں کس سے پرہیز کرنے اور کس کے مال کھانے اور کس کی طرف لوٹانے کے بارے میں کہا جا رہا ہے؟ یہ مبہم ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ''اس آیت سے یتیم کا مال مراد ہے''۔

(بخاری شریف، سورۃ النسآء کتاب التفسیر)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو۔''

(بقرہ:١٩٥) اس آیت کریمہ میں کیا چیز خرچ کرنے کے بارے میں اور کس چیز کے سبب

Marfat.com

اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں نہ ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے؟ یہ بیان نہیں کیا گیا۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اس میں خرچ کرنے سے مراد مال خرچ کرنا اور تباہی میں نہ ڈالنے سے مراد جہاد سے غافل ہونا ہے۔

(بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ بقر)

تفسیر القرآن بآثار التابعین

تابعین سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تفسیر کا علم حاصل کیا۔ تفسیر کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ تابعی اگر کوئی تفسیر کسی صحابی سے نقل کر رہے ہوں تو اس کا حکم وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بیان کردہ تفسیر کا حکم ہے۔ اور اگر تابعی اپنا قول بیان کریں تو پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا کسی دوسرے تابعی نے اس سے اختلاف کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو وہ قول حجت نہیں ہوگا۔ اور اگر کسی نے اختلاف نہیں کیا تو وہ حجت ہوگا۔

تفسیر القرآن بآثار التابعین کی کتب احادیث میں متعدد مثالیں موجود ہے۔ مثلاً:

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ "بالدِّین" کا معنی بیان کرتے ہیں "حساب" اور "مدینین" کا معنی بیان کرتے ہیں "حساب کئے گئے" (بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ فاتحہ)

اسی طرح عطا رحمۃ اللہ علیہ نسل کا معنی بیان کرتے ہیں کہ نسل بمعنی حیوان ہے (صحیح بخاری، کتاب التفسیر) اس طرح اور بھی متعدد مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں)

تفسیر القرآن باللغۃ العربیۃ والقواعد العربیۃ

قرآن کریم کی جس آیت کے مفہوم میں کوئی الجھن اور پیچیدگی نہ ہو، اس کا مفہوم بالکل واضح ہو، وہاں پر تو لغت عربیہ اور قواعد عربیہ ہی اس کی تفسیر کے لئے کافی ہیں۔ لیکن جہاں کوئی ابہام واجمال اور پیچیدگی پائی جارہی ہو، یا وہ آیت کسی واقعاتی پس منظر میں نازل کی گئی ہو یا اس سے کوئی فقہی حکم مستنبط کیا جارہا ہو، تو وہاں پر مذکورہ مآخذ، جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے، کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن ان مآخذ کے بعد لغت عرب کو بھی سامنے رکھا جاتا ہے

Marfat.com

کیونکہ عربی زبان ایک وسیع زبان ہے اور اس میں ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوتے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے جہاں احادیث اور آثار صحابہ وتابعین بیان کرتے ہیں، وہیں اکثر مقامات پر لغوی طور پر اس کے معنی بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً "العاکف" کا معنی بیان کرتے ہیں۔ "المقیم" یعنی عاکف کا معنی "مقیم" قیام کرنے والا ہے۔" (بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ بقرہ) اسی طرح "عُفِیَ" کا معنی بیان کرتے ہیں "تُرِکَ" یعنی" چھوڑ دیا گیا" (بخاری شریف، کتاب التفسیر سورہ بقرہ)

تفسیر القرآن بالعقل السلیم

یوں تو ہر معاملے میں عقل سلیم کی ضرورت پڑتی ہے لیکن خاص طور پر قرآن کریم کے اسرار و معارف ایک بحر ذخار کی حیثیت رکھتے ہیں اور قرآن کریم کے ان اسرار و معارف پر غور و فکر کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو جا بجا غور و فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ کہیں پر "لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ" فرمایا یعنی" تا کہ تم سمجھو"، کہیں پر "لَعَلَّکُمْ تَتَفَکَّرُوْنَ" فرمایا یعنی تا کہ" تم غور و فکر کرو"، کہیں پر "تَدَبَّرُوْنَ" فرما کر اور کہیں پر "تَذَکَّرُوْنَ" فرما کر غور و فکر کرنے اور عقل سلیم کو استعمال کرنے کی دعوت دی۔ بلکہ قرآن نے صراحت کے ساتھ فرمایا:

وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ

(العنکبوت: ۴۳)

"اور (قرآن میں) یہ مثالیں جن کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں، ان کو صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو ظاہری حواس اور باطنی ادراکات عطا فرمائے ہیں، قرآن نے ان کو جتلاتے ہوئے فرمایا کہ اب قبول حق میں کون سی رکاوٹ باقی رہ گئی ہے، چنانچہ فرمایا:

"کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، ایک زبان اور دو ہونٹ عطا نہیں کئے؟ اور کیا ہم نے اسے خیر و شر میں تمیز کا شعورِ عقلی عطا نہیں کیا؟" (البلد: ۸ تا ۱۰)

Marfat.com

اور فرمایا: (ترجمہ) ''اور نفس انسانی (ضمیر) اور اس ذات کی قسم جس نے اسے متوازن ومتناسب بنایا اور اسے نیکی وبدی کا شعور عطا کیا۔'' (الشمس:۷۔۸)

قرآنی صداقتوں کی عقلی توجیہ اس لئے ضروری ہے تا کہ ان لوگوں پر حجت قائم کی جا سکے جو وحی ربانی کی تقدیس وحرمت کے قائل نہیں ہیں، اس سلسلے میں امام المفسرین امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر ایک لازوال وبے مثال شاہکار ہے۔

لہٰذا قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے عقلی اور سائنسی حقائق کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے تا کہ کوئی قرآن کو ''خلاف عقل'' اور سائنس کی ضد نہ سمجھے، یہ امر پیش نظر رہے کہ ''خلاف عقل'' اور بات ہے اور ''ماورائے عقل'' اور بات ہے۔ ''خلاف عقل'' ہونا نقص ہے اور ''ماورائے عقل'' ہونا کمال ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (الرحمٰن:۳۳)

اس آیت کریمہ کا ترجمہ مترجمین نے یہ کیا ہے:

(۱) اے گروہ جن وانسان اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے (ہو کر کہیں کو) نکل بھاگو تو نکل دیکھو مگر کچھ ایسا ہی زور ہو تو نکلو (اور وہ تم میں نہ ہے نہ ہو) حافظ نذیر احمد۔

(۲) اے گروہ جن وانس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تم نکل سکنے ہی کے نہیں (مولانا فتح محمد خاں جالندھری)

(۳) اے گروہ جن وانس اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو تم نہیں نکل سکو گے مگر ایک قوت سے (مولانا محمد عاشق الٰہی)

(۴) اے فرقے جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے تو نکل بھاگو آسمان اور زمین کے کناروں سے، نکل بھاگو نہیں نکل سکو گے بے سند۔ (شاہ عبدالقادر)

Marfat.com

(۵) اے گروہ جن وانس اگر تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل کر بھاگ سکتے ہو تو بھاگ دیکھو نہیں بھاگ سکتے اس کے لئے بڑا زور چاہئے (مولانا مودودی)

(۶) ''اے گروہ جنوں کے اور انسانوں کے اگر تم سے ہو سکے کہ نکل بھاگو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے تو نکل بھاگو، نہیں نکل سکنے کے بدون سند کے'' (مولانا محمود الحسن)

(۷) اے گروہ جن وانس اگر تم میں طاقت ہے کہ تم نکل بھاگو آسمان اور زمین کی سرحدوں سے تو نکل کر بھاگ جاؤ (سنو) تم نہیں نکل سکتے بجز سلطان کے (اور وہ تم میں مفقود ہے) (جسٹس علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری)

(۸) اے جن وانس کے گروہ اگر طاقت رکھتے ہو کہ نکل سکو آسمانوں اور زمینوں کے کناروں سے تو نکل جاؤ، تم کہیں نہ جاسکو گے مگر وہاں اسی کی سلطنت ہے (علامہ سید احمد سعید کاظمی)

(۹) اے جن وانسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔ (امام احمد رضا خان بریلوی)

آیت کا آخری لفظ ''سلطان'' ہے اس کے معنی ہیں: حجت، دلیل، قدرت، اقتدار، بادشاہ، بیشتر مفسرین نے ترجمے میں ''قوت وطاقت'' کے معنی کو ترجیح دی چنانچہ کسی نے ترجمے میں زور کا لفظ استعمال کیا ہے اور کسی نے طاقت کا اور کسی نے سند کا جو غالباً ''حجت'' کے معنی میں ہے۔ جسٹس علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ترجمے میں لفظ ''سلطان'' ہی استعمال کیا ہے۔

لیکن موجودہ سائنسی دور میں انسانوں کو یہ سائنسی اور مادی طاقت حاصل ہو گئی ہے کہ وہ خلائی جہاز سے راکٹ داغ کر زمین کے محور اور دائرہ کشش سے باہر نکل بھی جاتا ہے اور دوبارہ داخل بھی ہو جاتا ہے، تو اس طرح تو کوئی شخص قرآن کی صداقت پر اعتراض کر سکتا ہے کہ قرآن کا دعویٰ معاذ اللہ باطل ہو گیا۔ اب آگے انسان کا علم کس مقام تک پہنچتا ہے، مستقبل کا علم اللہ ہی کو ہے۔

تاہم مولانا احمد رضا خان بریلوی اور علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہما اللہ تعالیٰ نے لفظ

Marfat.com

سلطان کا ترجمہ ''سلطنت و اقتدار'' سے کیا ہے اور یہ قرآن کی تفہیم میں اللہ تعالیٰ کی نعمت عقل کا بہترین استعمال ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے'' جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے'' یا'' تم کہیں نہ جا سکو گے مگر وہاں اسی کی سلطنت ہے۔'' اس ترجمے نے قرآن کے دعویٰ، پیشین گوئی اور صداقت کو ابدی بنا دیا۔ یعنی زمین کے مدار و محور اور دائرہ کشش سے تو آج کا انسان نکل ہی گیا ہے، کل خواہ ہزار سال بعد سہی، ممکن ہے کہ انسان کا سفر ارتقاء اس سے بھی بہت اوپر چلا جائے، لیکن تمام حدوں کو عبور کرتا ہوا انسان خواہ کہیں بھی پہنچ جائے اللہ کی سلطنت و اقتدار کی حدوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ وہ جہاں کہیں بھی نکل کر جائے گا وہاں اللہ ہی کی سلطنت اور اس کی بادشاہت ہوگی۔

قرآن کا اصل ماخذ وحی ربانی

گزشتہ صفحات میں فہم قرآن کے مآخذ کو بیان کیا گیا ہے، جن کی ہمیں قرآن فہمی کے لئے ضرورت پڑتی ہے اور تفسیر کے درجات کے اعتبار سے ان کی ترتیب بھی یہی ہے، لیکن قرآن کا اصل منبع و ماخذ اور سرچشمہ وحی ربانی ہے، لہٰذا قرآن میں ایسی مصطلحات کا بکثرت استعمال ہوا ہے، جن کو قرآن اور صاحب قرآن سے غیر مشروط وابستگی اور تسلیم و رضا کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے۔ مثلاً ایمان، اسلام، نفاق، شرک، کفر، روح، نفس، بعث، الدین، الملۃ، الشرع، الصلوٰۃ، الزکوٰۃ، الحج، الصوم، الربوٰ، صدقہ، انفاق، ابن السبیل، وفات وغیرہ۔

ان سب کے مطالب لغت عربی کی مدد سے نہ متعین کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی سمجھے جا سکتے ہیں، ان کے لئے'' مہبط وحی'' ذات رسالت مآب ﷺ سے رجوع کرنا لازمی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے تمام مفسرین جنہوں نے محض '' عربی لغت'' کو قرآن کا ماخذ اصلی قرار دیا، وہ بہک گئے اور فکری کجی کا شکار ہوئے جیسے غلام احمد پرویز، سرسید احمد خان، علامہ عنایت اللہ مشرقی، عبداللہ چکڑالوی وغیرہ۔

مسلمات دینیہ کی پابندی

اسلامی عقائد میں بعض '' مسلمات'' ہیں جو اصول دین کی حیثیت رکھتے ہیں، اس لئے

Marfat.com

ترجمہ، تفسیر اور تاویل کے وقت ایسا اسلوب اختیار کرنا پڑے گا کہ ان ''مسلمات'' (تسلیم شدہ امور) پر حرف نہ آئے۔ مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جسم اور جسمانیت، جسمانی عوارض اور متعلقات اور زمان ومکان کی تحدید سے پاک، بلند تر اور وراء الوراء ہے۔

اس لئے قرآن میں ایسے کلمات کے ترجمے وتفسیر کے وقت اس کا ازحد خیال رکھنا لازمی ہے جیسے: يَدُ اللهِ، وَجْهُ اللهِ، يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ، وَيُحَذِّرُكُمُ اللهُ نَفْسَهُ، رُوْحٌ مِّنْهُ، وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ، اَللهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ......، اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ، وَغَيْرُهَا مِنَ الْاٰيَاتِ۔

اثبات ونفی میں تطبیق

قرآن میں کہیں غیر اللہ سے علم غیب کی مطلقاً نفی کی گئی ہے اور کہیں اطلاع علی الغیب، اظہار علی الغیب، وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ وغیرہ کلمات آئے ہیں، جن سے انبیاء ورسل کے علوم غیبیہ کا اثبات ہوتا ہے۔ اس طرح کہیں قرآن میں شفاعت کی مطلقاً نفی ہے اور کہیں اللہ کے اذن سے شفاعت کا اثبات ہے، اس لئے مفسر ومترجم کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن کا ایسا مفہوم بیان کرے جس سے دونوں میں تطبیق ہو نہ کہ تضاد نظر آئے، کیونکہ قرآن کا اعجاز ہی یہ ہے کہ یہ اختلاف وتضاد (Contradiction) سے بالکل پاک ہے۔

Marfat.com

سورۃ النساء

ابتدائیہ

اس سورۂ مبارکہ کا نام ''النسآء'' ہے۔ اس کے نزول کا عرصہ ۳ھ کے اواخر سے ۵ھ کے اوائل تک ہے، لہٰذا یہ بالاتفاق مدنی سورت ہے۔ اس میں ۲۴ رکوع، ۱۷۶ آیات، ۳۰۴۵ کلمات اور ۱۶۰۳۰ حروف ہیں۔ یہ ترتیب مصحف کے اعتبار سے قرآن مجید کی چوتھی سورت ہے اور ترتیب نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر بانوے (۹۲) ہے۔ اور یہ ان سات ابتدائی بڑی سورتوں میں سے ایک ہے جنہیں ''السبع الطوال'' کہا جاتا ہے۔ یہ چوتھے پارے کے ربع آخر سے شروع ہو کر تقریباً چھٹے پارے کے ربع اول تک محیط ہے۔

اجمالی تعارف

قرآن مجید کی بڑی سورتیں بالعموم یکبارگی نازل نہیں ہوئیں، بلکہ عہد رسالت میں جیسے جیسے حوادث ونوازل پیش آتے رہے، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے احکام کے نزول کا سلسلہ جاری رہا، جیسی صورتحال پیدا ہوئی، اسی موقع ومحل کے مطابق وحی ربانی کی ہدایات بھی ملتی رہیں۔ یہ سورۂ مبارکہ قرآن مجید کی چند جامع سورتوں میں سے ایک ہے۔ عقائد، عبادات، اخلاقیات، عائلی، معاشرتی وتمدنی امور، امور مملکت وریاست، حالت امن وحالت جنگ، اہمیت جہاد، دفاعی وخارجی حکمت عملی، اداء امانت وقیام عدل، مقصد بعثت رسالت، الغرض حقوق اللہ وحقوق العباد سے متعلق انفرادی واجتماعی زندگی کے تقریباً تمام شعبہ ہائے حیات پر اس کی تعلیمات محیط ہیں۔ ہم سطور ذیل میں چند اہم موضوعات ومباحث کا اجمالاً ذکر کریں گے۔

اطاعت الٰہی، اطاعت رسول اور اطاعت اولوالامر

آیات نمبر ۵۹، ۶۴ تا ۶۹ میں اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول کا حکم دیا ہے اور یہ حکم

Marfat.com

غیر مشروط ہے، یعنی مومن پر جب یہ امر واضح ہو جائے کہ یہ امر ربانی یا امر رسول ہے تو پھر اس پر غیر مشروط اطاعت لازم ہے، اس کے لئے کسی حیل و حجت یا چوں و چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا کہ اطاعت الٰہی کیسے کی جائے، اس کے لئے واحد میزان، معیار اور کسوٹی ذات رسالت مآب ﷺ ہے، اور پھر اطاعت اللہ اور اطاعت رسول کا جو انعام و اکرام ہے وہ بھی بیان فرمایا ہے۔ ''اولوالامر'' یعنی مسلمانوں کے جو ارباب اقتدار و اختیار یا حاکمان وقت ہیں، ان کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے لیکن یہ اطاعت غیر مشروط نہیں ہے بلکہ اس امر کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کے احکام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی مقررہ حدود کے اندر ہوں، ورنہ ارشاد رسول ہے: ''کسی ایسے معاملے میں مخلوق (خواہ اس کا منصب اور عہدہ کوئی بھی ہو) کی اطاعت لازم نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو۔'' آیت نمبر ۶۴ اور ۶۵ میں بتایا گیا کہ زندگی کے کسی مرحلے میں خدانخواستہ مومن بھٹک جائے یا بہک جائے تو اس کے لئے اگر کوئی جائے امان ہے تو فقط یہ کہ پلٹ کر اللہ کے رسول کی بارگاہ میں آجائے اور یہ بھی واضح طور پر بتایا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کے ہر فیصلے کو دل و جاں سے تسلیم نہ کرے خواہ وہ بظاہر کلمہ گو ہی کیوں نہ ہو، درحقیقت وہ منافق ہے۔

اداءِ امانت و قیامِ عدل

آیات نمبر ۸۵، ۱۰۵ تا ۱۰۷ اور ۱۷۵ میں اداء امانت اور قیام عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ امانت کی پاس داری اور تحفظ شخصی سطح پر بھی لازم ہے اور مملکت کے اجتماعی نظام میں بھی، اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب قومی، ملکی اور ملی مناصب، عہدے اور ذمہ داریاں اہلیت کی بنیاد پر تفویض کی جائیں۔ ارشاد رسول ہے: ''جب مسلمانوں کے اقتدار (کی امانت کا) معاملہ نااہلوں کے سپرد کر دیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔'' مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی اور اسلامی جمہوری فلاحی مملکت کی سب سے بڑی اساس معاشرتی، معاشی اور قانونی عدل ہے، جسے ہم ''عدل اجتماعی'' (Social Justice) کا نام دیتے

Marfat.com

ہیں۔ اس لئے ارشاد فرمایا کہ یہ فیصلہ عدل کی بنیاد پر کرو، خواہ اس کی زد تمہاری ذات، والدین، اہل قرابت یا قبیلے، برادری اور حمایتی گروہ پر ہی کیوں نہ پڑے۔

صلوٰۃ قصر و صلوٰۃ خوف اور تیمّم کے احکام

نماز اسلامی عبادات میں سب سے اہم ہے۔ لہٰذا یہ ہر مسلم عاقل و بالغ مرد اور عورت پر ہر حال میں فرض ہے، سوائے ایسی صورتحال کے کہ انسان کو اپنے ہوش و حواس پر قابو ہی نہ رہے، جسے (Stage of Coma) کہتے ہیں، لہٰذا اگر وہ ہوش میں ہے تو کھڑے، بیٹھے یا لیٹے ہوئے جس حال پر بھی قادر ہے، حکم ہے کہ فرض نماز ضرور پڑھے۔ نماز کے لئے طہارت شرط ہے اور طہارت کا ذریعہ پانی ہے۔ آیت نمبر ۴۳ میں استثنائی صورت میں متبادل کے طور پر تیمّم کا حکم نازل فرمایا گیا اور فقہاء کرام نے اس آیت مبارکہ سے مسائل کا استنباط کرتے ہوئے فرمایا کہ جب ایسی ناگزیر صورت حال درپیش ہو کہ (ا) پانی دستیاب ہی نہ ہو (ب) یا دستیاب تو ہو لیکن قیمتاً ہو اور آدمی اس کی قیمت ادا کرنے کے قابل نہ ہو (ج) یا صرف اتنی مقدار میں ہو کہ پیاس بجھالے یا وضو کر لے، تو پھر پیاس کی ضرورت مقدم ہے کہ اس پر بقاء حیات کا انحصار ہے (د) یا پانی تو دستیاب ہے لیکن شدید ترین سردی یا کسی بیماری کے سبب پانی استعمال کرنے کی صورت میں اس کی جان تلف ہونے یا کسی عضو کے تلف ہونے یا بیماری کے بڑھ جانے کا ظن غالب ہے، تو ان تمام صورتوں میں تیمّم کر لے لیکن نماز نہ چھوڑے۔ حالت سفر میں فرض نماز کو مکمل طور پر معاف تو نہیں فرمایا لیکن اس میں کچھ تخفیف فرما دی اور اس کو "صلوٰۃ القصر" کہتے ہیں، اس کا حکم آیت نمبر ۱۰۱ میں نازل ہوا۔ اسی طرح عین حالت جنگ میں جبکہ معرکہ جہاد برپا ہو، فوجیں مورچوں میں (Red Alert) پوزیشن میں ہوں تب بھی نہ نماز چھوڑی جائے اور نہ جماعت ترک کی جائے، اسے "صلوٰۃ الخوف" کہتے ہیں اور اس کا حکم آیت نمبر ۱۰۲، ۱۰۳ میں بیان کیا گیا ہے۔

قتل کے احکام

اللہ جل شانہٗ کی زمین پر "حقوق العباد" (Human Rights) میں سب سے سنگین

Marfat.com

جرم قتل ناحق ہے اور یہ شرک کے بعد کبیرہ گناہوں میں سب سے شدید ہے۔آیت نمبر ۹۳ میں قتل عمد (Intentional Murder) کی سنگینی اور اخروی عذاب کا بیان ہے۔اس سے پہلے آیت نمبر ۹۲ میں قتل خطا (Accidental Homicide) کا حکم نسبتاً تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے اور تفسیر میں اس مقام پر ہم نے قتل کی تمام ممکنہ صورتیں، ان کی فقہی تعریفات اور احکام تفصیلاً بیان کئے ہیں۔

منافقین کا طبقہ اور یہودِ مدینہ کی روش

رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی کا منظر بالکل واضح اور شفاف تھا، یا تو مومنین مخلصین تھے اور یا کفار مجاہر (Open Infidels) لیکن جب آپ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور آپ کا مشن کامیابی کی طرف گامزن ہوا تو یہودِ مدینہ کے باعث ایک طبقہ منافقین پیدا ہوا، یہ موقع پرست، بد باطن اور بزدل لوگ تھے، یہ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو گئے، مفادات بھی سمیٹنا چاہتے تھے اور ہوا کے بدلتے ہوئے رخ کے بھی منتظر تھے، آیت نمبر ۱۴۲، ۱۴۳ میں ان کی حقیقت کو قرآن نے واضح فرمایا کہ یہ متذبذب اور متردد (Wavering) لوگ ہیں۔آیات ۱۵۳ تا ۱۵۸ میں یہودِ مدینہ کی حجت بازیوں اور ناروا مطالبات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے آباء واجداد کا رویہ بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ ایسا ہی تھا۔آیت نمبر ۴۷ میں انہیں متنبہ کیا گیا کہ ہم چاہیں تو ''اہل سبت'' کی طرح ان کی صورتوں کو مسخ (Obliterate) بھی کر سکتے ہیں۔آیات ۵۱ تا ۶۲ میں متفرق طور پر ان کے خبث باطن کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس بناء پر حسد کی آگ میں جل رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوبیت کے لئے ختم المرسلین محمد ﷺ اور آپ کی امت کو کیوں منتخب فرمایا؟۔وہ دین سماوی کے پیروکار ہونے کے باوجود مسلمانوں کی عداوت میں کفار کو خوش کرنے کے لئے بتوں کو بھی سجدہ کر سکتے ہیں۔اور آیت نمبر ۴۶ میں بتایا گیا کہ وہ خاتم النبیین محمد ﷺ کی عداوت سے اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ وہ اللہ کے کلام میں تحریف سے بھی باز نہیں آتے۔صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جب بارگاہِ رسالت میں بیٹھے ہوتے اور

Marfat.com

ارشادات رسالت مآب ﷺ میں سے کوئی بات ان کی سمجھ میں نہ آتی یا پوری طرح سننے میں نہ آتی تو انتہائی ادب واحترام سے وہ عرض کرتے: ”رَاعِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!“ ”اے اللہ کے حبیب! ہمارا خیال فرمایئے“ اس بات کو مکرر ارشاد فرمالیجئے، تو یہ منافق بھی جو بظاہر مسلمان ہوکر مجلس میں بیٹھے ہوتے، اس لفظ کو بگاڑ کر اور زبان کو تھوڑا سا موڑ کر یہ لفظ ادا کرتے تاکہ تاثر تو یہ دیں کہ ہم بھی ”رَاعِنَا“ کہہ رہے ہیں اور اپنی مجلسوں میں جاکر اظہار مسرت کریں کہ دیکھو ہم نے انہیں ”راعینا“ (ہمارے چرواہے) کہا ہے، اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے انہیں ملعون قرار دیا۔

جدال وقتال کے احکام

مدینہ منورہ میں چونکہ اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آچکا تھا، اس لئے اس کی مخالفت میں سارے اندرونی و بیرونی دشمن سرگرم عمل ہو چکے تھے۔ اس سورۂ مبارکہ میں ترغیبی پیرایۂ بیان میں آیات نمبر ۷۱ تا ۱۰۰ میں جہاد کے لئے حکم فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ مظلوم مردوں، عورتوں اور بچوں کی پکار تمہیں سنائی نہیں دیتی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتادیا کہ موت کے ڈر سے جہاد نہ چھوڑو، موت تو آرام دہ بستر پر بھی آجاتی ہے اور زندگی باقی ہے تو انسان میدان جنگ سے بھی سرخرو ہوکر زندہ بچ نکلتا ہے۔

دفاعی، داخلی اور خارجی حکمت عملی

آیت نمبر ۷۱ میں فرمایا کہ اپنے دفاع کی مکمل تیاری کرتے رہو، پھر موقع پرست اور ابن الوقت گروہوں کے انداز فکر سے مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ آیت نمبر ۸۱ میں بتایا کہ منافقین کا ایک گروہ ہے جو یہ آرزو دل میں لئے بیٹھا ہے کہ مسلمان بھی ان کی کافرانہ روش کو اختیار کریں، یہ لوگ واجب القتل ہیں اور کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ ایک گروہ ایسا ہے جو تمہاری کسی معاہد یا حلیف قوم سے جاملتا ہے یا تمہارے موافق یا مخالف ہر قسم کی لڑائی سے دلبرداشتہ ہو چکا ہے، آیت نمبر ۹۰ میں فرمایا کہ ان سے تعرض نہ کرو۔ ایک اور گروہ ایسا ہے جو منافقانہ روش اختیار کرتے ہوئے یہ چاہتا ہے کہ تمہاری زد سے بھی بچا رہے اور اندرونِ

Marfat.com

خانہ اپنی قوم کے ساتھ راہ ورسم بھی رکھتا ہے۔ آیت نمبر ۹۱ میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر یہ بالکل غیر جانبدار بھی نہ ہوں اور نہ ہی تمہاری جانب مصالحت کا ڈول ڈالیں اور نہ ہی تمہارے مقابلے سے پوری طرح دست بردار ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے کہ جہاں اور جب بھی ان پر قابو پاؤ ان کا صفایا کرو۔

حقوق یتامیٰ

اس سورۂ مبارکہ کی آیات ۲ تا ۶ میں یتیم بچوں (Orphans) کے حقوق اور ان کے اموال کی حفاظت کے بارے میں تاکید فرمائی گئی ہے۔ یہ بھی تاکید فرمائی کہ سن رشد (Maturity of the Mind) کو پہنچنے تک ان کا مال ان کے تصرف میں نہ دو، یعنی محض بلوغت کافی نہیں، عقل وشعور بھی ضروری ہے۔ اور نہ ہی حیلے بہانے سے ان کا مال ہڑپ کرو۔ اور یتیم کا وہ کفیل جو غنی ہے، وہ اپنے آپ کو یتیم کے مال سے بچائے رکھے اور جو نادار ہے وہ ضرورت کی حد تک اسے استعمال کرے۔ اور جب یتیم کا مال اس کے حوالے کرو تو اس پر کسی کو گواہ بناؤ۔

احکام وراثت

آیات ۷ تا ۱۴ اور آیت نمبر ۱۷۶ میں اسلام کے احکام وراثت تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، جن کی مکمل تشریح آپ کو تفسیر میں ملے گی۔ ورثاء کے حصے میں تو کسی کو ردو بدل کا اختیار نہیں ہے اور نہ ہی وارث کے حق میں وصیت جائز ہے، البتہ بعض دور کے قرابت دار جو یتیم اور نادار ہیں، اگر تقسیم ترکہ کے وقت آجائیں اور قانونِ وراثت کی رو سے ان کا حصہ نہیں بنتا، تب بھی رضا کارانہ طور پر انہیں تبرعاً (As a Gift) کچھ نہ کچھ دے دو، کم یا زیادہ جتنی بھی توفیق ہو، اس سفارشی حکم کو نظر انداز کرنے والے سوچ لیں کہ اگر کل ان کی اولاد اور پسماندگان ایسی مشکل سے دوچار ہوں تو ان کے دل پر کیا گزرے گی، اس لئے کہ ع

جیسی کرنی ویسی بھرنی

Marfat.com

حضرت عیسیٰ اور یہود و نصاریٰ کے عقائد باطلہ

آیت نمبر ۱۵۰ تا ۱۷۲ میں زیادہ تر اہل کتاب یہود و نصاریٰ، ان کے تمرد اور سرکشی کا ذکر ہے کہ وہ انبیاء میں تفریق کرتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کا رویہ، معجزاتِ بینات کے باوجود ان کی سرکشی حتی کہ قتل انبیاء جیسے جرم قبیح، حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر چڑھانے اور قتل کئے جانے کے باطل دعوؤں کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے بلکہ ان کو زندہ آسمان پر اٹھایا گیا ہے اور وہ ایک بار پھر دنیا میں آئیں گے اور اپنی طبعی وفات پائیں گے۔ انہی آیات میں مقصد بعثت رسالت کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو نصاریٰ نے ''ابن اللہ'' کہا اور کبھی ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ یعنی عقیدۂ توحید (oneness of God) کے بجائے عقیدۂ تثلیث (Trinity) کا دعویٰ کیا، ان سب باطل عقائد کا رد کر کے صحیح عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔

حقوق نسواں

حقوق نسواں (Women Rights) اس سورت کا مرکزی موضوع (Theme) ہے اور اسی لئے اس کا نام ''سورۃ النساء'' ہے۔ یہ موضوع شروع سے لے کر آخر تک کسی نہ کسی حوالے سے ذکر ہوتا رہا ہے۔ تاہم آیات نمبر ۱ تا ۳۵ میں تقریباً تسلسل کے ساتھ اس کا ذکر ہے۔ اسلام نے تاریخ میں پہلی مرتبہ عورت کو اس کی مختلف حیثیتوں میں وارثت کا حق دیا ہے۔ مہر کو عورت کا حق قرار دیا اور اس کی قانونی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اس کو زوجین کی باہمی رضامندی اور مالی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں دیا کہ بلا ثبوت شرعی عورت پر تہمت لگا کر اسے بلیک میل کرے۔ تعداد ازدواج کی اجازت کو عدل کی کڑی شرط کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ مرد کو خاندان کی مالی ذمہ داریوں کا کفیل و مسئول بنایا گیا ہے۔ اور اگر عورت مالی معاونت یا خدمات کی صورت میں کچھ حصہ (Contribution)

Marfat.com

ڈالتی ہے تو اسے اس کی ذمہ داری نہیں بلکہ فضل واحسان کا درجہ دیا گیا ہے۔ اگر کوئی عورت خدانخواستہ اپنے شوہر کی نافرمان ہے تو اس سے نمٹنے کے لئے تدریجی اور حکیمانہ تعلیمات عطا کی گئی ہیں۔ ازدواجی رشتہ تو تا حیات نباہنے کے لئے قائم ہوتا ہے لیکن اگر خدانخواستہ اس نازک آبگینے میں بال پڑ جائے یا شگاف پیدا ہو جائے تو اس زخم کو مندمل کرنے کے لئے دونوں خاندانوں پر مصالحت کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے۔ اور اگر خدانخواستہ نباہ کی کوئی صورت ممکن نہ رہے تو راہیں جدا کرنے کی آبرومندانہ گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ محرماتِ نکاح کا بھی تفصیلی بیان ہے۔ آج کی دنیا میں مسلمانوں کی ابتر معاشی حالت اور بدتر سیاسی بے تدبیری کے باوجود مربوط ومضبوط خاندانی ڈھانچہ (Family Structure) اسلام کا سرمایۂ افتخار ہے۔ آج امریکہ جیسا انتہائی ترقی یافتہ ملک وقوم بلکہ واحد سپریم پاور بھی خاندانی انتشار سے سخت پریشان ہے اور انہیں کوئی تدبیر بھائی نہیں دیتی کہ خاندان کے بکھرے ہوئے تانے بانے کو دوبارہ کیسے جوڑا جائے۔ اس سورۂ مبارکہ کی آیت نمبر ۳۶ میں والدین، اہل قرابت، یتامیٰ، مساکین، ہمسایوں کے تین درجات، مسافر، ماتحت، الغرض سب کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی پہلی آیت مبارکہ میں وحدتِ انسانیت، تقویٰ اور صلۂ رحمی کا حکم ہے تاکہ دنیا انسانیت کے لئے گل وگلزار بن جائے۔

توبہ

آیات ۱۷ اور ۱۸ میں بتایا گیا ہے کہ انسان اگر بھٹک جائے یا صراط مستقیم سے ہٹ جائے تو پھر بھی اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہے، اللہ کی رحمت اسے اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے۔ کوئی کتنا بڑے سے بڑا خطا کار اور گنہگار کیوں نہ ہو، اللہ کا فرمان ہے:

''بیشک میری رحمت میرے غضب سے وسیع تر ہے۔''

Marfat.com

مسئلہ غلامی(SLAVERY)

تمہید

سورۃ النسآء میں غلاموں کا تذکرہ ایک سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔ مستشرقین اور دشمنان اسلام ہمیشہ اسلام پر یہ طعن کرتے رہے ہیں کہ اس نے غلامی کو رواج دیا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہمارے ہاں بھی ایک ایسا طبقہ ہمیشہ سے رہا ہے جو دین سے بے زار اور فکری الحاد میں مبتلا ہے، یا جو فیشن کے طور پر نام نہاد آزادی کے علمبردار بنتے ہیں اور بد قسمتی سے اپنے دین سے صحیح طور پر واقف بھی نہیں ہیں، وہ بھی بہ آسانی اس پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات اس میں مدومعاون بنتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلے پر جامع بحث کی جائے اور غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔

قرآن میں غلاموں کا ذکر

قرآن میں غلام کے مفہوم و معنی کو ادا کرنے کے لئے کئی کلمات استعمال ہوئے ہیں:

مثلاً:

(۱) مذکر کے لئے "عبد" اور مونث کے لئے "امۃ" (باندی) جس کی جمع "اماء" ہے"۔ "عبد" کی ضد(Opposite) "حرّ" (آزاد) ہے۔

(۲) بعض مقامات پر اس مفہوم کو مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اور وَمَامَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کے کلمات سے تعبیر کیا ہے، یعنی "جن کے تم مالک ہو" یا "جو تمہارے زیر دست اور تابع ہیں" یہ دراصل "مملوک" کا مفہوم ہے جس کی جمع "ممالیک" ہے۔

(۳) "رَقَبَةٌ، یا فِی الرِّقَابِ"، "رِقَابٌ"، "رَقَبَةٌ"، کی جمع ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس کی گردن میں طوقِ غلامی ہے یا جس کی گردن پھنسی ہوئی ہے۔

Marfat.com

غلام کی تعریف

غلام وہ شخص ہوتا ہے جو دوسرے کی ملکیت میں ہو، وہ مالک اور ''ولی'' بننے کا اہل نہیں ہوتا، نہ ہی وہ شہادت کا اہل ہوتا ہے، وہ مالک کی اجازت کے بغیر اپنی ذات یا کسی چیز میں تصرف کا اختیار نہیں رکھتا۔

غلامی کا پس منظر

اسلام نے رسم غلامی کو ایجاد نہیں کیا بلکہ یہ رسم اور ریت اسلام کو ورثے میں ملی تھی۔ عرب اور سرزمین حجاز کے جس معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور سیاسی پس منظر میں آفتاب اسلام طلوع ہوا، غلامی کی رسم وہاں پہلے سے موجود تھی اور ایسے حالات بھی نہیں تھے کہ رسم غلامی کو یکسر ختم کر دیا جاتا، لہٰذا اسلام نے پہلے مرحلے میں غلاموں کو بنیادی انسانی حقوق عطا کیے اور پھر بتدریج قانونی، ترغیبی اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے اس کے خاتمے کی طرف قدم بڑھایا۔

غلامی کے اسباب

(۱) کسی شخص کا نسلاً غلام ہونا (۲) میدان جنگ میں جو کافر قیدی بن جاتے، خواہ مرد ہوں یا عورتیں، انہیں غلام بنا لیا جاتا تھا (۳) پھر یہ غلام اور باندیاں مجاہدین میں تقسیم کر دی جاتی تھیں، جو جس کے حصے میں آتا وہ اس کا شخصی غلام بن جاتا (۴) مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں دے دیا جاتا، اس کی تقسیم کا نظام امیر کی صوابدید اور مملکت اور اشخاص کی ضرورت کے تحت ہوتا (۵) غلاموں کی خرید و فروخت، ہبہ اور وراثت کا نظام بھی رائج تھا۔

ابتداءِ اسلام میں اور اسلام سے پہلے بھی کوئی منظم مملکت یا حکومت موجود نہیں تھی اور نہ ہی جنگ کے لئے باقاعدہ تربیت یافتہ منظم افواج تھیں۔ چنانچہ ایسے حالات میں نہ تو جنگی قیدیوں کی نگہداشت، نگرانی اور کفالت کا باقاعدہ نظام تھا اور نہ ہی انہیں واپس دشمن کے حوالے کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ دوبارہ دشمن کی تقویت کا باعث بن سکتے تھے اور مسلمانوں کو

Marfat.com

ان سے خطرات لاحق ہو سکتے تھے، اس لئے ان کی نگرانی اور کفالت کی یہی ایک صورت تھی کہ انہیں افراد کی تحویل میں دے دیا جائے۔

اسلام نے آزاد انسانوں کو غلام بنانے کا فوری سد باب کیا

مندرجہ بالا صورت حال تو اسلام کو ورثے میں ملی تھی اور اس کا فوری خاتمہ ممکن نہ تھا، لہٰذا ایک ناگوار مگر ناگزیر حقیقت کے طور پر اس کو "درجۂ اباحت" میں وقتی طور پر جاری رکھا گیا تھا۔ تاہم آزاد انسانوں کو غلام بنانے کا سلسلہ اسلام نے فوری طور پر بند کر دیا۔ عہد جاہلیت میں یہ بھی دستور تھا کہ ڈکیتی میں، شب خون میں، قافلے سے بچھڑا ہوا کوئی آزاد انسان ہاتھ لگ جاتا تو اسے بھی غلام بنا لیتے اور پھر اس کی خرید و فروخت کا سلسلہ چل پڑتا۔ مثلاً:

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی طرح چند کھوٹے سکوں کے عوض ایک قافلے والوں کے ہاتھ بیچ دیا گیا۔ اور پھر قافلے والوں نے انہیں مصر کے بازار میں لے جا کر کھلی منڈی میں فروخت کر دیا اور بالآخر "عزیزِ مصر" نے حسن یوسف سے متاثر ہو کر بھاری قیمت ادا کر کے انہیں خرید لیا۔

(۲) ایک روایت کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو مکہ کے لوگ کسی طرح یمن سے نکال لائے اور انہیں غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ بالآخر انہیں حکیم بن حزام نے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ بنت خویلد کو دے دیا اور جب ان کا حضور ﷺ سے نکاح ہوا تو انہوں نے اسے حضور کو ہبہ کر دیا۔ اور آپ نے اسے محبت دی، اپنا متبنیٰ بنایا، اگرچہ بعد میں اسلام نے "تبنیہ" (لے پالک بنانا) کو اس معنی میں ممنوع قرار دے دیا کہ اس پر نسبی اور صلبی اولاد کے احکام جاری کئے جائیں۔ ان کے والدان کی تلاش میں مکہ آئے تو حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا اور والد کے ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن حضرت زید بن حارثہ نے اپنی خواہش سے حضور کی "نسبت غلامی" کو ترجیح دی اور کسی بھی قیمت پر حضور کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

(۳) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلاش حق میں سرگرداں تھے کہ کسی نے ان کو پکڑ

Marfat.com

کر غلام بنالیا۔

اسلام نے پہلے مرحلے میں عہد جاہلیت کی اس ظالمانہ رسم کا خاتمہ کیا اور آزاد انسانوں کو غلام بنانے اور ان کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں سے جھگڑا کروں گا، ایک وہ جس نے میرے نام سے عہد شکنی کی ہو، دوسرا وہ شخص جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی، اور تیسرا وہ شخص جس نے کسی محنت کش سے مزدوری کرا کے اس کی اجرت روک لی۔'' (صحیح بخاری، جلد ۱، ص ۳۰۲)

اسلام نے جنگی قیدیوں کے مروجہ قانون میں رعایتیں دیں

سطور بالا میں بیان کیا جاچکا ہے کہ جو نظام قانون، اسلام سے پہلے رائج تھا، اس میں جنگی قیدیوں کے لئے غلام بنانے کی رسم موجود تھی۔ اسلام نے اس کے خاتمے کے لئے تدریجی طرز عمل اختیار کیا اور سب سے پہلے اس میں رخصتیں اور رعایتیں دیں اور غلام اور قیدی بنانے کے عمل کو لازم قرار دینے کے بجائے اس کے دو اور متبادل تجویز کئے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تو جب تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں اتارو، حتیٰ کہ جب تم ان کا خوب خون بہا چکو تو ان (جنگی قیدیوں) کو مضبوطی سے باندھ لو، پھر (تمہیں اجازت ہے) خواہ محض احسان کر کے انہیں (بلا معاوضہ) چھوڑ دو، یا ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔'' (محمد: ۴)

قرآن کی اس آیہ مبارکہ میں قیدی اور غلام بنانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے دو اور آپشن (Option) دیئے۔

(۱) ایک یہ کہ تبرع، فضل اور احسان کر کے انہیں بلا معاوضہ رہا کر دو، اس کے لئے قرآن کے الفاظ مبارکہ ہیں: فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً، یعنی ''یا تو احسان کر کے انہیں چھوڑ دو یا فدیہ لے لو''۔

Marfat.com

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ بدر کے اسیرین میں سے کئی قیدیوں کو تبرعاً بلا معاوضہ رہا کر دیا، مثلاً ''ابو العاص بن ابو الربیع''، ''مطلب بن حطب'' (بروایت ابن اسحاق) اور ایک شخص ''ابو العزہ الجمحی'' کو محض اس لئے رہا کر دیا کہ اس کی کفالت میں کئی بیٹیاں تھیں۔ اور نبی رحمت ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا دیا کہ:

''اگر معطم بن عدی زندہ ہوتا اور مجھ سے ان بدبوداروں (بدر کے قیدیوں) کی رہائی کے لئے سفارش کرتا تو میں ان کو چھوڑ دیتا۔'' (صحیح بخاری، ج ۲، ص ۵۷۳)

یہاں ہم اپنی بساط کے مطابق اسلام کے ''رخ تاباں'' سے معاندانہ تعصبات اور پروپیگنڈے کی گرد جھاڑنا چاہتے ہیں، اس لئے صرف اصولی مسائل پر بحث کر رہے ہیں، تفصیلی احکام اور ائمہ مجتہدین و فقہاء عظام کی اختلافی آراء اور ان کے دلائل کے نہ یہ صفحات متحمل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے قارئین کی علمی استعداد اور ذوق مطالعہ اس امر کی اجازت دیتا ہے۔

(۲) یہ کہ فدیہ یعنی مالی معاوضہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ غزوۂ بدر کے اکثر قیدیوں کو رسول اللہ ﷺ نے فدیہ لے کر یا ان کی خدمات کے عوض انہیں چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ نے مسلمان جنگی قیدیوں کی رہائی کے عوض کفار کے قیدیوں کو رہا کیا۔ اور آج کی متمدن اقوام میں جنگی قیدیوں کے تبادلے کا سلسلہ اب بھی رائج ہے، لیکن اس سلسلے میں پہل کرنے اور قانون سازی میں سبقت کا اعزاز بہر حال اسلام کو حاصل ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی مشروعیت کا سبب

یہ سوال بار بار کیا جاتا ہے کہ اسلام نے اس رسم کو باقی ہی کیوں رکھا، یکسر ختم کیوں نہیں کر دیا، اس کا ایک جواب تو دیا جا چکا ہے کہ اس رسم کا بانی اسلام نہیں ہے بلکہ عہد جاہلیت کا نظام تھا۔ دوسری اور اہم بات یہ کہ چونکہ مسلمان قیدیوں کے ساتھ یہی سلوک بدستور روا رکھا جا رہا تھا، اس لئے اسلام کا ایک عمومی اصول ہے کہ: ''اور برائی کا بدلہ تو اس کی مثل برائی

Marfat.com

ہے" (شوریٰ:۴۰) لہٰذا مسلمانوں پر مظالم ڈھانے والے یہ توقع رکھنے میں حق بجانب کیسے ہو سکتے ہیں کہ وہ ظلم کرتے چلے جائیں اور مسلمان ان کی تلوار کے نیچے گردن رکھتے چلے جائیں تا کہ ان کی بربریت اور درندگی کی تسکین ہوتی رہے۔ لیکن برائی کا بدلہ برائی سے دینے کی یہ اجازت بھی بدرجۂ اباحت ہے، اس میں درجۂ استحسان آگے بیان ہوا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "لیکن جو معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا اجر اللہ کے ذمۂ کرم پر ہے" (شوریٰ آیت ۴۰)

لہٰذا اگر دشمن ہمارے قیدیوں کو تبادلے میں آزاد کرے تو ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں، اگر وہ بلا معاوضہ چھوڑ دے تو مسلمان تو "صاحبِ خلقِ عظیم" کے ماننے والے ہیں، وہ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ حسن سلوک، تبرع اور فضل و احسان کا مظاہرہ کریں اور اگر یک طرفہ بھی ایسا کرنا مسلمانوں کے لئے نقصان دہ نہ ہو تو وہ "مکارم اخلاق" کا نمونہ دشمنوں کے سامنے بھی پیش کر سکتے ہیں۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے احکام

اسلام نے اس قدر تاکید کے ساتھ غلاموں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے کہ اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی، چنانچہ "سورۃ النسآء" کی آیت نمبر ۳۶ میں والدین، قرابت داروں، مساکین، پڑوسیوں اور مسافروں کے ساتھ غلاموں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:

(۱) "تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا ماتحت کر دیا ہے، پس جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو، وہ اسے وہی چیز کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی لباس پہنائے جو خود پہنتا ہے، اور ان سے ان کی قوت برداشت سے زیادہ کام نہ لے"۔
(صحیح بخاری، ج۱ص۹)

(۲) "اپنی اولاد کی طرح اپنے غلاموں کی عزت و توقیر کرو اور ان کو وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو خود پہنتے ہو، ان سے ان کی قوت برداشت سے زیادہ کام نہ لو اور اگر انہیں کوئی

Marfat.com

مشکل کام سونپو تو اس میں ان کی مدد کرو۔ (سنن ابن ماجہ، ص ۲۶۲)

(۳) ''جو شخص کسی غلام کو تھپڑ مارے یا پیٹے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کرے''۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۴۷)

(۴) ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی: اے ابو مسعود تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جتنی قدرت واختیار تمہیں اس غلام پر ہے، اس سے زیادہ قدرت و اختیار اللہ تعالیٰ کو تم پر ہے، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! یہ اللہ کے لئے آزاد ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم یہ نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ جلاتی۔

(صحیح مسلم، باب صحبۃ الممالیک)

(۵) رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات ظاہری کے آخری لحات میں جب کہ آپ رفیق اعلیٰ رب العالمین سے وصال فرمانے والے تھے، اپنی امت کو جو آخری وصیت فرمائی وہ یہ تھی: ''اَلصَّلٰوۃُ وَ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ'' نماز کی پابندی کرنا اور غلاموں کا خیال رکھنا۔

(سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۳۴۵)

یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کے جو احکام حضور ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں، ان کا اطلاق آج کے دور میں ذاتی و گھریلو ملازمین اور دیگر ماتحت ملازمین و زیر دست افراد پر بھی ہوتا ہے۔

جب تک غلامی کا رواج مسلم معاشرے میں موجود تھا، اس کا ایک اہم فائدہ یہ تھا کہ غیر مسلم غلاموں کو مسلمانوں کے قریب رہ کر اسلام کی تعلیمات اور احکام کو جاننے کا موقع ملتا۔ وہ اسلامی تعلیمات کی حقانیت اور اپنے مالکوں کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوتے تھے۔

اسلام میں غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیبات

غلامی کا رواج جو اسلام کو ورثے میں ملا تھا، اسلام نے اسے بتدریج ختم کرنے کا نظام

Marfat.com

وضع کیا۔ ایک تو یہ کہ رضا کارانہ طور پر غلام آزاد کرنے کو بہت بڑی نیکی، سعادت وعبادت اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنایا۔

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تمہیں کیا خبر کہ دین کی دشوار گزار راہوں پر چلنے کا کیا طریقہ ہے؟ (وہ طریقہ) غلام کو آزاد کرنا، قحط کے ایام میں بھوکوں کو کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کی کفالت یا کسی خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔'' (البلد: ۱۱۔ ۱۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا، اللہ تعالیٰ اس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے اعضاء کو جہنم کی آگ سے آزاد فرمائے گا۔'' (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۴۲)

اسلام میں غلام کو آزاد کرنے کے احکام وقوانین

اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی رضا کارانہ ترغیبات کے علاوہ تشریعی وقانونی اقدامات بھی کیے، متعدد غلطیوں اور گناہوں کا کفارہ غلام آزاد کرنے کو قرار دیا، جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) سورہ المائدہ: آیت نمبر ۸۹ میں قسم (یمین منعقدہ) توڑنے کے کفارے کی ایک صورت غلام آزاد کرنے کو قرار دیا۔

(۲) سورہ مجادلہ: آیت نمبر ۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''جو لوگ اپنی بیویوں کو اپنی ماؤں سے تشبیہ دے بیٹھیں، پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ مباشرت سے پہلے ایک غلام آزاد کریں اور جس کو غلام میسر نہ ہو وہ مباشرت سے پہلے دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔''

(۳) سورۃ النسآء: آیت ۹۲ میں مومن کے قتل خطا کا کفارہ ایک مومن غلام آزاد کرنے کو قرار دیا۔

(۴) فقہاء نے قتل شبہ عمد کا کفارہ بھی مومن غلام آزاد کرنے کو قرار دیا ہے۔

(۵) حدیث پاک میں رسول اللہ ﷺ نے قصداً بلا عذر رمضان المبارک کا روزہ توڑنے

Marfat.com

کا کفارہ غلام آزاد کرنے کو قرار دیا۔

غلاموں کی اقسام

(۱) رق کامل: وہ شخص جس کی گردن مکمل طور پر طوق غلامی میں پھنسی ہوئی ہو۔

(۲) مکاتب: جس کو مالک یہ اجازت دے دے کہ تم آزادانہ کاروبار کرو اور ایک مقررہ رقم ادا کرنے کے بعد تم بالکل آزاد ہو جاؤ گے۔

(۳) مدبر: جسے مالک یہ کہہ دے کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو۔

(۴) ام الولد: مالک سے باندی کا بچہ پیدا ہوا تو بچہ تو پیدا ہوتے ہی آزاد ہو جاتا ہے، وہ باندی بھی مالک کی وفات کے بعد از خود آزاد ہو جاتی ہے۔

(۵) ایک غلام دو ورثا کو مشترکہ طور پر ملا اور ایک وارث نے اپنا حصہ آزاد کر دیا یا دو افراد نے مشترک طور پر خریدا اور ایک شریک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرا وارث یا شریک اب اسے ”رق کامل“ نہیں بنا سکتا بلکہ انہیں اپنے حصے کے تناسب سے اسے مکاتب بنانا پڑے گا۔ مسلمانوں کے غلام آزاد کرنے کی چند مثالیں ہیں:

(۱) خود رسول اللہ ﷺ نے تریسٹھ غلام آزاد کیے۔

(۲) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہتر غلام آزاد کیے۔

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکثرت غلام آزاد کیے۔

(۴) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ستر غلام آزاد کیے۔

(۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف محاصرے کے ایام میں بیس غلام آزاد کیے۔

(۶) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے ایک سو غلام آزاد کیے۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

(۸) ذوالکلاع حمیری نے ایک دن میں آٹھ ہزار غلام آزاد کیے۔

(۹) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار غلام آزاد کیے۔

Marfat.com

نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے یہ تمام تفصیلات اپنی تصنیف فتح العلام شرح بلوغ المرام میں یکجا کی ہیں، ملاحظہ کیجئے (ج ۲، ص ۳۳۲)

باندیوں سے مباشرت کے جواز کا مسئلہ

قرآن نے سورۃ النسآء، سورۃ المعارج اور سورۃ الاحزاب کی آیات میں مالکوں کو باندیوں سے مباشرت کی اجازت دی ہے، بعض تجدد پسند لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں اور اسے غیر اخلاقی فعل قرار دیتے ہیں کہ نکاح کے بغیر یہ اجازت کیوں؟ ان حضرات سے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ گزارش ہے کہ نکاح کیا ہے؟ دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے اور لڑکی کا اصالتاً یا وکالتاً ایجاب وقبول کرنا۔ امام مالک کے نزدیک تو گواہوں کا تعین بھی ضروری نہیں ہے بلکہ کھلی مجلس میں ایجاب وقبول کافی ہے۔ اور اگر یہی لڑکا اور لڑکی تنہائی میں ایجاب وقبول کرلیں اور کہہ دیں کہ ہم نے اللہ کو گواہ بنایا نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

لہٰذا مرد کے لئے عورت کا حلال ہونا محض نکاح کے باعث نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سبب ہے کیونکہ کسی چیز کو حلال قرار دینا یا حرام قرار دینا اللہ اور اس کے رسول کا اختیار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ''محرمات نکاح'' کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ اور ان محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لئے حلال کردی گئی ہیں کہ حق مہر کے عوض انہیں حاصل کرسکتے ہو، اسی خالق و مالک نے باندیوں کے ساتھ مباشرت کو بھی اپنے حق سے حلال قرار دیا ہے۔ ورنہ جس عورت سے اللہ نے نکاح حرام قرار دیا ہے، خواہ نسب، رضاعت یا مصاہرت کسی بھی سبب سے ہو، ساری دنیا کے انسان ایک طرف ہوجائیں تو اسے حلال قرار نہیں دے سکتے۔

یہ انسانی عقل کا فتور ہی ہوسکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے نکاح کی حلت میں تو کراہت محسوس نہ کرے اور اسی کے حکم سے باندی کی حلت میں کراہت محسوس کرے۔

باندیوں سے متعلق مزید مسائل درج ذیل ہیں:

(۱) اگر میاں بیوی بیک وقت جنگ میں گرفتار ہوں تو امام اعظم کے نزدیک ان کا نکاح

Marfat.com

قائم رہے گا اور کوئی اس خاتون سے تمتع نہیں کر سکے گا۔

(۲) عورت گرفتار ہو جائے اور اس کا شوہر بدستور دارالحرب میں ہے تو ان کا نکاح کالعدم ہو جائے گا، وہ امیر کی اجازت سے کسی کے ملک میں بھی آسکتی ہے اور کسی دوسرے شخص سے اس کا نکاح بھی ہو سکتا ہے۔

(۳) جو عورت باندی بن جائے، اس سے اس وقت تک تمتع کی اجازت نہیں تاوقتیکہ اس کا غیر حاملہ ہونا طے نہ ہو جائے، اس کے لئے ایک حیض کا گزرنا شرط ہے، اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس سے مباشرت ممنوع ہے تاکہ بچے کا نسب صحیح ثابت ہو جائے۔

(۴) دوران جنگ گرفتار ہونے والی عورت پر سپاہی کو براہ راست تصرف اور تسلط کی اجازت نہیں ہے، اس کا فیصلہ امیر کرے گا:

(الف) آیا اسے تبرع اور احسان کے طور پر بلا معاوضہ رہا کر دیا جائے، (ب) یا فدیہ لے کر چھوڑا جائے۔ (ج) یا مسلمان جنگی قیدیوں کے تبادلے میں چھوڑا جائے۔ (د) یا کسی سپاہی کی تحویل میں دے دیا جائے۔ (ہ) یا بیت المال یعنی خلیفہ کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔

کیا اب بھی رسم غلامی جاری رہ سکتی ہے؟

ہم نے مسئلہ غلامی پر مفصل بحث کی ہے اور یہ بھی واضح کیا کہ یہ رسم اسلام کو عہد جاہلیت سے ورثے میں ملی ہے اور ایک ناگزیر روایت کے طور پر ایک عرصے تک جاری رہی اور اسلام نے بتدریج اس کا خاتمہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اقوام عالم نے جنیوا کنونشن کے تحت غلامی کا خاتمہ کر دیا ہے تو اب اس کے بارے میں اسلام کا رویہ کیا ہے؟ اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر انسانی حریت اور عزت نفس کا حامی دنیا کا کوئی اور نظام نہیں ہے، اسلام کے معنی سلامتی اور ایمان کے معنی امان کے ہیں۔ اسلام انسان کی جان، مال اور آبرو کا محافظ ہے۔ جب تک دوسری اقوام مسلمانوں کی شخصی آزادی کا احترام کریں، مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ وہ اس کا مثبت جواب دیں، بلکہ اسلام نے ''بدی کا بدلہ بدی سے دینے'' کی اجازت بر سبیل تنزل ایک رخصت اور رعایت کے طور پر دی ہے، اسلام کی

Marfat.com

جو تعلیمات فضل و احسان کے بارے میں ہیں، ان کا تقاضا تو یہ ہے کہ: اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ شخص جس کی تمہارے ساتھ عداوت ہے تمہارا سرگرم دوست بن جائے گا۔" (حم السجدہ، ۳۴)۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: "بغیر سوچے سمجھے دوسروں کی تقلید نہ کرو کہ یہ کہتے پھرو کہ ہم نیکی کا بدلہ نیکی اور بدی کا بدلہ بدی سے دیں گے، بلکہ جو تمہارے ساتھ زیادتی کرے اس سے بھی حتیٰ الامکان اچھائی کا برتاؤ کرو۔" مکارم اخلاق، مروت، رواداری، حریت، مساوات اور انسان دوستی کا سب سے بڑا حامی تو اسلام ہے اور مسلمان کو انسانیت کا سب سے بڑا محافظ ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

میں شیطان مردود (کے فریب) سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے (بابرکت) نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم فرمانے والا بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا (حوا) بنایا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مردوں اور عورتوں کو (دنیا میں) پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابت کے رشتوں کو توڑنے سے اجتناب کرو، بلاشبہ اللہ تم پر نگہبان ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

نَفْسٌ	روح، ذات، شخص، عظمت، نَفْسُ الْاَمْر حقیقت امر یا واقعہ ہمت، ارادہ، دل		
نَفَسٌ	سانس	تَنَفُّسٌ	سانس لینا
زَوْجٌ	جمع ازواج، جوڑا: میاں بیوی دونوں ایک دوسرا کا جوڑا ہوتے ہیں، اس لئے اس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔	بَثَّ	پھیلا دیا
رِجَالًا	رجل کی جمع مرد	نِسَآءً	امرأة کی جمع عورتیں

Marfat.com

تَسَآءَلُوْنَ تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو رَقِیْبًا نگہبان

تفسیر

قرآن کا اسلوب خطاب

یَآاَیُّھَا النَّاسُ سے تمام عاقل و بالغ مرد و زن (مُکَلَّفِیْنَ) کو یکساں طور پر خطاب کیا گیا ہے۔ قرآن مجید کا عام انداز بیان یہ ہے کہ یَآاَیُّھَا النَّاسُ سے اہل مکہ کو خطاب کیا جاتا ہے اور یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اہل مدینہ کو اور بعض مقامات پر جہاں توحید اور اصول دین کی طرف دعوت دینی مقصود ہو وہاں یَآاَیُّھَا النَّاسُ سے خطاب کیا گیا ہے اور جہاں احکام دین اور شریعت کے تفصیلی احکام کی طرف دعوت دینی مقصود ہو، وہاں یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن کے اسلوب بیان اور دعوت کے یہ سارے انداز اور قواعد کلی نہیں بلکہ اکثری ہیں۔

اَلرَّبُّ کے معنی

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے صفت ''ربوبیت'' کو ذکر کیا گیا ہے تا کہ بندے کا ذہن اس کے کرم کی طرف متوجہ ہو اور وہ اپنے محسن و مربی کی اطاعت پر آمادہ ہو جائے ''اَلرَّبُّ'' کے اصل معنی ہیں ''کسی چیز کو بتدریج نشوونما دے کر اس کے مرتبہ کمال تک پہنچانا'' رب اور مُرَبِّی کا اطلاق تو موقع کی مناسبت سے غیر اللہ پر بھی ہوتا ہے لیکن الرب ''معرف باللام'' مطلقاً صرف اللہ جل شانہٗ کی ذات کے لئے بولا جاتا ہے۔

نفس واحدہ سے مراد

نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ سے مراد بہ اجماع مفسرین حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اور اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ''کُلُّکُمْ مِنْ آدَمَ وَ آدَمُ مِنْ تُرَابٍ'' یعنی تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ لہٰذا تمام نوع انسانی و نسل بنی آدم کی

Marfat.com

''اصل'' حضرت آدم علیہ السلام ہیں، رئیس المفسرین امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لفظ آدم، ''ادیم الارض'' سے مشتق ہے اور ''ادیم الارض'' زمین کی اوپری سطح کو کہتے ہیں اور یہی آدم علیہ السلام کے وجود خاکی کا اصل مادۂ تخلیق ہے، اور یہی وجہ ہے کہ خاک زمین کی جتنی رنگتیں (سفید، سیاہ، سرخ، گندمی وغیرہ) اور جتنی خاصیتیں (نرم، سخت وغیرہ) ہیں وہ سب صورت و سیرت بنی آدم میں الگ الگ بعض اشخاص میں توازن واعتدال کے ساتھ اور بعض میں غیر متوازن انداز میں موجود ہیں۔

''زوج'' کی کیفیت تخلیق

رہا یہ سوال کہ وجود آدم سے اللہ تعالیٰ نے ان کا جوڑا کیسے پیدا فرمایا، اس کی کیفیت و ماہیت کے بارے میں قرآن ساکت ہے، البتہ صحیحین کی ایک روایت کے مطابق ارشاد رسول ہے کہ ''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی کے بالائی حصے میں کجی زیادہ ہوتی ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے لگ جاؤ گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اگر اسے اس کے حال پر چھوڑ دو گے تو اس میں کجی رہے گی''۔ غالباً حدیث پاک کا منشا یہ ہے کہ عورت کے مزاج میں جو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص قسم کا تنوع، انفرادیت، خودی اور خود سری پیدا کی ہے اس کا ادراک کرتے ہوئے اس کے ساتھ نباہ کرنا سیکھو کیونکہ اس میں نوع انسانی کی فلاح ہے اور اگر اس کی انفرادیت مزاج اور شخصی انا کو فنا کر کے اسے اطاعت کلی پر ڈھالنے کی کوشش کرو گے تو رشتہ ازدواج کا یہ نازک آبگینہ ٹوٹ جائے گا اور تمہارے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ امام رازی نے حضرت ''حواء'' کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ یہ ''حی'' سے مشتق ہے، جس کے معنی حیات کے ہیں، چونکہ حضرت حواء کو اللہ تعالیٰ نے ''جماد'' کے بجائے ایک ''ذی حیات'' (آدم) سے پیدا کیا، اس لئے ان کا نام حواء قرار پایا۔

مافوق الاسباب تخلیق کی حکمت

اگرچہ نسل انسانی کے توالد و تناسل کے لئے سنتِ الٰہیہ یہی ہے کہ وہ ایک مرد و زن کے اختلاط سے پیدا ہوں، اور بچے کے لئے ماں باپ اس کی تخلیق کا ظاہری سبب قرار

Marfat.com

پائیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے وسیلے کے بغیر، حضرت حواء کو عورت کے واسطے کے بغیر اور آدم علیہ السلام کو مرد و زن دونوں کے واسطے کے بغیر پیدا کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اس کی ''سنتِ جاریہ مستمرہ'' کی بات اپنی جگہ لیکن اس سے کوئی یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالے کہ اللہ کی قدرت، تخلیق کے لئے کسی واسطے، وسیلے یا سبب کی محتاج ہے، ورنہ ذرے سے لے کر آفتاب تک اور قطرے سے لے کر سمندر تک دنیا میں موجود ہر نوع مخلوق کی خلقتِ اول کیسے ممکن ہوئی؟ آج کل جدید ترین سائنسی شاہکار ''کلوننگ ٹیکنالوجی'' کے ذریعے تخلیق کا بہت چرچا ہے، اگر اس ٹیکنالوجی کو انسانوں پر استعمال کیا گیا تو اس کے قانونی، سماجی، تمدنی اور توریثی اثرات و نتائج کے بارے میں اگرچہ تا حال خود اہل مغرب کے اندر بڑے خدشات ہیں، کافی ابہامات ہیں اور بہت سے سوالیہ نشانات ہیں اور اس پر مستزاد اسلام کی رو سے نسب و رشتۂ مصاہرت کے شرعی اشکالات بھی ہیں۔ لیکن یہ امر بہر حال مسلم ہے کہ براہ راست کسی شخص کے وجود سے دوسرے شخص کی تخلیق کا اولین شاہکار نمونہ پہلے ہی سے حضرت حوا کی ذات میں موجود ہے۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ نئی ٹیکنالوجی قانون قدرت کے لئے چیلنج نہیں بلکہ ''تحت القدرت'' ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ

آیت کے اس حصے کا ایک ترجمہ تو وہ ہے جو اوپر درج ہے اور بیشتر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ اس تقدیر پر ہے کہ وَالْاَرْحَامَ کا عطف لفظ "اللہ" پر مانا جائے۔ اور بعض مفسرین نے ایک دوسرے ممکنہ ترجمہ و مفہوم کو بیان کیا ہے اور یہ اس صورت میں ہوگا کہ وَالْاَرْحَامَ کا عطف "بہ" میں "ہ" ضمیر مجرور پر مانا جائے، اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا کہ ''اور اللہ سے ڈرو اور رشتۂ قرابت (کے ٹوٹ جانے سے) کہ جن کے واسطے اور وسیلے سے تم (اپنے حقوق مانگنے کے لئے) ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔''

تَسَآءَلُوْنَ

باب تفاعل سے ہے، یعنی تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اہل عرب کا دستور تھا

Marfat.com

(اور ہمارے ہاں بھی یہی طریقہ ہے) کہ وہ کہتے تھے: "انشدک باللہ" میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر یہ بات کہتا ہوں اور کبھی یوں کہتے: "انشدک باللہ وبالرحم" یعنی "میں تم سے اللہ کی ذات اور قرابت کا واسطہ دے کر یہ بات کہتا ہوں۔"

صلہ رحمی

"ارحام" رحم کی جمع ہے، یہ لفظ "رَحم" اور "رِحم" بچہ دانی (Womb) کے معنی میں آتا ہے۔ اس کا مادۂ اشتقاق (ORIGIN) "رحم" ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے اسماء صفات "رحمٰن" اور "رحیم" مشتق ہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی انہی صفات جلیلہ کا پرتو، عکس اور صدقہ ہے کہ ماں صد ہزار تکالیف اٹھا کر بچے کی اپنے "رحم" میں پرورش کرتی ہے اور اس کی جبیں پر شکن نہیں آتی۔ اور ماں ہی کی نسبت سے قریب اور دور کے وہ تمام رشتے وجود میں آتے ہیں جنہیں قرآن نے "الارحام" سے تعبیر کیا ہے۔ اور اسلام نے "رشتۂ قرابت" کی پاس داری پر بہت زور دیا ہے۔ چند منتخب احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِيْ رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَلَهٗ فِيْ اَثَرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ۔ یعنی "جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے" یعنی "رشتۂ قرابت" کی پاسداری کرے اور اسے ملائے رکھے، توڑنے نہ دے۔ (صحیحین بحوالہ مشکوٰۃ)"

۲۔ اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَّصَلَكَ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكَ قَطَعْتُهٗ "رحم" (بمعنی رشتۂ قرابت) اللہ کی صفت الرحمٰن سے مشتق ہے (یعنی اس کا پرتو اور عکس ہے) تو اللہ نے فرمایا: اے رحم! جو تجھے ملائے رکھے گا میں اسے اپنی ذات کریم سے ملائے رکھوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے اپنی نگاہ کرم ولطف سے جدا کر دوں گا۔" (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ) نوٹ: "لفظ شُجْنَةٌ"، ش کی تینوں حرکات (زبر، زیر اور پیش) کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ شجنہ کے لغوی معنی ہیں "درخت کی الجھی ہوئی شاخ اور ایک دوسرے میں گتھم گتھا ٹہنی"۔ حدیث کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ رحم (بمعنی رشتۂ

Marfat.com

قرابت) اور اللہ تعالیٰ کی صفت ''الرحمٰن'' کا مادہ (ORIGIN) ایک ہے یعنی ''رح م''۔ لہٰذا ''صلہ رحمی'' اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے، دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان پیدائش سے پہلے کچھ وقت ''رحم مادر'' میں گزارتا ہے، تو ماں کے دل میں اور اس نسبت سے قرابت کے دیگر رشتوں میں جو فطری میلان، شفقت اور محبت اللہ نے رکھی ہے وہ اس کی صفت ''الرحمٰن'' کا فیضان ہے۔

۳۔ اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بَالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَصَلَنِیْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِیْ قَطَعَهُ اللّٰهُ۔ یعنی ''رحم عرش الٰہی کے ساتھ معلق ہے اور (زبان حال سے) کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے، اللہ تعالیٰ اسے اپنے رحم وکرم سے ملائے رکھے اور جو مجھے توڑ دے اس کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے ٹوٹ جائے۔ (صحیحین بحوالہ مشکوٰۃ)''۔

۴۔ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ: قطع رحمی کرنے والا (یعنی رشتۂ قرابت کو توڑنے والا) جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)

۵۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''واصل'' (صلہ رحمی کرنے والا) وہ شخص نہیں ہے جو کسی قرابت دار کی اچھائی کا بدلہ اچھائی سے دے (یعنی ادلے کا بدلہ کے اصول پر عمل پیرا ہو) بلکہ حقیقت میں حق قرابت کو ادا کرنے والا (اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلیٰ انعام کا حق دار) وہ شخص ہے جو ان رشتہ داروں سے بھی تعلق جوڑے رکھے جو اس سے نباہ نہیں کرتے۔

٦۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسول میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میرے رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے ملنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہوں مگر وہ تعلق توڑ لیتے ہیں، میں ان کے ساتھ اچھائی کرتا ہوں مگر وہ اس کا جواب برائی سے دیتے ہیں، میں ان کی زیادتیوں سے درگزر کرتا ہوں مگر وہ مسلسل میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تیرا برتاؤ (اپنے رشتے داروں سے) ایسا ہی ہے جیسا تو نے بیان کیا تو تم ان کو گرم ریت کھلا رہے ہو، اور تم جب

Marfat.com

تک اپنی اس روش پر قائم رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلے میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔"

وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَ لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

"اور یتیموں کے مال ان کو دے دو اور اپنے ناقص مال کو ان کے عمدہ مال سے نہ بدلو، اور ان کے مال اپنے مال میں ملا کر ہڑپ نہ کرو، بلاشبہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ اور اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم (لڑکیوں) کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو (ان کے بجائے) اپنی پسند کے مطابق (بیک وقت) دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو اور اگر تمہیں خدشہ ہو کہ (بیک وقت ایک سے زیادہ بیویوں کے مابین) عدل قائم نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر قناعت کرو یا ان کنیزوں پر اکتفا کرو جو تمہاری ملک میں ہیں، یہ بات زیادہ قرین انصاف ہے تاکہ تم ایک جانب نہ جھک جاؤ"۔

مشکل الفاظ کے معانی

اٰتُوا	دو	الْيَتٰمٰى	یتیم کی جمع، اس کی جمع "ایتام" بھی آتی ہے
حُوْبًا	بڑا گناہ	اِنْ خِفْتُمْ	اگر تم ڈرتے ہو
اَنْ لَّا تُقْسِطُوْا	کہ انصاف نہ کر سکو گے، مادہ قسط	فَانْكِحُوْا	پس نکاح کرو
مَثْنٰى	دو دو	ثُلٰثَ	تین تین

Marfat.com

رُبٰعَ	چار چار	اَیْمَان	یمین کی جمع دایاں ہاتھ/قسم
اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ	جو تمہاری ملک ہیں	اَدْنٰیٓ	قریب ترین، مؤنث دنیا
اَنْ لَّا تَعُوْلُوْا	کہ (ظلم کی طرف) مائل نہیں ہو گے		

تفسیر

یتم اور یتیم کے معنی

''یتیم'' اس بچے کو کہتے ہیں جس کے باپ کا اس کے بچپن میں انتقال ہو گیا ہو۔ چونکہ یتیم کا ایک مفہوم ہے ''اکیلا رہ جانا''، اس لئے اپنی نوع کی ہر وہ چیز جو بے مثل و مثال ہو اسے یتیم کہتے ہیں۔ اور عربی زبان میں انمول اور بے مثال ہیرے کو'' دریتیم'' کہتے ہیں۔ باپ عالم اسباب میں بچے کا مربی، کفیل اور سرپرست ہوتا ہے اور یتیم بچہ اس عظیم نعمت سے محروم ہو جاتا ہے، اس لئے وہ سب سے زیادہ شفقت اور پیار کا مستحق ہوتا ہے۔ اور اسلام میں یتیم کے سر پر دست شفقت رکھنے کا بہت بڑا اجر ہے البتہ بالغ ہونے کے بعد اس پر یتیم کا اطلاق نہیں ہوتا، حدیث پاک میں ہے: ''لَا یُتْمَ بَعْدَ الْبُلُوْغِ'' یعنی بلوغت کے بعد یتیم نہیں ہے۔ یتیم کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب دینے والی چند احادیث ملاحظہ ہوں:

ا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں کے گھرانوں میں سے بہترین گھرانا وہ ہے جہاں کوئی یتیم پرورش پا رہا ہو اور اس سے حسن سلوک کیا جائے، اور بدترین گھرانا وہ ہے جہاں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے (سنن ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ)

۲۔ جو شخص کسی یتیم کے سر پر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دست شفقت پھیرے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے میں اسے نیکیاں عطا فرمائے گا، اور آپ نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیوں کو ملا کر اشارے سے بتایا کہ جس کی

Marfat.com

سرپرستی میں کوئی یتیم ہے اور وہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کر رہا ہے تو وہ شخص جنت میں میرے اس قدر قریب ہوگا جیسے ہاتھ کی یہ دو انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

یتیم کا مال ادا کرنے کا حکم

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ: بعض یتیم ایسے ہوتے ہیں جن کے حصے میں وراثت کا مال آتا ہے، اور ان کے ولی، وصی اور سرپرست اس مال کے نگہبان ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ یتیم جب عاقل و بالغ ہو جائے تو اس کے ولی (Guardian) پر لازم ہے کہ اس کا مال اس کے حوالے کر دے۔ بنی غطفان کے ایک شخص کے پاس اس کے یتیم بھتیجوں کا کافی مال تھا، جب بالغ ہونے پر اس کے بھتیجوں نے اپنے مال کی واپسی کا مطالبہ کیا تو اس موقع پر یہ حکم نازل ہوا کہ یتیم جب عاقل و بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ: ''خبیث'' کا اطلاق ناپاک، ناقص اور حرام مال پر ہوتا ہے، اور ''طیب'' کا اطلاق پاک، عمدہ اور حلال مال پر ہوتا ہے۔ وہ مال جسے ظلماً اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا ہے، وہ اگرچہ ظاہری نظر میں عمدہ اور پاک نظر آتا ہے لیکن وہ اس ظالم، غاصب اور خائن کے لئے معنوی طور پر ناپاک ہوتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ اخروی سزا کا حق دار ہوگا۔

''اور خبیث مال کو طیب مال سے نہ بدلو'' اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اول یہ کہ عہد جاہلیت میں یتامیٰ کے ''ولی'' جب بالغ ہونے پر انہیں مال واپس کرتے تو ان کا عمدہ اور اعلیٰ کوالٹی کا مال روک لیتے، اس آیت میں اس خیانت سے روک دیا گیا۔ دوم یہ کہ اگر حیلے بہانے سے یتیم کا مال ہڑپ کر لیا تو یہ فعل ناپاک اور حرام ہے۔

یتیم کا مال کھانے کی ممانعت

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ: ''الیٰ'' مع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس طرح معنی یہ ہوں گے کہ ''اور یتیموں کے مال کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ''۔ اس کی

Marfat.com

ایک صورت یہ ہے کہ یتیم کی کفالت اس کے اپنے مال سے کی جائے اور وہ اس طرح کہ اس کے اور اپنے مال کو باہم ملا کر اس پر ہاتھ صاف کر دیا جائے۔ لیکن اگر یتیم کے مال کو ملائے بغیر بھی ہڑپ کر لیا جائے تو اس آیت کی رو سے حرام ہے۔ البتہ ایسے لوگ جو انتہائی دیانت کے ساتھ یتیم کے مال میں سے جائز حصہ نکال کر اس کو اپنے مال سے ملا دیتے اور پھر دونوں فریق مل بیٹھ کر کھاتے تھے، وہ اس وعید سے گھبرا گئے اور اپنا اور یتیم کا کھانا پکانا الگ کر دیا، اس سے فریقین (یتیم اور اس کے ولی) کے لئے عملی دشواریاں پیدا ہونے لگیں تو ایسے دیانت دار لوگوں کی تسلی کے لئے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ اِنۡ تُخَالِطُوۡهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ: یعنی اگر تم دیانت، نیک نیتی اور اخلاص عمل کے ساتھ عملی دشواریوں سے بچنے کے لئے ان کا بقدر حصہ مال اپنے مال کے ساتھ ملا کر اکٹھے مل بیٹھ کر کھاؤ پیو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ وَ اللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ: ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ''مال کو باہم ملانے'' کے اس عمل میں کون اصلاح پسند اور خیر خواہ ہے اور کون بد نیت (اور یتیم کے مال کو ہڑپ کرنے والا ہے)''۔

یتیموں سے ظلماً نکاح کی ممانعت

وَ اِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ: عہد رسالت میں بعض لوگوں کی کفالت میں یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں، بعض اوقات یتیم لڑکیاں مالدار بھی ہوتی تھیں۔ ان کے سرپرستوں (اولیاء) میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جو ان کے ''محرم'' نہیں تھے اور شرعاً ان کے آپس میں نکاح میں کوئی ممانعت کا سبب نہیں ہوتا تھا۔ ان یتیم لڑکیوں کے ساتھ غیر محرم رشتہ داروں اور سرپرستوں کا نکاح کی بابت جو رویہ تھا، اس کی چند صورتیں یہ تھیں:

۱۔ بعض اوقات یہ یتیم لڑکیاں حسن و جمال والی بھی ہوتیں اور مالدار بھی، ان کے غیر محرم ولی ان سے ساتھ ان کے مال و جمال میں رغبت کی وجہ سے نکاح کر لیتے لیکن ان کو ان کے ہم کفو (Equal Status) لڑکیوں کے برابر مہر اور نفقہ نہ دیتے۔

Marfat.com

۲۔اور اگر ایسی یتیم لڑکیاں حسن و جمال اور مال والی نہ ہوتیں تو ان کے مالدار غیر محرم ولی ان کو نظر انداز کر کے دوسری پسند کی عورتوں سے نکاح کر لیتے۔

۳۔بعض اوقات یتیم لڑکیوں سے ان کے غیر محرم ولی نکاح محض اس لئے کرتے تھے کہ مہر اور نان نفقہ و دیگر حقوق کے بارے میں ان کے جائز شرعی حقوق کا مطالبہ و دفاع کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ کام تو قریب ترین رشتہ دار بزرگ کرتے ہیں اور اس منصب پر وہ خود فائز تھے۔

۴۔صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ عہد رسالت میں ایک شخص کی ولایت و سرپرستی میں ایک یتیم لڑکی تھی جو ایک باغ میں اس کی شراکت دار بھی تھی۔اس نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا، مہر وغیرہ دینا تو درکنار، اس نے یتیم لڑکی کا باغ بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔اس موقع پر آیۂ مبارکہ نازل ہوئی اور اس میں صراحت و وضاحت کے ساتھ یہ حکم دیا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ اپنے زیر ولایت یتیم لڑکیوں کے مہر، نان نفقہ اور دیگر حقوق کی ادائیگی میں تم انصاف نہ کر سکو گے تو ظلماً انہیں اپنی قید نکاح میں رکھنے کے بجائے اپنی پسند کی دوسری عورتوں سے نکاح کر لو۔

اجنبی عورت کو نکاح کی غرض سے دیکھنے کی اجازت

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ: ''اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کرو۔''

مسئلہ

قاضی محمد ثناء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر مظہری میں مندرجہ بالا کلمات قرآنی سے ایک مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ شریعت نے اپنی پسند کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور ظاہر ہے کہ پسند ناپسند کا فیصلہ دیکھے بغیر صحیح طور پر نہیں ہو سکتا۔لہٰذا اگرچہ شرعاً حظ نفسانی، تلذذ اور ذوق آوارگی کی تسکین کے لئے غیر محرم عورت کو دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کے چہرے اور ہاتھ وغیرہ یعنی جسم کے ظاہری حصے کو دیکھنا نہ صرف

Marfat.com

جائز بلکہ قرین مصلحت ہے۔ اس مقام پر انہوں نے جامع ترمذی، سنن نسائی، ابن ماجہ و مسند دارمی وغیرہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا، تو مجھ سے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے دیکھ لو، تمہارے درمیان الفت و محبت کے لئے یہ بات زیادہ مناسب ہے۔"

مسئلہ

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک بالغہ لڑکی اپنے نکاح کے سلسلہ میں خود مختار ہے تاہم اگر وہ کسی ایسے شخص سے نکاح کرے جو اس کا کفو (مساوی حیثیت) کا نہیں ہے تو ولی عدالت کے ذریعے اسے فسخ کرا سکتا ہے۔

مسئلہ

دیگر ائمہ کے نزدیک ولی کو ہر صورت میں "ولایت اجبار" کا حق حاصل ہے، خواہ لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ، لہٰذا بالغہ ہونے کے باوجود اگر لڑکی ولی کی اجازت و مرضی کے بغیر نکاح کرے گی تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا۔

کفو کے معنی

"کفو" سے مراد ہے دین داری، مال و دولت، سماجی رتبہ، پیشہ وغیرہ میں مساوات۔
مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ: عہد جاہلیت میں ازواج کی تعداد پر کوئی قدغن نہیں تھی، چنانچہ کوئی شخص جتنی عورتوں سے چاہتا نکاح کر لیتا۔ ایک شخص غیلان بن اسلمی مشرف بہ اسلام ہوا تو اس کے نکاح میں دس بیویاں تھیں اور وہ بھی مسلمان ہو گئیں، قیس بن حارث اسدی جب اسلام لائے تو ان کے نکاح میں آٹھ بیویاں تھیں، نوفل بن معاویہ دیلمی اسلام لائے تو ان کے نکاح میں پانچ بیویاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے تمام اشخاص کو حکم دیا کہ وہ اپنے حسب منشاء زیادہ سے زیادہ چار ازواج نکاح میں رہنے دیں اور باقی کو طلاق دے دیں۔ ان تمام نومسلم صحابہ کرام نے خوش دلی سے اس پر عمل کیا۔

Marfat.com

مسئلہ تعدادازواج

(ا)اس ارشادقرآنی کی رو سے اسلام میں بیک وقت چار سے زیادہ بیویوں کو نکاح میں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ایک سے زیادہ ازواج سے نکاح کی اجازت غیر مشروط نہیں ہے۔

۲۔ایک وقت میں ایک سے زائد بیویوں سے نکاح کرنے کی اجازت اضطراری اور لازمی نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے، نہ ہی یہ اجازت غیر مشروط ہے بلکہ ایک سے زائد ازواج کے درمیان ''شرط عدل'' کے ساتھ مشروط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً یعنی ''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ایک سے زائدازواج کے درمیان عدل قائم نہیں رکھ سکو گے تو اس صورت میں صرف ایک پر اکتفا کرو''، اور یہ بہت کڑی شرط ہے۔ ''عدل'' سے مراد ہے تمام ازواج کو یکساں نان نفقہ، ایک ہی معیار کی رہائش وسہولتیں فراہم کرنا اور ان کے درمیان دنوں کی برابر تقسیم وغیرہ۔یعنی ہر وہ امر جو انسان کے اختیار میں ہے، ہاں طبعی اور فطری میلان اگر غیر اختیاری طور پر کسی جانب زیادہ ہو تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی پیمانہ وضع کیا جاسکتا ہے۔

۳۔بعض طبقات اسلام کی اس ناگزیر رخصت پر ہمیشہ معترض رہتے ہیں لیکن جس اخلاق باختہ مغربی تمدن کی تقلید میں وہ اسلام کو اپنے لعن طعن کا ہدف بناتے ہیں وہاں دوسری بیوی نکاح میں رکھنا تو خلاف قانون ہے لیکن وہاں باہمی رضامندی سے زنا معیوب نہیں ہے، ناجائز جنسی تعلقات کی کھلی اجازت ہے، داشتائیں رکھنا اخلاقی یا قانونی جرم نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں غیر شادی شدہ کنوارے جوڑوں کی کثرت ہے، بن باپ کے بچوں کی بہتات ہے اور امریکی صدر تک عائلی وخاندانی نظام کی تباہی و بربادی پر چلا رہے ہیں، تو جہاں نکاح معیوب اور زنا عام ہو تو اسلامی احکام کو ان کی کسوٹی پر پرکھنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے، بقول علامہ اقبال

Marfat.com

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

۴۔ بعض ممالک میں لڑکیوں کی شرح پیدائش قدرتی طور پر لڑکوں سے زیادہ ہے، گذشتہ دنوں جنوبی کوریا کے بارے میں ایک سروے میں بتایا گیا کہ ان کے ہاں آئندہ دس بیس برسوں میں یہ تناسب ایک اور دو کا ہو جائے گا۔ تاریخ انسانی میں ایسا بارہا ہوا کہ جنگوں میں مرد کثیر تعداد میں مارے گئے اور اس کے نتیجے میں مجموعی آبادی میں عورتوں کا تناسب بڑھ گیا۔ کیا ایسے ممکنہ حالات میں حقوق نسواں کے نام نہاد علمبردار ایک سے زائد ازواج سے جائز نکاح کے تعلقات کو ترجیح دیں گے یا ناجائز طریقے سے جنسی خواہشات کی تسکین کو، یا جاگیردار دیہی معاشرے کی طرح بعض صورتوں میں خواتین کو زندگی کے جائز حقوق سے محروم کر کے دم لیں گے۔

۵۔ اسی طرح بعض اوقات عورت اپنی جسمانی کمزوریوں یا کسی قدرتی نقص کی وجہ سے تولید (PROCREATION) کے قابل نہیں ہوتی اور مرد کو فطری طور پر اولاد کی خواہش ہوتی ہے، کیا یہ قرین انصاف نہیں ہے کہ وہ بدستور عقد نکاح میں رہے اور شوہر اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے دوسرا نکاح کر لے اور دونوں کے حقوق مساوی طور پر ادا کرے بشرطیکہ اس کے حالات اس امر کی اجازت دیں۔

تعداد ازواج رسول ﷺ

ختم المرسلین ﷺ کی عقد میں بیک وقت چار سے زائد ازواج رہیں، اس بارے میں سادہ لوح مسلمانوں کے ذہنوں میں طرح طرح کے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں اور یہ ملحدین اور مستشرقین کا من پسند موضوع ہے۔ ان شبہات و خدشات کا کافی وشافی اور مدلل جواب دینے کے لئے علماء امت نے وقتاً فوقتاً اپنی علمی و فکری کاوشیں صرف کی ہیں اور یہ ہمارے دینی لٹریچر کا قابل فخر سرمایہ ہے۔ یہاں ان ابحاث کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تنگی داماں مانع ہے۔ تاہم مختصراً سلیم الفطرت اذہان اور صالح نوجوانوں کی تسکین کی خاطر چند

Marfat.com

ضروری باتیں درج کی جارہی ہیں۔

۱۔حضور اکرم ﷺ مامور من اللہ تھے اور آپ کا ہر قول وفعل وحی کے تابع تھا اور اس پر آیات قرآنی اور احادیث کے متعدد شواہد موجود ہیں۔لہٰذا آپ کے عقد میں بیک وقت چار سے زائد ازواج مطہرات کا ہونا اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور یہ آپ کے خصائص میں سے ہے۔اور جب قرآن میں لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنۢ بَعْدُ ''یعنی آج کے بعد آپ کے لئے عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے'' کا حکم ربانی نازل ہوا تو اس کے بعد آپ نے کوئی مزید نکاح نہیں کیا۔اس سے اشارتاً اور دلالتہً یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس حکم کے نزول سے پہلے جو نکاح آپ نے کئے وہ آپ کے لئے جائز تھے اور زیادہ سے زیادہ چار ازواج کی تحدید کے عمومی حکم سے آپ مستثنیٰ تھے۔

۲۔آپ نے متعدد ازواج سے جو نکاح کئے ان کے اندر کئی دینی، تبلیغی، دعوتی، معاشرتی اور سیاسی حکمتیں کارفرما تھیں، جن کی نشاندہی کے لئے علماءِ امت نے مستقل کتب مرتب کی ہیں۔دین کی تعلیمات، بالخصوص خواتین سے متعلق امور کا بیشتر حصہ امہات المومنین کے توسط سے امت کو معلوم ہوا۔

۳۔آپ کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے وصال کے بعد امہات المومنین میں سے کسی نے بھی عقد ثانی نہیں کیا اور نہ ہی ان کو اس کی رخصت واجازت تھی۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا تھا: وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا (الاحزاب: ۵۳) ''اور نہ یہ کہ کبھی بھی ان (رسول اللہ) کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کرو (ابد تک) بے شک تمہاری یہ بات اللہ کے نزدیک بہت بڑی ہے''۔

۴۔رسول اللہ ﷺ کا کوئی بھی عقد نکاح لذتِ نفسانی اور تکمیل شہوت کے لئے نہیں تھا، بلکہ دینی مصلحتوں کے تابع تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے عالم انسانیت کے تمام ادوار کا حسین ترین، دلکش ودل آویز اور محبوب ترین نوجوان ہونے کے باوجود ۲۵ برس کی عمر میں ۴۰ برس کی بیوہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور زندگی کے مزید ۲۵ برس، جوکسی

Marfat.com

انسان کی زندگی کا سب سے دلکش و دل ربا دور ہوتا ہے، صرف ان کی رفاقت میں بسر کیے۔

۵۔ نبی اکرم ﷺ کی واحد کنواری بیوی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کاشانۂ نبوت میں تشریف لائیں تو اس وقت آپ کی عمر ۵۴ برس تھی اور عمر کے اس مرحلے تک چار تو در کنار آپ کے کاشانۂ مبارک میں ایک وقت میں صرف ایک بیوی رہی۔ ۵۸ برس کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں اور چار سے زائد ازواج سے نکاح آپ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری چند برسوں میں کیا۔

۶۔ اس کے باوجود آپ کا کردار اتنا پاکیزہ اور طیب و طاہر تھا کہ آج تک کسی بدترین دشمن نے بھی آپ کی عظمت کردار پر انگشت زنی نہیں کی۔

۷۔ رسول اللہ ﷺ نے امت کو اگر ایک سے زائد ازواج کے درمیان حقوق میں عدل کا حکم دیا تو خود ایک وقت میں متعدد ازواج کے درمیان مثالی عدل قائم کر کے دکھایا۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا

"عال یعول" کے معنی میلان کے ہیں، لیکن یہاں راہِ عدل سے پھر جانا اور ظلم و جور کی جانب جھک جانا مراد ہے، یعنی اگر ایک سے زائد ازواج میں تم عدل نہ کر سکو تو ظلم و جور سے بچنے کے لئے محض ایک بیوی پر قناعت کرنا زیادہ قرین انصاف ہے۔ بعض مفسرین نے اس کلمے کو "عالۃ" سے مشتق مانا ہے، جس کے معنی تنگ دستی کے ہیں تو اس صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ اگر عقد ثانی کے دوسرے دواعی اور اسباب موجود بھی ہوں لیکن معاشی حالت اس کی اجازت نہ دے تو کثرت ازواج و اولاد کے سبب فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں مبتلا ہونے کے بجائے ایک ہی بیوی پر قناعت کرو۔

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓــًٔا ۝

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی خوشی ادا کرو پھر اگر وہ خوش دلی کے ساتھ اس میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو اسے خوب چاہت اور مزے سے کھاؤ"۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

صَدُقٰتٌ	صدقۃ کی جمع مہر،
نِحْلَۃً،	عورت کو مہر دینا، خوش
اَلنَّحلُ،	دلی سے دیا جانے والا
اَلنِّحلُ	عطیہ
فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ عَنْ شَیْءٍ	(مادہ: طیب) اگر وہ خوشی سے تمہارے لئے کوئی چیز (چھوڑ دیں)
فَکُلُوْہُ	پس اسے کھاؤ، أکل سے امر
ھَنِیْٓـًٔا	(باب سمع، فتح اور کرم سے) خوشگوار
مَرِیْٓـًٔا	(باب سمع، فتح، کرم سے) کھانے کا خوشگوار اور مفید ہونا

تفسیر

مہر کا وجوب

اس آیت سے مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے کہ شوہر پر لازم ہے کہ ہر حال میں وہ اپنی بیوی کا مہر ادا کرے اور جب ادا کرنے کا موقع ہو تو اسے کوئی تاوان یا جرمانہ سمجھ کر نہیں بلکہ اللہ کا فرمان و انعام سمجھ کر کشادہ دلی سے ادا کرے۔ عورت پر اس کے حقِ مہر کے حوالے سے ظلم کی کئی صورتیں تھیں بلکہ بعض خاندانوں اور علاقوں میں آج بھی موجود ہیں۔

اول یہ کہ عورت کو مجبور سمجھ کر مہر ادا ہی نہیں کرتے تھے اور وہ حالات کے جبر تلے دبی ہوئی اپنا حق وصول نہیں کر پاتی تھیں۔

دوم یہ کہ اس پر دباؤ ڈال کر معاف کرا دیا کرتے تھے جبکہ شرعاً اس طریقے سے حق ساقط نہیں ہوتا۔

سوم یہ کہ عورت کے ولی شوہر سے مہر کی رقم وصول کر لیتے اور پھر اسے عورت کے

Marfat.com

حوالے نہ کرتے۔ اس آیت کے مخاطب مظلوم عورت کے ایسے ظالم ورثاء بھی ہیں۔

ہاں البتہ اگر عورت مہر کی کل رقم یا اس کا بعض حصہ بلا کسی جبر و اکراہ کے خوش دلی سے معاف کر دے تو پھر شوہر ایک خوشگوار ہدیہ سمجھ کر اسے اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔ عورت کی ''طیب نفس'' اور ''خوش دلی'' کا صحیح اظہار تو اس صورت میں ہو سکتا ہے جب شوہر مہر کی کل رقم اس کے قبضے میں دیدے اور پھر وہ بہ طیب خاطر اس کا کچھ حصہ یا کل شوہر کو واپس کر دے۔ اس طرح شوہر کو کل مہر کی ادائیگی کا اجر ملے گا اور بیوی کو ہبہ یا عطیہ کا۔

مہر کا مفہوم

مہر اس مال کو کہتے ہیں جو شوہر عقد نکاح کے موقع پر شرط لازم کے طور پر بیوی کو ادا کرتا ہے یا اس کی ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ قرآن و حدیث میں اسے ''صَدَاق''، ''صِدَاق'' اور ''صَدُقَةٌ'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، اس کا لفظ مادہ ''صِدق'' ہے۔ ملا علی القاری شارح مشکوٰۃ نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ عورت کی جانب شوہر کے میلان کی صداقت کی دلیل اور علامت ہوتا ہے۔ شریعت نے مہر عورت کی تکریم کی علامت کے طور پر مقرر کیا ہے کیونکہ ایک اجنبی عورت، جو نکاح سے پہلے حرام ہوتی ہے، عقد نکاح کے نتیجے میں شوہر پر حلال ہو جاتی ہے۔ اسلام نے مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار پر کوئی تحدید عائد نہیں کی بلکہ اسے دونوں کی آزادانہ رضا مندی اور حیثیت پر چھوڑا ہے۔ لہٰذا باہمی رضا مندی سے مہر کی جو بھی مقدار مقرر ہو گی وہ شرعی مہر ہی کہلائے گا۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو مہر کی بھاری مقدار مقرر کرنے پر تنبیہ کی تو ایک عورت اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا:

اے امیر المومنین: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا اور ''قِنطَار'' مال کے ڈھیر یا مال کثیر کو کہتے ہیں۔ جب اللہ جل شانہٗ نے مہر میں ڈھیر سارا مال دینے کی اجازت دی ہے تو آپ اس پر روک ٹوک لگانے والے کون ہوتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: ''اَصَابَتْ اِمْرَاَةٌ وَاَخْطَأَ عُمَرُ'' عورت نے ٹھیک کہا اور عمر کی بات غلط

Marfat.com

ہے،تم حسب منشاء مہر مقرر کیا کرو البتہ مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں حدیث پاک میں ہے "لَا مَهْرَ اَقَلُّ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ" دس درہم سے کم مہر نہیں ہے اور دس درہم تقریباً ۲ء۶۲۵ تولے چاندی کے برابر ہوتے تھے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَا اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

"اور نادانوں کو ان کے مال (جو تمہاری تحویل میں ہیں) نہ دو، جنہیں اللہ نے تمہارے گزر بسر کا سہارا بنا رکھا ہے (ہاں) انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور (امور دنیا میں) یتیموں کی آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں تو اگر تم ان میں عقلمندی (کی علامات) دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور (اس اندیشے کے پیش نظر) فضول خرچی اور جلد بازی سے ان کا مال ہڑپ نہ کرو، کہ وہ بڑے ہو جائیں (اور اپنا حق طلب کریں)، اور (یتیم کا وہ ولی) جو مالدار ہو، وہ (مال یتیم سے) اپنا دامن بچائے رکھے اور جو حاجت مند ہو وہ (یتیم کے مال میں سے) جائز حد تک کھائے، پھر جب تم (یتیم کے عاقل و بالغ ہونے پر) ان کا مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لو اور حساب لینے کو تو اللہ ہی کافی ہے"۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

السُّفَهَآءَ	سَفِیْہٌ کی جمع بے وقوف، نادان، ناقص العقل	قِیٰمًا	جس پر گزر بسر ہو، جس پر معاش کا سلسلہ قائم ہو
ارْزُقُوْھُمْ	انہیں رزق دو،	اکْسُوْھُمْ	انہیں لباس فراہم کرو،
مَعْرُوْف:	دستور کے مطابق اچھی، پسندیدہ،	وَابْتَلُوا	اور آزماؤ،
اِذَا بَلَغُوا	جب وہ پہنچ جائیں	اِنْ اٰنَسْتُمْ	اگر تم دیکھو، محسوس کرو،
رُشْدًا	ہدایت، عقلمندی، یہاں دنیوی معاملات کی سمجھ مراد ہے،	اِدْفَعُوْا اِلَیْھِمْ	انہیں سپرد کرو،
لَا تَاْکُلُوْا	مت کھاؤ،	اِسْرَاف	فضول خرچی، ضرورت سے زائد خرچ کرنا یا ناجائز امور میں صرف کرنا
بِدَارًا	جلد بازی،	اَنْ یَّکْبَرُوْا	یہ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے،
فَلْیَسْتَعْفِفْ	اسے چاہئے کہ بچتا رہے	اَشْهِدُوْا عَلَیْھِمْ	ان پر گواہ بناؤ،
کَفٰی	کافی ہے،	حَسِیْبًا	حساب لینے والا

تفسیر

نادان کو اس کا مال سپرد کرنے کی ممانعت

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَکُمْ: اور نادانوں کو اپنا مال نہ دو۔ یہاں ''سفیہ'' سے ناقص العقل مراد ہے، خواہ نادانی کا سبب کم عمری ہو یا ذہنی اہلیت کا فقدان۔ اللہ تعالیٰ کے اس

Marfat.com

ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ کسی کے زیر کفالت و سرپرستی یتیم جب تک اپنے مال کی صحیح حفاظت کی عمر یا ذہنی استعداد کی منزل تک نہ پہنچے، اس کا مال اس کے حوالے نہ کرو تا کہ ضائع نہ ہو جائے۔ قرآن نے ''اپنا مال'' کہہ کر یہ لطیف اشارہ دیا کہ یتیم کے مال کی حفاظت اپنے مال ہی کی طرح کرنی چاہئے کیونکہ تم اس کے امین اور نگہبان ہو اور وہ بھی کسی نہ کسی حوالے سے تمہارا اپنا ہی ہے، غیر نہیں ہے۔ وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ..... ''اور انہیں اس میں سے کھلاؤ اور پہناؤ''، ان کلمات کے ذریعے قرآن نے یہ تعلیم دی کہ جب تک تمہارے زیر سرپرستی یتیم اپنے مال کی حفاظت کا اہل نہ بن جائے، اس کے مال میں سے دیانت و امانت کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی ضروریات پر خرچ کرو۔ اور اگر وہ نا تجربہ کاری کی بناء پر یا کسی بدخواہ کے اکسانے پر یہ مطالبہ کرنے لگے کہ میرا مال میرے حوالے کرو تو اسے حکمت و دانش اور پیار و محبت سے سمجھاؤ، مثلاً یہ کہو کہ ''برخوردار یہ مال آج بھی آپ کا ہے اور کل بھی، میں تو تمہارا نگہبان، خدمت گزار اور خیر خواہ ہوں، بس تھوڑا سا انتظار کرو تا کہ تمہیں زمانے کے اتار چڑھاؤ اور اپنے پرائے کا فرق معلوم ہو جائے۔''

یتیموں کی اہلیت کو جانچنا

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ (۱): ''اور یتیموں کو آزماؤ یہاں تک کہ وہ اہلیت نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔'' یعنی بالغ ہونے سے پہلے جب وہ ذرا ہوشیار ہو جائیں تو ان کی سوجھ بوجھ اور عقل و دانش کی آزمائش کرو، مثلاً یہ کہ انہیں تھوڑا بہت لین دین کا موقع دو تا کہ ان کی اہلیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

(۲) اسی آیت سے استنباط کرتے ہوئے امام اعظم ابو حنیفہ نے کہا کہ اگر ولی کی اجازت سے باشعور اور سمجھدار نابالغ خرید و فروخت کرے تو اس کا تصرف مؤثر اور نافذ العمل ہو گا جبکہ امام شافعی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں۔

(۳) بلوغت کی علامت لڑکے کے لئے احتلام اور لڑکی کے لئے حیض ہے لیکن اگر ان میں ان علامات کا ظہور نہ ہو تو امام شافعی اور ائمہ احناف کا فتویٰ اس پر ہے کہ ۱۵ سال کی عمر

Marfat.com

مکمل ہونے پر لڑکے اور لڑکی کو بالغ تسلیم کیا جائے۔

بلوغت کے باوجود اہلیت ضروری ہے

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا ...... الخ ''یعنی اگر یتیم کے بالغ ہونے پر تم محسوس کرو کہ اس میں نفع نقصان کی تمیز اور دین و دنیا کی مصلحت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی ہے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دو۔'' لیکن اگر علامات یا عمر کے اعتبار سے تو وہ بالغ ہو چکا ہے، لیکن ابھی اس میں ضروری سمجھ بوجھ اور ذہنی استعداد پیدا نہیں ہوئی تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس آیت کے ظاہری مفہوم کے تحت ۲۵ برس تک مزید انتظار کیا جائے گا اور ۲۵ برس مکمل ہونے پر بہر صورت اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے گا، جبکہ امام شافعی کے نزدیک جب تک وہ اپنے مال کی حفاظت اور نفع نقصان میں تمیز کا اہل نہ ہو جائے، اس کا مال اس کے حوالے نہیں کیا جائے گا خواہ اس کی عمر ۲۵ برس یا اس سے زائد ہی کیوں نہ ہو جائے۔

یتیموں کے مال میں اسراف کی ممانعت

وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا: ''اور اس اندیشے کے تحت کہ یتیم بالغ ہونے پر اپنے مال پر قابض ہو جائے گا، اس کا مال فضول خرچی کے ذریعے یا جلد بازی میں ہڑپ کرنے کی تدبیر نہ کرو''۔ اس لئے کہ یہ امانت میں صریح خیانت، سنگدلی' شقاوت، بے رحمی اور خدا ناترسی ہے۔ کیونکہ اگر انجام کار مال اس کی تحویل میں چلا بھی گیا تو یہ اسی کا مال ہے اور اس پر اول و آخر اسی کا حق ہے نہ کہ تمہارا۔ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ: یعنی اگر یتیم کا ولی اور سرپرست مالدار ہے تو وہ اس کی اور اس کے مال کی نگرانی بلا معاوضہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے اور یتیم کے مال میں سے اپنی ذات پر کچھ بھی خرچ نہ کرے۔ اور اگر خدانخواستہ وہ محتاج اور نادار ہے تو یتیم اور اس کے مال کی نگرانی کے عوض اس کے مال میں سے معروف طریقے سے صرف اپنی جائز ضرورت پر خرچ کرے، صرف اتنی مقدار جو اس کے گزر بسر کے لئے ناگزیر ہے، یتیم کے مال پر عیاشی نہ کرے، اللے تللے نہ کرے ورنہ کل اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حساب دینا پڑے گا۔

Marfat.com

گواہوں کی موجودگی میں مال سپرد کرنے کا حکم

فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ: یعنی جب یتیم بالغ اور سمجھ دار ہو جائے اور اس کا سرپرست اس کا مال اس کے حوالے کرے تو بہتر یہ ہے کہ "ولی یتیم" یہ کام گواہوں کی موجودگی میں سر انجام دے۔ گواہ مقرر کرنا واجب تو نہیں ہے لیکن مستحب اور پسندیدہ امر ہے کیونکہ ایک تو لوگوں کے درمیان اس کی دیانت و امانت مجروح نہیں ہو گی، اس کی عزت نفس کا تحفظ ہو گا، کوئی اس کے کردار پر انگلی نہیں اٹھائے گا اور دوسرا یہ کہ مستقبل میں کسی نزاع کا امکان نہیں رہے گا۔

اس سے ضمناً یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی ملکی، ملی، دینی اور رفاہی خدمات جو فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہیں، ان کی انجام دہی پر مامور اشخاص کی جائز ضروریات کی کفالت ان اداروں سے کرنا جائز ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۝

"مردوں کے لئے اس (مال) میں سے حصہ ہے جو (موت کے وقت) ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ گئے اور عورتوں کے لئے (بھی) اس (مال) میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مرے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، (یہ) حصہ (اللہ کا) مقرر کیا ہوا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لِلرِّجَالِ	رَجُلٌ کی جمع مرد	نَصِیْبٌ	حصہ
مِمَّا تَرَكَ	اس (مال) میں سے جو اس نے چھوڑا	وَالِدٰنِ	ماں باپ،
اَقْرَبُوْنَ	اقرب کی جمع زیادہ قرابت والے	قَلَّ	کم ہوا،

Marfat.com

كُثُرَ	زیادہ ہوا	اَوْ	یا
مَفْرُوْض	طے شدہ، مقررہ، واجب اور لازم		

تفسیر

ترکہ کی تعریف

مرتے وقت میت کے ملک میں جو مال ہو، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ، منقولہ ہو یا غیر منقولہ، وہ ترکہ، مال متروکہ (پیچھے چھوڑا ہوا مال) یا ورثہ یا موروث یا وراثت کہلاتا ہے۔ مورث: وہ شخص جو مال چھوڑ کر مرے۔ وارث: جسے ترکہ میں اسے از روئے شرع حصہ ملے۔

وصیت

کوئی شخص اپنے مرنے سے پہلے یہ کہے کہ میرے ترکے میں سے اتنا حصہ فلاں شخص یا اشخاص کو دینا یا فلاں کار خیر میں کرنا، اسے ''وصیت'' کہتے ہیں۔

مقدار وصیت

کوئی شخص اپنے مال متروکہ میں سے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کی وصیت کر سکتا ہے، اگر ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی، تب بھی وہ ایک تہائی تک ہی نافذ ہوگی، تہائی سے زائد مقدار کا نفاذ تب ہو سکتا ہے جب تمام بالغ وارث یا کوئی ایک بالغ وارث اپنے حصے سے رضا کارانہ طور پر اسے پورا کرنے کے لئے تیار ہو، ورنہ نہیں۔ البتہ تہائی تک بہر حال نافذ ہوگی۔

وصیت بحق وارث

اگر مرنے والے نے اپنے ورثاء میں سے کسی ایک کے حق میں وصیت کی ہے تو شرعاً وہ نافذ نہیں ہوگی، کیونکہ شریعت کے مقرر کئے ہوئے حصصِ وراثت کا تناسب و توازن بدل جائے گا، جس کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اور رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''لَا وَصِیَّةَ لِوارث'' یعنی ''وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے۔''

Marfat.com

ترکہ کی تقسیم کے شرعی اصول

کسی بھی میت کے ترکے کی تقسیم حسب ذیل اصول شرع کے مطابق ہوگی۔

(۱) مصارف تجہیز و تکفین

سب سے پہلے میت کے ترکے میں اسے اس کی تجہیز و تکفین کے مصارف وضع کئے جائیں گے۔

(۲) ادائے قرض

اس کے بعد اگر اس کے ذمہ کسی کا کچھ قرض ہے تو اس کی ادائیگی ترکے میں سے کی جائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک اگر اس کے ذمہ واجبات شرع ہیں، جیسے زکوٰۃ وغیرہ، تو وہ بھی قرض کے طور پر وضع کئے جائیں گے، جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک ''دین شرع'' کا نفاذ وصیت پر موقوف ہے۔

(۳) نفاذِ وصیت

اس کے بعد اگر اس نے کچھ وصیت کی ہوگی، تو اسے شرعی حدود کے اندر نافذ کیا جائے گا۔

تقسیم وراثت

مندرجہ بالا تین امور کے نفاذ کے بعد ترکے میں سے جو کچھ بچ رہے گا، اسے وارثوں کے درمیان شرعی ضوابط کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

سبب نزول

زمانۂ جاہلیت میں دستور یہ تھا کہ میت کی وراثت کا حق دار صرف بڑا بیٹا یا وہ مرد وارث ہوتے تھے جو لڑائی میں حصہ لینے کے اہل ہوں یا کوئی بوجھ اور ذمہ داری نباہنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، یہ اس سماجی نظام کے تقاضے تھے جو خاندانی اور قبائلی بنیادوں پر قائم تھا۔ لہٰذا اس سماجی نظام میں عورتیں اور نابالغ بچے وراثت سے محروم رہ جاتے تھے۔ چنانچہ اس پس

Marfat.com

منظر میں جب اوس بن ثابت کی بیوہ اور چھوٹے بچوں کو ان کے چچا زاد بھائیوں نے وراثت سے محروم کر دیا تو ان کی بیوہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں التجا کی اور اس موقع پر قرآن کے یہ احکام وراثت نازل ہوئے جن کے تحت عورتوں اور نابالغ بچوں کو مال وراثت میں حصہ دار قرار دیا گیا اور عہد جاہلیت کے اس ظالمانہ دستور کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ: قرآن نے صاف فیصلہ فرمادیا کہ ترکہ کم ہو یا زیادہ، مال منقولہ ہو یا غیر منقولہ، وراثت کا مال بہرحال سب وارثوں کو ملے گا۔

نَصِيبًا مَّفْرُوضًا: اور قرآن نے یہ بھی واضح طور پر بتادیا کہ یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں، لہٰذا کسی حاکم، حکومت یا مجلس قانون ساز کو اس میں ردو بدل کا کوئی اختیار نہیں، یہ قوانین لازمی، ابدی، غیر متبدل اور ناقابل تسخیر ہیں۔

وراثت میں قرابت کی ترجیح کا اصول

وَالْاَقْرَبُوْنَ یہ اقرب کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں ''نزدیک ترین''۔ اس کلمے کے ذریعے تقسیم وراثت کا ایک ضابطہ اور اصول بتایا گیا ہے کہ اگر ایک ہی درجے میں دو وارث ہیں ایک قریب ترین دوسرا اس کے مقابلے میں ایک درجہ کم تر ہو، تو قریب ترین وارث دور والے کو محروم کر دے گا، جیسے باپ کی موجودگی میں دادا وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

''اور جب (ترکہ کی) تقسیم کے موقع پر (غیر وارث) رشتے دار اور یتیم اور محتاج آجائیں تو انہیں (بھی) اس میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ اور وہ لوگ (جو وراثت میں حصے دار ہیں یہ سوچ کر) ڈریں کہ اگر وہ اپنی موت کے وقت اپنے پیچھے کمزور (بے سہارا) اولاد چھوڑ گئے ہوتے تو انہیں (ان کے بارے

Marfat.com

میں کیا کیا) خدشات ہوتے، تو انہیں چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں''۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَإِذَا حَضَرَ	جب موجود ہوا، حاضر ہو	الْقِسْمَةَ	تقسیم، مراد تقسیم ترکہ
أُولُوا الْقُرْبَىٰ	قرابت دار،	وَلْيَخْشَ	اور چاہئے کہ ڈریں
ذُرِّيَّةً	اولاد	ضِعٰفًا	ضعیف کی جمع، کمزور
خَافُوا عَلَيْهِمْ	وہ ان کی بابت ڈرتے، فکر مند ہوتے	قَوْلًا سَدِيدًا	درست بات، سیدھی بات

تفسیر

غیر وارث قرابت داروں کی رعایت کا حکم

وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ......الخ: (۱) اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب کسی میت کے ترکہ کی تقسیم کا موقع آتا ہے تو ان ورثاء کو تو ان کا حصہ مل جاتا ہے جن کو شریعت نے حق دار قرار دیا ہے۔ دراصل اسلام کے ''نظامِ وراثت'' کی ایک اعلیٰ تر حکمت یہ بھی ہے کہ دولت کا ارتکاز ختم ہو اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچے۔

(۲) بعض اوقات تقسیم وراثت کے موقع پر ایسے دور پار کے رشتے دار بھی آس لگا کر آجاتے ہیں کہ شاید انہیں بھی کچھ مل جائے حالانکہ وہ شرعاً وارث نہیں ہوتے، اسی طرح دوسرے یتیم، مسکین اور نادار لوگ بھی چلے آتے ہیں کہ شاید ان کی کچھ مدد ہو جائے۔

(۳) اس آیت میں قرآن نے وجوباً تو نہیں بلکہ ایک مندوب و مستحب امر کے طور پر تعلیم دی ہے کہ ایسے موقع پر ان لوگوں کی دلداری کے لئے ان کی کچھ نہ کچھ مدد کر دی جائے تو یہ ایک اعلیٰ اخلاقی قدر ہوگی۔ اس کی صورتیں دو ہو سکتی ہیں، ایک تو یہ کہ تقسیم میراث کا عمل شروع کرنے سے پہلے تمام ورثاء رضا کارانہ طور پر اور باہمی اتفاق رائے سے ان لوگوں

Marfat.com

کے لئے کچھ مال الگ کر دیں، دوسری یہ کہ تقسیم کے بعد ہر ایک وارث اپنے اپنے حصے میں سے حسب توفیق کچھ نہ کچھ ان لوگوں کی مدد کرے۔ لیکن تبرع اور صدقہ کا یہ استحبابی حکم بالغ ورثاء کے لئے ہے، نابالغ وارث کے حصے میں کسی کو ایسے تصرف کا اختیار نہیں ہے۔

(۴) وارث تھوڑی دیر کے لئے اگر یہ سوچیں کہ انہیں محض اللہ تعالیٰ کے قانون وراثت کے تحت بغیر محنت کے یہ مال مل رہا ہے تو شاید ان کے لئے یتیموں، مسکینوں اور دور کے وارثوں پر صدقہ کرنا آسان ہو جائے۔

(۵) اور اگر وارث خود زیادہ ضرورت مند ہیں اور دوسروں کے لئے ترکے میں سے کچھ نہیں نکال سکتے یا ان کی توقع سے کم دے رہے ہیں تو پھر کم از کم انہیں نرم انداز میں مطمئن کر دینا چاہئے۔

یتیموں پر ترس کھانے کی حکیمانہ ترغیب

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ...... : اس کے دو مفہوم نکل سکتے ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر تقسیم وراثت کے وقت حصہ پانے والے وارثوں کے پاس یتیم و نادار بچے امداد کے طلبگار بن کر آ جائیں، تو وارثوں کو سوچنا چاہئے کہ یہ بھی کسی کے بچے ہی ہیں، یہ بھی اپنے ماں باپ کو ایسے ہی پیارے لگتے ہوں گے جیسے انہیں اپنے بچے پیارے لگتے ہیں، خدانخواستہ اگر کل ان کے بعد ان کے بچے بھی اسی طرح بے سہارا ہو جائیں تو ان کا کیا حال ہوگا۔ یہ سوچ کر دل میں ضرور رحم اور ترس کا جذبہ پیدا ہو گا۔ دوسرا یہ کہ اگر بالغ وارثوں کے ساتھ کچھ نابالغ یتیم بچے بھی ہیں تو ان کے مال کی یہ سوچ کر ہر ممکن حفاظت و نگہداشت کرنی چاہئے کہ اگر میں آج بے سہارا یتیموں کا نگہبان بنوں گا تو کل جب میری اولاد پر خدانخواستہ ایسا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد و سرپرستی کے لئے بھی غیب سے اسباب پیدا فرما دے گا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩

Marfat.com

"بلاشبہ جو لوگ ناجائز طریقوں سے یتیموں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور وہ عنقریب (بعد الموت) بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے"۔

مشکل الفاظ کے معنی

بطون	بطن کی جمع یعنی پیٹ،	نَارٌ	آگ
سَيَصْلَوْنَ	عنقریب وہ داخل ہوں گے، یا ڈال دیئے جائیں گے	سَعِيْر	بھڑکتی ہوئی، شعلے مارتی ہوئی آگ

تفسیر

یتیم کا مال ظلماً کھانے کی اخروی سزا

اس آیہ مبارکہ میں یتیموں کا مال ظلماً کھانے والے لوگوں کو اخروی سزا کی وعید سنائی گئی ہے کہ اس فعل کا بدانجام جہنم کی شدید ترین آگ ہے، لہٰذا دنیا کی وقتی لذت و آسائش کی خاطر دائمی عذاب مول لینا دانشمندی کی بات نہیں ہے۔

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ

Marfat.com

يُوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ
وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ
اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ
شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ
وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ
ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾

"اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ (وراثت میں) لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے، پھر اگر (وارث) صرف لڑکیاں ہی ہوں، (دو یا) دو سے زیادہ تو ان کے لئے (مجموعی طور پر) ترکے کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر (وارث) ایک ہی لڑکی ہے تو اس کے لئے آدھا (ترکہ) ہے، اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے ترکے کا چھٹا حصہ ہے اگر وہ صاحب اولاد ہے، (لیکن) اگر اس کی اولاد نہیں ہے اور صرف اس کے ماں باپ ہی اس کے وارث ہیں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہے (باقی سب باپ کا)، پھر اگر اس کے (بہن) بھائی ہیں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے، (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جاری ہوگی جو اس نے کی ہے یا قرض کی ادائیگی کے بعد (اگر ہو)، تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ دادا اور بیٹوں (پوتوں) میں سے کون تمہارے لئے زیادہ نفع بخش ہے؟ (تقسیم وراثت کا یہ نظام) اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے، بلاشبہ اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اور تمہارے لئے تمہاری بیویوں کے ترکے

Marfat.com

میں آدھا حصہ ہے اگر ان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور اگر ان کی اولاد ہے تو ان کے ترکے میں تمہارا حصہ ایک چوتھائی ہے، اگر انہوں نے کوئی وصیت کر رکھی ہو تو اس کے پورا کرنے اور قرض کی ادائیگی کے بعد، اور ان (بیویوں) کیلئے تمہارے ترکے میں چوتھائی حصہ ہے اگر تمہاری کوئی اولاد نہیں، اگر تمہاری کوئی اولاد ہے تو تمہارے ترکے میں ان کا آٹھواں حصہ ہے، اگر تم نے کوئی وصیت کر رکھی ہے تو اس کے پورا کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد، اور اگر کوئی مرد یا عورت (اس حال میں وفات پائیں کہ) نہ وہ صاحب اولاد ہیں اور نہ ہی ان کے والدین (بقید حیات) ہیں اور اس کا صرف ایک (اخیافی یعنی صرف ماں شریک) بہن یا بھائی ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا، اور اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں (برابر کے) شریک ہوں گے، (لیکن یہ تقسیم) وصیت کے نفاذ کے بعد ہے (اگر اس نے کی ہو اور اسی طرح) ادائیگی قرض کے بعد، (بشرطیکہ وصیت میں کسی وارث کو) نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ (یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے) اللہ کی طرف سے حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا اور علم والا ہے۔ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدود ہیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرے گا، اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کیلئے رسوا کن عذاب ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

یُوْصِیْکُمْ	تمہیں حکم دیتا ہے	اَوْلَادِ	ولد کی جمع اس کا اطلاق لڑکا لڑکی دونوں پر ہوتا ہے
اَلذَّکَر	لڑکا	اَلْاُنْثَی	لڑکی، عورت

Marfat.com

فَوْقَ	اوپر، زیادہ	اثْنَتَيْنِ	دو
ثُلُثَا	دو تہائی، ثلث (تہائی) کی تثنیہ	ثُلُثُ	تہائی
مَاتَرَكَ	جو اس نے مرتے وقت چھوڑا، ترکہ	لِاَبَوَيْهِ	اس کے ماں باپ کے لئے
السُّدُسُ	چھٹا حصہ	وَّوَرِثَهٗ	اس کا وارث ہوا
اِخْوَةٌ	بھائی، اخ کی جمع	اُمُّ	ماں
يُّوْصِيْ بِهَآ	جس کی وہ وصیت کرتا ہے یا کرے	دَيْنٍ	قرض
اٰبَآ	اَبٌ کی جمع باپ، یعنی باپ دادا	اَبْنَاءُ	ابن کی جمع، بیٹے
لَاتَدْرُوْنَ	تم نہیں جانتے	اَيُّهُمْ	ان میں سے کون؟
اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا	تمہارے لئے زیادہ نفع بخش ہے	الرُّبُعُ	چوتھائی
الثُّمُنُ	آٹھواں حصہ	كَلٰلَةً	جس کے نہ والدین ہوں نہ اولاد
شُرَكَآءُ	شریک کی جمع	مُضَآرٍّ	نقصان پہنچایا ہوا
جَنّٰتٌ	جنۃ کی جمع باغ	تَجْرِيْ	بہتی ہیں
اَنْهٰرٌ	نہر کی جمع دریا	خٰلِدِيْنَ فِيْهَا	اس میں ہمیشہ رہیں گے
الْفَوْزُ	کامیابی	الْعَظِيْمُ	بڑی
مَنْ يَّعْصِ	جو نافرمانی کرے گا	يَتَعَدَّ	تجاوز کرے گا

Marfat.com

حُدُوْدَہٗ　حد کی جمع، کسی معاملے میں　نَارًا　آگ

رکاوٹ اور قانونی بندش　مُّهِيْنٌ　ذلت آمیز، رسوا کن

تفسیر

احکام وراثت

ان آیات میں اسلام کے احکام وراثت بیان کئے گئے ہیں۔ شریعت میں جن ورثاء کے حصے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیئے ہیں، انہیں ''ذوی الفرض'' کہتے ہیں، سب سے پہلے والدین اور اولاد کے حصے بیان کئے ہیں جو انہیں ایک دوسرے کے ترکے سے فریق ثانی کی وفات کی صورت میں مل سکتے ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

والدین کے ترکے میں اولاد کا حصہ

متوفی والدین کا ترکہ اولاد میں حسب ذیل شرح سے تقسیم ہوگا۔

(۱) مصارف تجہیز و تکفین، نفاذ وصیت (اگر کی ہو)، ادائے قرض اور ذوی الفرض وارثوں کا حصہ وضع کرنے کے بعد ترکہ اولاد میں تقسیم ہوگا، کیونکہ وہ ''عصبہ'' کہلاتے ہیں۔ اگر صرف لڑکے ہی لڑکے ہیں (لڑکی ایک بھی نہیں) تو بقیہ ترکے میں سب برابر کے حصے دار ہوں گے۔ اگر صرف ایک لڑکا ہے تو سب اسے مل جائے گا۔

(۲) اگر لڑکے اور لڑکیاں ہیں، خواہ ایک بیوی سے یا متعدد بیویوں سے، تو ان میں بقیہ ترکہ دو اور ایک کے تناسب سے تقسیم ہوگا، یعنی ہر لڑکے کو لڑکی کے مقابلے میں دگنا ملے گا۔ البتہ ایسا لڑکا یا لڑکی جو ہے تو اس کی بیوی کے بطن سے، مگر کسی سابق شوہر کی اولاد ہے تو اس کا اس سوتیلے باپ کی وراثت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

(۳) اگر وارث صرف ایک لڑکی ہے تو اسے بقیہ قابل تقسیم ترکے کا نصف ملے گا، باقی نصف دوسرے وارث لے جائیں گے۔

(۴) اگر وارث صرف لڑکیاں ہیں (یعنی لڑکا کوئی نہیں ہے) دو یا دو سے زائد، تو قابل تقسیم

Marfat.com

ترکے کے دوتہائی حصے میں وہ سب برابر کی شریک ہوں گی۔

اولاد کے ترکے میں والدین کا حصہ

(۱) سوتیلی اولاد کے ترکے میں سوتیلے باپ کا کوئی حصہ نہیں ہے، یعنی ایسی اولاد جو اس کی بیوی کے بطن سے ہے مگر کسی اور شوہر سے۔

(۲) متوفی بیٹے کے ترکے میں صرف اس کی حقیقی ماں کو حصہ ملے گا، سوتیلی مائیں محروم رہیں گی۔

(۳) اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کے والدین بقید حیات ہیں اور اس کی اولاد بھی ہے تو ترکے میں سے ماں اور باپ، ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۴) اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا، اس کے والدین تو حیات ہیں مگر نہ تو اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ ہی بھائی بہن، تو ایسی صورت میں ماں کو ترکے کا ایک تہائی حصہ ملے گا اور اگر کوئی اور وارث نہ ہوں تو بقیہ دوتہائی حصہ باپ کو مل جائے گا۔

(۵) اگر کسی شخص کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کے والدین حیات ہیں اور اولاد کوئی نہیں ہے لیکن ایک سے زیادہ (اخیافی یعنی صرف ماں شریک) بہن بھائی ہیں، اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو بقیہ پانچ حصے باپ کو مل جائیں گے۔ اس صورت کو ''حجب نقصان'' کہتے ہیں یعنی متوفی کے (اخیافی) بہن بھائیوں کو خود تو کچھ نہ ملا البتہ ماں کے حصے میں ان کے سبب کمی واقع ہو گئی۔

نوٹ

اس امر پر تقریباً تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت میں اس مقام پر میت کے جن بہن بھائیوں کا ذکر ہے، اس سے اخیافی (یعنی صرف ماں کی طرف سے) بہن بھائی مراد ہیں۔ کیونکہ حقیقی و علاتی (باپ کی طرف سے) بہن بھائیوں کی وراثت کے مسائل اس سورت کی آخری آیت میں بیان کیے گئے ہیں۔ البتہ اگر اخیافی بہن یا بھائی صرف ایک ہو تو وہ ماں کے ایک تہائی حصے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔

Marfat.com

وراثت میں حجب

نظام وراثت میں بعض صورتوں میں قریب کا وارث دور والے کے لئے حصہ ملنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے اسے اصطلاح علم المیراث میں ''حجب'' کہتے ہیں جیسے باپ کی موجودگی میں دادا محروم رہتا ہے۔

موانع ارث

بعض اسباب وارث کو وراثت کے حصے سے محروم کر دیتے ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) یہ کہ قاتل وارث اپنے ''مورثِ مقتول'' کی وراثت سے محروم رہے گا جیسے خدانخواستہ باپ بیٹے کو قتل کر دے یا بیٹا باپ کو وغیرہ۔

(۲) وارث اگر مرتد ہو جائے تو اپنے مسلم مورث کے ترکے سے محروم رہے گا۔

(۳) مورث اگر دارالسلام میں ہے اور وارث ''دارالحرب'' میں تو اسے وراثت نہیں ملے گی۔

(۴) مسلمان اور کافر کے درمیان باہمی وراثت کا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا''۔ البتہ ایسا شخص جو پیدائشی طور پر مسلمان تھا مگر بعد میں مرتد ہو گیا تو اس کے زمانہ اسلام کی کمائی سے اس کے وارثوں کو حصہ ملے گا اور زمانہ کفر وارتداد کی کمائی بیت المال میں جمع ہو گی، تاہم مرتدہ عورت کا سارا ترکہ مسلمان ورثاء کو ملے گا۔

''عاق'' کرنے کا مسئلہ

بعض لوگ یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ میں نے اپنے فلاں بیٹے کو اس کی نافرمانی کے سبب اپنی وراثت سے محروم کر دیا ہے کیونکہ ''عاق'' کے معنی ہیں ''نافرمان''، اس عمل یا اعلان کی کوئی شرعی اور قانونی حیثیت نہیں ہے۔ جو شرعاً وارث ہے، اسے حصہ ضرور ملے گا، کیونکہ ''نظام وراثت'' اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ ہے، بندوں کو اس میں ردوبدل کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے اور نافرمان اولاد دنیا و

Marfat.com

آخرت دونوں میں ناکام ونامراد رہے گی اور عذاب الٰہی کی سزاوار ہوگی۔

زوجین کی وراثت کا مسئلہ

اس کے بعد قرآن نے زوجین کی باہمی وراثت کے مسئلے کو بیان فرمایا ہے کہ مختلف صورتوں میں دونوں میں سے ایک کی وفات کی صورت میں اس کے ترکے میں دوسرے کا حصہ کتنا ہوگا۔ چنانچہ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) وفات پانے والی بیوی کے ترکے سے صرف وہی شوہر وراثت کا حقدار ہوگا جس کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کا انتقال ہوا ہے۔ اگر بفرض تقدیر وہ پہلے بھی کسی شوہر کے نکاح میں رہی ہو مگر اس نے طلاق دے دی تھی، تو اسے ترکہ نہیں ملے گا۔

(۲) وفات پانے والے شوہر کے ترکے سے وہ تمام بیویاں (اگر بالفرض ایک سے زائد ہوں) وراثت کی حقدار ہوں گی جو اس کی وفات کے وقت اس کے نکاح میں تھیں۔

(۳) اگر وفات پانے والی بیوی کی کوئی اولاد نہیں ہے تو اس کے شوہر کو اس کے ترکے سے نصف حصہ ملے گا۔

(۴) اور اگر وفات پانے والی بیوی کی کوئی اولاد ہے خواہ اس شوہر سے ہو یا کسی پہلے شوہر سے، تو شوہر کو ترکے کا ایک چوتھائی حصہ ملے گا۔

(۵) اگر متوفی شوہر کی کوئی اولاد نہیں ہے تو اس کی بیوی کو ترکے میں سے ایک چوتھائی ملے گا اور بالفرض بیویاں ایک سے زائد ہیں تو وہ ایک چوتھائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

(۶) اگر متوفی شوہر صاحب اولاد ہے، خواہ اولاد اسی بیوی سے ہو یا کسی سابقہ بیوی سے، تو بیوی کو اس کے ترکے میں سے آٹھواں حصہ ملے گا اور بالفرض بیویاں ایک سے زائد ہیں تو سب اس آٹھویں حصے میں برابر کی شریک ہوں گی۔

معتدہ (دوران عدت) عورت کی وراثت کا مسئلہ

(۱) کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دی اور عدت گزرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تو چونکہ حکماً نکاح قائم ہے اس لئے ''معتدہ رجعیہ'' عدت کے اندر اندر وراثت کی

Marfat.com

حقدار ہوگی اور اگر شوہر کا انتقال عدت ختم ہونے کے بعد ہوا اور اس نے عدت کے دوران رجوع بھی نہیں کیا، تو اسے وراثت نہیں ملے گی۔

(۲) اگر کسی شخص نے اپنی ''مرض وفات'' میں بیوی کو ''طلاق بائن یا مغلظہ'' دی اور عدت ختم ہونے سے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تو وہ معتدہ شوہر کی وراثت پائے گی کیونکہ ''مرض وفات'' کی طلاق کو شوہر کی بدنیتی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

(۳) اگر عام حالات میں کسی شخص نے اپنی بیوی کو ''طلاق بائن'' یا ''مغلظہ'' دی اور قضاء الٰہی سے کسی اچانک بیماری یا حادثے کے نتیجے میں بیوی کی عدت کے دوران ہی اس کا انتقال ہو گیا تو وہ وارث نہیں بنے گی۔

(نوٹ: طلاق مغلظہ سے تین طلاقیں مراد ہیں، جن کے بعد حلالۂ شرعی کے بغیر رجوع کی گنجائش نہیں رہتی۔)

اس کے بعد قرآن نے ''وراثت کلالہ'' کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ کلالہ کی تعریف اور احکام حسب ذیل ہیں:

کلالہ کی تعریف

یہ لفظ "کَلَّ یَکِلُّ کَلًّا" سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ''تلوار کا کند ہونا'' "اَلْکَلُّ" کے کئی معانی ہیں: کمزور، یتیم، بھاری، محتاج وغیرہ۔

جس شخص کے ماں باپ بھی موجود نہ ہوں اور اس کی کوئی اولاد بھی نہ ہو تو اسے ''کلالہ'' کہتے ہیں۔ اس میں تین اقوال ہیں: اول یہ کہ ایسا مورث ''کلالہ'' کہلاتا ہے، دوم یہ کہ ایسے شخص کے ورثاء کو ''کلالہ'' کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ ایسے شخص کے ترکے کو ''کلالہ'' کہتے ہیں۔

بھائی بہن کی اقسام

(۱) حقیقی یا عینی: ایسے بھائی یا بہنیں جو ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہوں، آپس میں ''حقیقی'' یا ''عینی'' کہلاتے ہیں۔

(۲) علاتی: ایسے بھائی بہن جن کا باپ ایک ہو مگر مائیں الگ الگ ہوں (یعنی سوتیلے)

Marfat.com

آپس میں ''علاتی'' کہلاتے ہیں، یعنی باپ شریک بہن بھائی۔

(۳) اخیافی: ایسے بھائی بہن جن کی ماں ایک ہو مگر باپ الگ الگ ہوں آپس میں ''اخیافی'' کہلاتے ہیں، یعنی ماں شریک بہن بھائی۔

نوٹ: وصیت کی تعریف اور ضروری احکام اور تقسیم وراثت سے پہلے ترکے میں سے جو ضروری مصارف وضع کرنے لازمی ہیں، ان کو بھی بیان کیا جا چکا ہے۔

کلالہ کی وراثت

(۱) اگر کوئی مرد یا عورت اس حال میں وفات پائے کہ وہ ''کلالہ'' ہے اور اس کے ورثاء میں صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہے (یعنی صرف ماں شریک بہن یا بھائی) تو ان میں سے ہر ایک کو (خواہ بھائی ہو یا بہن) ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) اور اگر کلالہ کے وارث بہن یا بھائی (یعنی صرف ماں کی طرف سے) ایک سے زائد ہیں، تو ترکے کے ایک تہائی حصے میں وہ برابر کے شریک ہوں گے، مفسرین کا اس امر پر تقریباً اجماع ہے کہ یہاں اخیافی (صرف ماں شریک) بہن یا بھائی مراد ہیں۔ کیونکہ ایسی صورت میں اگر بھائی بہن حقیقی یا علاتی (صرف باپ شریکے) ہوں تو ان کا حکم الگ ہے جو آیت نمبر ۱۷۶ میں بیان کیا گیا ہے۔

حدود الٰہی کی رعایت کا حکم

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ...... : آیات تیرہ اور چودہ میں اللہ تعالیٰ نے بالواسطہ طور پر احکامِ میراث کو ''حدود الٰہی'' سے تعبیر کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی مقررہ حدیں ہیں اور کسی انسان، حاکم یا سب لوگوں کو مل کر بھی اس نظام میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے۔ لہٰذا جو شخص اس کی پیروی کرے گا وہ دنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہو گا اور جو شخص ان حدود کو پامال کرے گا، وہ آخرت میں ذلت آمیز عذاب سے دوچار ہو گا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفات ''علیم''، ''حکیم'' اور ''حلیم'' کا ذکر ہے، یعنی وہ علیم ہے اس لئے ہر ایک کی ضرورت، اہلیت اور ذمہ داریوں کو بہتر جانتا ہے، وہ حکیم ہے لہٰذا اس

Marfat.com

نے ہرایک کے حصے اس کی اہلیت، معاشی ذمہ داریوں اور ضرورتوں کو ملحوظ رکھ کر مقرر کئے ہیں، وہ حلیم (بردبار) ہے، لہٰذا قانون شکنی پر اگر کسی کو فوراً سزا نہیں دیتا تو کوئی یہ نہ سمجھے کہ آخرت کے مواخذے اور عذاب سے بھی وہ بچا رہے گا۔

چنانچہ اگر بیوی کے مقابلے میں شوہر کا حصہ زیادہ ہے یا لڑکی کے مقابلے میں لڑکے کا حصہ زیادہ ہے تو اس سے زیادہ تفاوت ان کی معاشی ذمہ داریوں میں بھی ہے۔

وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰى یَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَ الَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَ اَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو (تہمت لگانے والے سے) ان پر اپنے چار مردوں کی گواہی طلب کرو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان (عورتوں) کو گھروں میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ ان کے لئے کوئی (اور) راہ نکالے۔ اور تم میں سے جو دو آدمی برائی کا ارتکاب کریں، تو انہیں اذیت پہنچاؤ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگزر کرو، بلاشبہ اللہ توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

الّٰتِیْ	الّتی کی جمع ہے وہ عورتیں	الْفَاحِشَةَ	قبیح بات، معیوب کام اور اس کی انتہاء "زنا" ہے
اِسْتَشْهِدُوْا	گواہی طلب کرو	عَلَیْهِنَّ	ان کے اوپر
اَرْبَعَةً	چار	فَاِنْ شَهِدُوْا	اگر وہ گواہی دے دیں
فَاَمْسِكُوْهُنَّ	انہیں روکے رکھو، مقید کردو،	بُیُوْت	بیت کی جمع گھر

Marfat.com

حَتّٰی	یہاں تک کہ		یَتَوَفّٰھُنَّ	موت ان کی مہلت کو
			اَلْمَوْتُ	پورا کردے
فَاٰذُوْھُمَا	انہیں ایذاء پہنچاؤ		فَاِنْ تَابَا	اگر وہ دونوں توبہ کریں
اَصْلَحَا	وہ دونوں اپنی اصلاح کرلیں		فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمَا	ان سے درگزر کرو
تَوَّاب	توبہ قبول کرنے والا		یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ	بے حیائی کا ارتکاب کریں

تفسیر

فاحشہ کا معنیٰ و مفہوم

''فاحشہ'' ہر قبیح، معیوب اور اخلاق سے گری ہوئی حرکت کو کہتے ہیں، اس کا انتہائی درجہ ''زنا'' ہے اور آیت میں یہی مراد ہے۔ اسلام میں زنا ایک قبیح ترین فعل ہے اور اسی لئے اس کی سزا بھی بہت سخت مقرر کی گئی ہے۔ اور چونکہ یہ ایسا قبیح فعل ہے جس سے باہمی اعتماد و محبت کا مقدس رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، افراد اور خاندانوں کے درمیان نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں۔ اس لئے اسلام میں اس کے ثبوت اور شہادت کا معیار تمام جرائم حتیٰ کہ قتل و قصاص سے بھی زیادہ کڑا اور انتہائی احتیاط پر مبنی ہے۔ باقی تمام معاملات کے ثبوت کے لئے دو افراد کی شہادت کافی ہے لیکن ثبوت زنا کے لئے چار عاقل و بالغ مردوں کی شہادت قطعی اور لازمی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو شریعت میں بارِ ثبوت مدعی پر ہے اور اگر وہ عدالت میں مطلوبہ شہادت پیش کرنے اور اپنے الزام کو ثابت کرنے میں ناکام رہا تو اس پر ''حد قذف'' نافذ کی جائے گی جو اسی (۸۰) کوڑے ہے اور جس کا بیان سورہ ''النور'' میں ہے۔ ثبوتِ ''جرم زنا'' کی یہ سخت ترین شرائط اس لئے عائد کی گئی ہیں تاکہ آسانی سے کوئی شخص کسی کی عزت و آبرو سے کھیلنے کی جسارت نہ کرسکے۔

Marfat.com

حد زنا

جس طرح اسلام کے باقی احکام تدریجاً نازل ہوئے، یہی تدریجی حکمت ''حد زنا'' کے بارے میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ میں ارشاد ہوا: ''کہ ایسی بدکار عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو، یہاں تک کہ انہیں موت آجائے یا اللہ تعالیٰ (آئندہ) ان کے لئے کوئی سبیل پیدا فرمائے۔'' اس کے بارے میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں:

ایک یہ کہ ابتداء اسلام میں زانیہ کی یہی سزا تھی۔ پھر سورہ النور میں تفصیلی احکام نازل ہوئے، یعنی زانی مرد اور زانیہ عورت کی سزا سو کوڑے مقرر کی گئی، چنانچہ'' حد زنا'' کے نزول کے بعد یہ آیت حکماً منسوخ ہوگئی اگرچہ تلاوتاً باقی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عبوری سزا اسلام نے مقرر کی تھی اور اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا یعنی یا اللہ ان کے لئے کوئی سبیل پیدا فرمائے، یہ حکم مجمل تھا اور شارع کی طرف سے بیان کا انتظار تھا، چنانچہ کچھ بیان تو سورہ ''النور'' میں آگیا اور بیان شافی وکافی خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرما دیا اور فرمایا: ''مجھ سے لے لو، مجھ سے لے لو، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سبیل نکالی ہے (مسلم)'' اور پھر احادیث کی روشنی میں اس کی جو تفصیل آئی وہ یہ ہے:

(الف) غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا سو کوڑے ہے، احادیث میں ایک سال کی جلاوطنی کا بھی ذکر ہے لیکن وہ حد کے طور پر نہیں بلکہ سیاستاً ہے اور حاکم کی صوابدید پر موقوف ہے۔

(ب) شادی شدہ زانی اور زانیہ کی سزا رجم (سنگسار کرنا) ہے۔

اگلی آیت میں زانی مردوں کے لئے یہ بھی فرمایا کہ انہیں ایذا دو، لیکن اسے بھی مجمل رکھا اور اس کی مقدار اور کیفیت کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا جو زبانی لعن طعن کی حد تک بھی ہوسکتی ہے اور تادیبا تعزیر و سزا کی صورت میں بھی۔ لیکن یہ بتا دیا کہ جب وہ توبہ کرلیں اور اپنے مجرمانہ کردار کی اصلاح کرلیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو۔

آیت نمبر ۱۵ میں ''اَلّٰتِیْ'' کا کلمہ لاکر صرف بدکار عورتوں کا ذکر کیا گیا، اور آیت نمبر ۱۶ میں ''اَلَّذَانِ'' فرما کر بدکار مردوں کا ذکر کیا گیا، اس بناء پر بعض مفسرین نے یہ رائے قائم کی

Marfat.com

ہے کہ ''ہم جنس پرست'' عورتوں اور مردوں کی بدکاری کی سزا بیان کی گئی ہے اور ''زنا'' کی حد کا بیان سورۃ ''النور'' اور احادیث مشہورہ میں ہے، جو کثرت طرق کی بنا پر ''حد تواتر'' کو پہنچی ہوئی ہیں۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

''وہ توبہ جس (کی قبولیت) کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہے، صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جلدی سے توبہ کر لیں تو وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرماتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور (یہ قبولیت) توبہ ان لوگوں کے لئے نہیں جو (مسلسل) گناہ کرتے رہیں، یہاں تک جب ان میں کسی کے سر پر موت آ کھڑی ہو تو کہنے لگے اب میری توبہ، اور نہ (یہ قبولیت) ان لوگوں کے لئے ہے جو کفر پر ہی مر جاتے ہیں، یہی ہیں جن کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

السُّوْٓءَ	برائی، گناہ،	السَّيِّاٰتِ	سیئۃ کی جمع، گناہ، برائی
اِذَا حَضَرَ	جب آجائے، حاضر ہو	تُبْتُ	میں نے توبہ کی
الْـٰٔنَ	اب	اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کیا ہے
اَلِيْمًا	دردناک		

Marfat.com

تفسیر

توبہ کا معنی ومفہوم

اِنَّمَا التَّوبَۃُ عَلَی اللہِ...... ''توبہ'' کے معنی ہیں ''رجوع کرنا'' جب یہ بندے کی صفت واقع ہو تو اس کا مطلب ہوگا'' بندے کا طلب معافی کے لئے اللہ سے رجوع کرنا'' اور جب اللہ کی صفت واقع ہو تو معنی ہوگا:'' اللہ کی رحمت اور شان عفو کا بندے کی طرف متوجہ ہونا اور اس کی خطاء معاف کرنا۔''

توبہ کا شرعی طریقہ

انسان خطا کا پتلا ہے، غلطی کرنا انسان کی فطری اور جبلی کمزوری ہے۔ لہٰذا غلطی کا ارتکاب انسانیت کے منافی نہیں ہے، البتہ غلطی پر قائم رہنا، ڈٹے رہنا، اپنی غلطی کا جواز تلاش کرنا، یہ شیطانی خصلت ہے اور انسانیت وآدمیت کے منافی ہے۔ لہٰذا اگر بہ تقاضائے بشری انسان سے خطا سرزد ہو جائے تو انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے رجوع کرے اور اپنے رب سے اس کی معافی مانگے۔ اسی جذبے اور ارادے کا نام توبہ ہے۔ حقیقی توبہ، جسے قرآن نے ''عَلَی اللہِ'' کہا ہے، کی چند شرائط ہیں:

ا۔ یہ کہ بندہ صدق دل سے اپنی غلطی کا اقرار واعتراف کرے۔

۲۔ اس غلطی پر نادم وشرمسار ہو اور اپنے رب سے اس کی معافی مانگے اور آئندہ اس سے اجتناب کا اپنے رب سے عہد کرے۔

۳۔ اس غلطی اور گناہ کے تلافی کی شریعت نے جو صورتیں تعلیم فرمائی ہیں یا احکام بیان کیے ہیں، ان کی تعمیل کرے مثلاً:

(الف) نماز، روزہ وغیرہ رہ گئے ہیں تو ان کی قضا کرے۔

(ب) زکوٰۃ ادا نہیں کی تو اب ادا کرے۔

(ج) کسی انسان کی حق تلفی کی ہے تو اس کا ازالہ کرے، اس کا ناجائز حاصل کیا ہوا مال اسے

Marfat.com

واپس کرے، اس کے نقصان کا ازالہ کرے، اس سے غلطی کی معافی مانگے وغیرہ۔

''علیٰ'' کا مفہوم

''علیٰ'' وجوب ولزوم کے لئے آتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہیں ہے، نہ ہی اس پر کسی کا کچھ واجب ہے، اس لئے جب قرآن وحدیث میں ''علی اللہ'' آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کہ'' اللہ تعالیٰ نے از راہ لطف وکرم اس کا وعدہ فرمایا ہے یا یہ جزا اپنے ذمۂ کرم پر لی ہے۔

نادانی میں گناہ کے ارتکاب کا مفہوم

يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ...... : ''جب وہ نادانی میں گناہ کا ارتکاب کرلیں'' گناہ کے حوالے سے نادانی وجہالت کے کئی معانی ہوسکتے ہیں:

(۱) بھول کر غلطی کر بیٹھیں۔(۲) جان بوجھ کر وہ کام کریں لیکن اس کے جرم وگناہ ہونے کا احساس نہ ہو(۳) قصداً وہ کام کریں، اس کے جرم ہونے کا احساس بھی ہو لیکن آخرت میں جو اس پر شدید عذاب ہوگا، اس کی جانب ذہن متوجہ نہ ہو۔

موقع ومحل کے مطابق ان سب صورتوں پر'' جہالت ونادانی'' کا اطلاق ہوسکتا ہے۔

ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ: یعنی'' پھر جلد ہی توبہ کرلیں'' گویا جلدی توبہ کرنا'' قبولیت توبہ'' کی شرط ہے۔لہٰذا مفسرین کرام نے اس کا مفہوم اس طرح واضح کیا ہے:

۱۔اس سے قبل کہ گناہ اس کی نیکیوں پر محیط ہو جائے اور نیکیوں کی بربادی کا سبب بن جائے، اس سے توبہ کرلیں۔

۲۔اس سے قبل کہ اس کے دل پر گناہ کی محبت غالب آجائے اور وہ اس کے دل کو اس قدر زنگ آلود کردے کہ نور ہدایت کے راستے مسدود ہو جائیں، اسے چاہئے کہ فوراً توبہ کرلے۔

۳۔تاہم توبہ کی گنجائش'' سکرات موت'' اور'' غرغرہ'' کی حالت طاری ہونے تک باقی رہتی ہے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

Marfat.com

۴۔ ''سکراتِ موت'' سے پہلے دو مرحلے آتے ہیں ایک کو ''باس'' سے تعبیر کیا گیا ہے، یعنی جب انسان یہ یقین کر لے کہ علاج کی ساری تدبیریں ناکام ہو چکی ہیں اور اب بقائے حیات کے سارے امکانات معدوم ہو گئے ہیں۔ ایسے عالم میں گناہوں کی توبہ کی قبولیت کا توامکان ہے لیکن اس وقت کا ایمان مقبول نہیں ہے۔

۵۔ ''سکراتِ موت'' کا وہ مرحلہ جب بندے کو ''عالم غیب'' کے حقائق، مثلاً فرشتے وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں، اس میں نہ ایمان مقبول ہے اور نہ توبہ، کیونکہ اب ''ایمان بالغیب'' نہیں بلکہ حقائق غیبی نظر آنے لگے ہیں۔ اس کیفیت کو ''یاس'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔

لہٰذا فَاُولٰٓئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ سے، ''کہ اللہ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے''، پہلے چار مراحل مراد ہیں۔ البتہ مرتبۂ قبولیت میں سب درجات برابر نہیں ہیں۔

جن کی توبہ قبول نہیں

وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کا ارتکاب ہوتے ہی، ضمیر واحساس کی بیداری کے لئے اولین مرحلے پر توبہ کرنا ہی حقیقی توبہ اور توبہ کا ''مرتبۂ کمال'' ہے۔ جو لوگ گناہ پر اصرار کریں، مسلسل گناہ کرتے چلے جائیں اور کسی مرحلے پر انہیں ''احساسِ جرم''، ''تلافیٔ جرم'' (یعنی توبہ پر) برانگیختہ نہ کرے تو وہ گناہوں کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور ان کے گناہوں کے ''سیلاب بلاخیز'' سے بچ نکلنے کی امید کم ہی ہوتی ہے۔

حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ...... : یہاں تک کہ جب موت سر پر آ کھڑی ہو، امید حیات کی آخری کرن بھی ڈوب چکی ہو اور پھر کہے کہ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ میں اب ایمان لایا''۔ ایمان اس کے لئے کسی فائدے کا سبب نہیں بنے گا۔

وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ...... یعنی جن کی موت کفر پر واقع ہوئی ہو، ان کے لئے توبہ کی قبولیت یا معافی کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ بعض آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار آخرت میں التجا کریں گے کہ ہم ایمان لے آتے ہیں ہمیں واپس

Marfat.com

دنیا میں جانے اور توبہ وعمل صالح کا ایک موقع دے دیا جائے، لیکن ان کی یہ تمنا بے سود ہوگی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا
تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ
مُبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ
تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾ وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ
زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ
أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا ﴿٢٠﴾ وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ
بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾

''اے ایمان والو! تمہارے لئے حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ اور انہیں اس غرض سے نہ روکو کہ (مہر) تم نے ان کو دیا تھا اس کا کچھ حصہ تم ان سے لے لو، سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی کریں، اور تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، پھر اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو کوئی بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند نہ کرو اور اللہ اس میں (تمہارے لئے) بہت بھلائی رکھ دے۔ اور اگر تم ایک بیوی کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہو حالانکہ اسے تم ڈھیر سارا مال دے چکے ہو، تو اس مال میں سے کچھ واپس نہ لو، کیا تم اس مال کو بہتان لگا کر اور کھلے گناہ کا ارتکاب کر کے واپس لو گے؟ اور آخر تم کس طرح اس مال کو واپس لو گے جب کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ (خلوت میں) مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں''۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا يَحِلُّ	حلال نہیں ہے	اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ	کہ تم عورتوں کے وارث بن جاؤ

كَرْهًا	جبراً، مجبور کر کے	وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ	یہ کہ تم انہیں نکاح سے روکو
عَضَل	کے معنی ہیں عورت کو اپنی پسند کے شخص کے ساتھ نکاح سے روکنا	اٰتَیْتُمُوْهُنَّ	تم نے انہیں دیا ہے
اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ	یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں	عَاشِرُوْهُنَّ	ان سے برتاؤ کرو
مَعْرُوْفًا	اچھا، پسندیدہ	اِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ	اگر تم انہیں نا پسند کرتے ہو
فَعَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا	قریب ہے کہ تم ناپسند کرو	اِنْ اَرَدْتُّمُ	اگر تم چاہتے ہو
اِسْتِبْدَال	بدلنے کی خواہش کرنا، تبدیلی چاہنا	قِنْطَارًا	ڈھیر سارا مال، بہت مال
بُهْتَان	جھوٹا الزام	وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا	کھلا گناہ

تفسیر

زبردستی عورتوں کا وارث بننے کی ممانعت

لَا یَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا...... ''تمہارے لئے جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ''۔ بغوی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے اس آیت مبارکہ کا پس منظر اور سبب نزول بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس ماحول اور معاشرت میں قرآن نازل ہوا، اس میں عورت بالعموم انسانی تکریم سے محروم تھی، اس کو محض ایک شے یا مال سمجھا جاتا تھا اور جب عہد جاہلیت میں کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو اس کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک کیا جاتا تھا، اس کی چند صورتیں حسب ذیل تھیں:

Marfat.com

(۱) اس عورت کا سوتیلا بیٹا یا کوئی اور قریب ترین مرد وارث آ کر اس پر کپڑا ڈال دیتا اور اس طرح وہ اس پر قابض و مختار بن جاتا۔ یا تو خود مہر ادا کئے بغیر اس سے نکاح کر لیتا اور یا کسی اور سے اس کا نکاح کرا کے مہر خود لے لیتا۔

(۲) یا اگر بالفرض اس مظلوم کو وراثت میں مال مل جاتا، یا پہلے سے اس کی ملک میں ہوتا تو اس کا یہ وارث یعنی قریب ترین والی اسے نکاح کرنے سے روکے رکھتا، یہاں تک کہ وہ مجبور ہو کر اپنی جان چھڑانے کے لئے اپنے زیر ملکیت مال اس کے حوالے کر دیتی۔

(۳) کبھی ایسا ہوتا کہ اگر کسی شخص کو اپنی بیوی ناپسند ہوتی تو وہ اسے اتنا تنگ کرتا کہ وہ اپنی گلو خلاصی کے لئے اپنے شوہر سے لیا ہوا مہر اسے واپس کرنے پر آمادہ ہو جاتی، یعنی اسے خلع لینے پر مجبور کیا جاتا تھا۔

چنانچہ اس آیت مبارکہ میں ان ظالمانہ رسموں کو ہمیشہ کے لئے ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت بھی تمہاری طرح آزاد و خود مختار انسان ہے جو انسانی تکریم اور انسانی حقوق کی حق دار ہے، لہٰذا جبراً مالِ وراثت سمجھ کر اس پر مسلط ہونا اور اس کا استحصال چھوڑ دو۔ اور نہ ہی اسے عدت وفات گزرنے کے بعد نکاح سے محض اس لئے روکو کہ وہ اپنا سارا مال مجبور ہو کر تمہارے حوالے کر دے۔ اور نہ ہی مہر میں دی ہوئی رقم واپس ہتھیانے کے لئے اس پر مظالم ڈھاؤ۔

فاحش بین کے معنی

اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ: سوائے اس صورت کے وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔'' یہاں پر ''کھلی بے حیائی'' سے صحابہ کرام، مفسرین و محدثین کرام نے دو معانی مراد لئے ہیں ایک یہ کہ عورت ''ناشزہ'' ہو یعنی اپنے شوہر کی نافرمان ہو، اس کے حقوق سے روگردانی کرے۔ دوسرا یہ کہ وہ بدکار ہو، ان دو استثنائی صورتوں میں قرآن نے شوہر کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اسے اس وقت تک قید نکاح سے آزاد نہ کرے جب تک اس کا مہر یا دیا ہوا مال واپس کرنے پر آمادہ نہ ہو۔ لیکن اس دوران بھی شوہر پر لازم ہے کہ اس کے ساتھ عدل و احسان کا برتاؤ کرے اور اس کے جملہ حقوق ادا کرے، چنانچہ فرمایا: وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ

Marfat.com

اور ایسی (ناگوار صورت حال میں بھی) ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

ناگواری کے باوجود نباہ کرنے کا حکم

فَاِنْ کَرِھْتُمُوْھُنَّ...... ان کلمات مبارکہ میں قرآن مجید نے شوہروں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ اگر بالفرض تمہاری بیوی تمہیں بدصورتی یا بداخلاقی کی وجہ سے ناپسند ہے، تب بھی اگر اپنی طبیعت پر جبر کر کے اسے گوارا کر سکتے ہو تو اسے طلاق نہ دو، ہوسکتا ہے شکل وصورت کی کمی کو اللہ تعالیٰ اس کے حسن اخلاق سے پورا فرما دے اور اس کی اچھی سیرت و کردار کی بدولت تمہارا گھر امن وسکون کا گہوارہ بن جائے یا اگر وہ بداخلاق ہے اور تم اس کی اخلاقی کمزوری برداشت کرلو تو اللہ تعالیٰ اس کے انعام کے طور پر تمہیں خوبصورت اور اعلیٰ ذہنی و جسمانی استعداد کی حامل اولاد سے نواز دے۔ چنانچہ فرمایا: فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا۔

”کیا عجب، کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں تمہارے لئے بہت بڑی بھلائی مقدر فرمادے“۔

عورت کو جان چھڑانے پر مجبور نہ کرو

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ کبھی ایسا ہوتا کہ عورت کا تو کوئی قصور نہیں ہوتا لیکن شوہر اپنے طبعی میلان یا بعض دیگر وجوہ کی بناء پر یہ خواہش اپنے دل میں رکھتا کہ کسی طرح موجودہ بیوی سے علیحدگی ہو جائے اور دوسری من پسند عورت سے نکاح کرلے۔ چنانچہ اول تو ویسے ہی بیوی کو تنگ کرتا اور اس سے کام نہ چلتا تو ناروا الزام تراشیوں پر اتر آتا، طرح طرح کی تہمتیں لگاتا، تاکہ بیوی تنگ ہو کر کہہ دے کہ میری جان چھوڑ دو تم نے جو مہر یا تحائف مجھے دیئے ہیں وہ سب واپس لے لو اور مجھے طلاق دے دو، یعنی اسے خلع پر مجبور کر دیتا، قرآن نے اس سے صراحت کے ساتھ منع کرتے ہوئے فرمایا:

(ترجمہ): ”اور اگر تم اپنی منکوحہ بیوی کو چھوڑ کر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہو اور تم نے اسے ڈھیر سارا مال بھی دے رکھا ہے، تو (طلاق کی صورت میں) اس سے کوئی چیز

Marfat.com

واپس نہ لو، بھلا کیا تم بہتان لگا کر کھلا گناہ کر کے (حیلے بہانوں سے) یہ مال واپس لو گے؟''

مقدار مہر پر شرعاً تحدید نہیں ہے

گزشتہ صفحات میں ہم ''مہر'' کا مفہوم اور حکمت بیان کرتے ہوئے یہ واضح کر چکے ہیں کہ شریعت نے اگرچہ بہت زیادہ مہر مقرر کرنے کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ مہر کی انتہائی مقدار پر کوئی قانونی روک ٹوک اور پابندی بھی عائد نہیں کی، بلکہ اسے فریقین کے معاشی حالات اور صوابدید پر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ایک عورت کا مکالمہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ نیز ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین کے مہر بھی اگرچہ ان کی شان اور حضور اکرم ﷺ کے مقامِ عالی کی نسبت سے نہایت کمتر تھے لیکن اس دور کے اعتبار سے فی نفسہ بالکل برائے نام بھی نہ تھے۔ چنانچہ تفسیر مظہری میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ازواجِ مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ تولہ سونا تھا (بحوالہ صحیح مسلم) یہ رقم پانچ سو درہم کے مساوی تھی، لیکن ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر نجاشی شاہ حبشہ نے چار ہزار درہم ادا کیا تھا، خلاصۃ السیر میں ہے کہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مہر ساڑھے بارہ تولہ سونا تھا۔

مہر کی کم از کم مقدار

مہر کی کم از کم مقدار کے بارے میں ائمہ اربعہ کی آراء درج ذیل ہیں:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم چاندی (جو ۲ء۶۲۵) تولہ یا ۶۱۸ء۳۰ گرام کے برابر ہے) یا ایک دینار سونا ہے، وہ امام بیہقی کی روایت کردہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔'' نیز وہ نصاب سرقہ سے بھی استدلال کرتے ہیں جو دس درہم چاندی یا ایک دینار سونا ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم مہر کی مقدار چوتھائی دینار سونا یا تین درہم چاندی ہے جو ۱۵۸ء۹ گرام یا ۰ء۷۸۷۵ تولہ کے برابر ہے۔

Marfat.com

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار متعین نہیں ہے، کچھ بھی مقرر کیا جا سکتا ہے (الفقة الاسلامی وادلتة مصنفه دکتور وهبه زحیلی، جلد نمبر ۷، ص ۲۵۶، ۲۵۷)۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اور شرعی مسئلے کی وضاحت فرما دی، وہ یہ کہ کسی شخص کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے لیکن کسی سبب سے وہ رخصتی سے پہلے اسے طلاق دے دے تو صرف آدھا مہر اسے دینا پڑتا ہے۔ لیکن اگر رخصتی عمل میں آ جائے اور زوجین کے درمیان ''خلوت صحیحہ'' (Privacy) ہو جائے، یعنی تنہائی میں ایسی قربت کہ مباشرت میں کوئی طبعی یا شرعی رکاوٹ نہ ہو، تو طلاق کی صورت میں شوہر پر پورا مہر ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے، چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

(ترجمہ): اور تم آخر کیسے اس مہر کو واپس لو گے حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ خلوت (صحیحہ) کر چکے ہو۔

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

''اور ان عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو، مگر جو گزر چکا، بلاشبہ یہ بڑی بے حیائی کا کام اور غضب الٰہی کا سبب اور بہت ہی برا دستور ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

قَدْ سَلَفَ گزر چکا مَقْتٌ ناراضگی، غضب سَآءَ برا

تفسیر

یہاں سے محرمات نکاح کا ذکر شروع ہو رہا ہے۔ محرمات سے مراد، وہ عورتیں ہیں جن کے ساتھ کسی شخص کا نکاح کرنا حرام ہے۔ ان کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(۱) محرمات مؤبدہ (PROHIBTION OF MARRIAGE FOR EVER):

Marfat.com

یعنی وہ عورتیں جن کے ساتھ کسی شخص کا نکاح ابدی اور دائمی طور پر حرام ہے جیسے ماں، بیٹی وغیرہ۔ان کی مزید تین قسمیں ہیں۔

(الف)محرمات نسبیہ (KINSHIP)

نسبی رشتے کے حوالے سے اصولی (ماں، دادی وغیرہ) وفروعی (بیٹی، پوتی وغیرہ) رشتے کی وہ خواتین جن کے ساتھ نکاح دائمی طور پر حرام ہے۔

(ب)محرمات رضاعیہ (FOSTER RELATIONSHIP):

رشتۂ رضاعت (دودھ شریک کا رشتہ) کے حوالے سے وہ رشتے دار خواتین جن کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے، جیسے دودھ شریک بہن وغیرہ۔

(ج)محرمات بالمصاہرہ (RELATIONSHIP OF MARRIAGE):

کسی عورت کے ساتھ نکاح کے تعلق سے بعض رشتے وجود میں آتے ہیں، انہیں ''رشتۂ مصاہرت'' کہتے ہیں، یہ بھی دائمی طور پر حرام ہوتے ہیں، جیسے شوہر کے لئے ساس، بیوی کی سابقہ شوہر سے اولاد اور عورت کے لئے خسر اور شوہر کی کسی اور بیوی سے بیٹا وغیرہ۔

(۲)محرمات غیر مؤبدہ

ایسی عورتیں جن کے ساتھ نکاح حرام تو ہے، مگر ابدی اور دائمی طور پر نہیں ہے، جب وجہ حرمت دور ہو جائے تو نکاح جائز ہو جائے گا، جیسے ایک عورت کسی شخص کے نکاح میں ہے، اس کے ساتھ دوسرے شخص کا نکاح حرام ہے، لیکن اگر وہ شخص بالفرض اسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو اب اس کے ساتھ کوئی بھی دوسرا شخص بلا روک ٹوک نکاح کر سکتا ہے، بشرطیکہ کوئی اور وجہ ممانعت نہ ہو، اسے منکوحہ غیر کہتے ہیں وغیرہ۔

محرمات کی قبیح ترین قسم

اس آیۂ مبارکہ میں نکاح کی ایک قبیح ترین قسم سے منع کیا گیا ہے اور وہ ہے اپنے باپ کی منکوحہ سے طلاق یا وفات کے بعد نکاح کرنا یعنی سوتیلی ماں سے نکاح، اس کا ضمناً ذکر پہلے بھی آچکا ہے اور اجمالاً اگلی آیت میں محرمات کے ضمن میں پھر آرہا ہے۔لیکن اس کی

Marfat.com

شدید ترین قباحت اور بے حیائی کو ظاہر کرنے کے لئے یہاں الگ سے تفصیلاً بھی ذکر کیا ہے۔ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور/رائج تھا، مفسرین کرام نے ایسے اشخاص کے نام بھی ذکر کئے ہیں جو ماضی میں اپنے باپوں کی منکوحات سے نکاح کر چکے تھے۔ مثلاً اشعث بن قیس، اسود بن خلف، صفوان بن امیہ، منظور بن ریان، ابومعیط وغیرہ۔ رئیس المفسرین امام رازی نے فرمایا کہ کسی چیز کی قباحت کے تین سبب ہو سکتے ہیں، عقلی، شرعی اور عادی، اس میں یہ تینوں جمع ہیں اور قرآن نے انہیں بالترتیب "فاحشة" "مقتا" اور سَآءَ سَبِيْلًا کے کلمات سے بیان کیا ہے۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک باپ کی مزنیہ سے بھی نکاح حرام ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک صرف "منکوحة الاب" سے نکاح حرام ہے۔ کیونکہ امام اعظم کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک صرف نکاح سے یہ حرمت ثابت ہوتی ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ٘ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ﴿۲۳﴾

"تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہاری ان بیویوں کی، جن سے تم صحبت کر چکے ہو، (دوسرے شوہروں سے) بیٹیاں جو تمہاری گودوں میں پرورش پا رہی ہیں، لیکن اگر تم نے ان بیویوں سے

Marfat.com

(نکاح کے بعد) صحبت نہ کی ہو تو (انہیں طلاق دے کر) ان کی (سابقہ) لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اور (اسی طرح) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی (تم پر حرام ہیں) اور یہ (بھی) کہ تم دو بہنوں کو (بیک وقت) نکاح میں جمع کرو، مگر جو گزر چکا (سو گزر چکا)، بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا مہربان ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

حُرِّمَتْ	حرام کردی گئی ہیں	اُمَّھٰتُ	اُمّ، کی جمع یعنی ماں، دادی وغیرہ
بَنٰتُ	بنت کی جمع لڑکیاں	اَخَوٰات	اُخت کی جمع بہنیں
عَمّٰتُ	عمہ کی جمع پھوپھیاں	خٰلٰتُ	خالہ کی جمع خالائیں
بَنٰتُ الْاَخِ	بھتیجیاں	بَنٰتُ الْاُخْتِ	بھانجیاں
الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ	جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا	الرَّضَاعَةِ	دودھ کا رشتہ
رَبَائِب	ربیبہ کی جمع پرورش پانے والیاں	حُجُوْر	حجر کی جمع گودیں
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ	جن سے تم نے صحبت کی ہے	جُنَاحَ	حرج، گناہ
حَلَآئِلُ	حلیلہ کی جمع بیویاں	اَصْلَاب	صلب کی جمع، پشتیں مراد نسبی اولاد
اَنْ تَجْمَعُوْا	یہ کہ تم جمع کرو	اُخْتَیْنِ	دو بہنیں

تفسیر

اس آیہ مبارکہ میں "محرمات نکاح" کی تفصیل بیان کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:

(ا) محرمات نسب

(الف) ماں (اس میں دادی، نانی اور اس سے اوپر کی جدات سب داخل ہیں)

Marfat.com

(ب) بیٹی (اس میں صلبی لڑکی، پوتی، نواسی، نیچے تک سب داخل ہیں) البتہ منہ بولی بیٹی اور لے پالک اس میں شامل نہیں ہیں بشرطیکہ اس میں حرمت کا کوئی اور سبب نہ ہو۔

(ج) اخوات: بہنیں اس میں حقیقی، علاتی (باپ شریک) اور اخیافی (ماں شریک) سب بہنیں شامل ہیں۔

(د) عمات: پھوپھیاں (باپ کی حقیقی، علاتی اور اخیافی سب بہنیں اس میں شامل ہیں)۔

(ہ) خالات: خالائیں (والدہ کی حقیقی، علاتی، اور اخیافی بہنیں سب اس میں شامل ہیں)۔

(و) بَنٰتُ الْاَخِ: بھتیجیاں (حقیقی، علاتی اور اخیافی ہر قسم کے بھائیوں کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے)۔

(ز) بَنٰتُ الْاُخْتِ: بھانجیاں (حقیقی، علاتی اور اخیافی ہر قسم کی بہنوں کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہے)۔

(۲) محرمات رضاعت

''رضاعت'' کے معنی ہیں ''دودھ پلانا''، جس رضاعت کی بناء پر نکاح حرام ہوتا ہے وہ امام اعظم کے نزدیک بچے کی پیدائش سے لے کر اڑھائی سال تک کا عرصہ ہے، جبکہ دیگر ائمہ، جن میں امام اعظم کے دو بڑے تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد بھی شامل ہیں، کے نزدیک یہ مدت دو سال ہے۔ یعنی اگر کسی لڑکے نے دودھ پینے کی اس اڑھائی سالہ مدت کے بعد کسی عورت کا دودھ پیا تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ اسی طرح امام اعظم کے نزدیک ایک چسکی سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک کم از کم پانچ چسکیوں سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔

کسی لڑکے نے بچپن میں جس عورت کا دودھ پیا ہے، خواہ ایک چسکی ہی ہو اور خواہ ایک ہی بار پیا ہو، وہ عورت اس کی ''رضاعی ماں'' کہلاتی ہے اور اس سے نکاح حرام ہے۔ رضاعی بیٹا بھی نسبی بیٹے کے حکم میں ہے۔ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ رضاعی بہنیں، یعنی رضاعت کے رشتے سے جو بہنیں ہیں، ان سب سے نکاح حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

''يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ'' یعنی نسبی قرابت کی بناء پر جن خواتین سے نکاح حرام ہے، رضاعت کے رشتے سے بھی ان سب سے نکاح حرام ہے، مثلاً:

لڑکے نے جس عورت کا دودھ پیا، وہ اس کی رضاعی ماں بن جائے گی، اس عورت کا شوہر رضاعی باپ، ''رضاعی بھتیجیاں'' اور ''رضاعی بھانجیاں'' وغیرہ ان سب سے نکاح حرام ہے۔

ایک لڑکا اور لڑکی جو آپس میں اجنبی ہیں، دونوں نے مل کر ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا تو وہ عورت ان دونوں کی ''رضاعی ماں'' بن جائے گی اور یہ دونوں بھی آپس میں رضاعی بھائی بہن بن جائیں گے اور ان کا آپس میں نکاح حرام ہوگا۔ لیکن وہ اجنبی لڑکی جو دودھ کے رشتے سے اس لڑکے کی رضاعی بہن بن کر حرام ہوگئی ہے، اس کی نسبی ماں یا بہن سے اس لڑکے کا نکاح جائز ہے کیونکہ ان کے درمیان کوئی حرمت کا رشتہ نہیں ہے۔

رضاعت کا رشتہ یک طرفہ متعدی ہوتا ہے

''رضاعی رشتہ'' متعدی تو ہوتا ہے مگر یک طرفہ طور پر، یعنی اگر ایک لڑکے نے ایک اجنبی عورت کا دودھ پیا ہے تو وہ اس کی رضاعی ماں بن گئی اور اس کی نسبت سے وہ تمام رشتے جن کا ذکر اوپر آیا ہے اس لڑکے پر حرام ہوگئے، لیکن اس لڑکے کے بھائیوں اور بہنوں کے لئے یہ حرمت مؤثر نہیں ہے، اسی طرح اس دودھ پلانے والی عورت کی اولاد پر اس دودھ شریک بھائی کے علاوہ اس کے دوسرے بہن بھائی، جنہوں نے اس عورت کا دودھ نہیں پیا حلال ہیں۔

رشتۂ رضاعت کے ثبوت کے لئے دو دین دار مردوں یا ایک مرد اور دو دین دار عورتوں کی گواہی ضروری ہے، اس سے کم میں رضاعت ثابت نہیں ہوگی، تاہم اگر ایک دین دار مرد یا ایک دین دار عورت اور ایک مرد یا صرف ایک دین دار عورت بھی گواہی دے دے تو احتیاط بہتر ہے۔

Marfat.com

حرمت مصاہرت

''صہر'' داماد کو کہتے ہیں۔ ''حرمت مصاہرت'' سے مراد وہ حرمت ہے جو نکاح کے رشتے سے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ منکوحہ بیوی کی ماں (ساس) اور جس بیوی سے صحبت کر چکا ہو، شوہر پر اس کی سابقہ شوہر سے بیٹی بھی حرام ہے۔ اس طرح صلبی بیٹے کی بیوی (بہو) اور پوتے اور نواسے کی بیویوں سے بھی نکاح حرام ہے۔ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ: ''اور دو بہنوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے'' خواہ وہ حقیقی ہوں، علاتی ہوں یا اخیافی، نسب کے رشتے سے ہوں یا رضاعت کے رشتے سے، اسی طرح پھوپھی، بھتیجی اور خالہ اور بھانجی کو بھی بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس کی ممانعت صحیحین کی حدیث میں آئی ہے، فقہاء کرام نے اس کا قاعدہ کلیہ یہ بیان کیا ہے کہ کسی بھی دو ایسی عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا حرام ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کرلیں تو دوسری اس پر حرام ہو جائے، جیسے دو بہنیں یا پھوپھی اور بھتیجی وغیرہ۔ ہاں البتہ اگر ایک بہن نکاح میں ہے اسے طلاق دے دے اور عدت گزر جائے تو پھر اس کی بہن یا پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے نکاح کر سکتا ہے، بس دونوں کو نکاح میں یکجا نہیں کر سکتا۔

ربیبہ کا معنی ومفہوم

وَرَبَآئِبُكُمْ...... : ''ربائب'' ''ربیبہ'' کی جمع ہے جس کے معنی ہیں پرورش پانے والی، حجور، حجر کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں ''گود۔'' آیت کے اس حصے کا مطلب یہ ہے کہ بالفرض ایک شخص نے ایک مطلقہ یا بیوہ عورت سے نکاح کیا اور اس کی گود میں سابقہ شوہر سے بیٹی ہے، تو اگر یہ شوہر اس عورت سے مباشرت کر لیتا ہے تو یہ سوتیلی بیٹی اس پر حرام ہو جائے گی، لیکن اگر نکاح کے بعد مباشرت کا موقع نہیں آیا اور اس شخص نے اس عورت کو طلاق دے دی، تو عدت گزرنے کے بعد وہ شخص اپنی اس مطلقہ بیوی کی اس بچی سے نکاح کر سکتا ہے جو اس کے سابقہ شوہر سے ہے۔

اِلَّا مَاقَدْ سَلَفَ: ''مگر جو گزر چکا، سو گزر چکا۔'' یعنی ایسے نکاح، جنہیں شریعت نے

Marfat.com

حرام قرار دے دیا ہے، اگر اس حکم کے نزول سے پہلے کئے جا چکے تھے، تو ان کے قصور کو اللہ عذر اور لاعلمی کی بناء پر معاف فرما دے گا۔ لیکن نزولِ حکم کے وقت اگر کہیں ایسا نکاح موجود ہو تو فوراً تفریق کر دی جائے گی اور نکاح باطل قرار پائے گا۔

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَ اَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

"اور وہ عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) جو دوسروں کے نکاح میں ہیں مگر (کافروں کی وہ عورتیں) جو تمہاری ملکیت میں آ جائیں، یہ حکم تم پر اللہ کا فرض کیا ہوا ہے، اور

Marfat.com

ان محرمات کے علاوہ باقی (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ تم شہوت رانی کیلئے نہیں بلکہ (قید) نکاح میں لانے کی غرض سے اپنے مال (یعنی مہر) کے عوض انہیں طلب کرو، تو پھر تم نے جن عورتوں سے (نکاح کرکے) فائدہ اٹھا لیا تو ان کے مقررہ مہر انہیں ادا کر دو، اور مہر مقرر ہونے کے بعد تم باہمی رضامندی سے (کمی بیشی کرلو) تو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، بلاشبہ اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور تم میں سے جو آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہیں رکھتا، تو وہ ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے جو تمہارے قبضے میں ہیں، اور اللہ تمہارے ایمان (کی حقیقت) کو خوب جانتا ہے، تم ایک دوسرے کے (ہم جنس) ہو، تو تم ان (باندیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور دستور کے مطابق ان کے مہر انہیں ادا کرو، درآں حالیکہ وہ قید (نکاح) میں آنے والیاں ہوں، نہ (کھلی) بدکار ہوں اور نہ غیروں سے پوشیدہ تعلقات جوڑنے والیاں ہوں، پھر جب وہ قید (نکاح) میں آجائیں، پھر بے حیائی کا کام کریں تو ان پر اس کی آدھی سزا ہے جو آزاد (کنواری) عورتوں پر ہے، یہ (باندیوں سے نکاح کا حکم) تم میں سے اس کیلئے ہے جسے بدکاری (میں مبتلا ہونے) کا خوف ہو، اور صبر کرنا تمہارے لئے بہتر ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے (اپنے احکام) کھول کر بیان کر دے اور تمہیں چلائے ان (نیک) لوگوں کی راہ پر جو تم سے پہلے ہو گزرے اور اپنی رحمت سے تم پر توجہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے توجہ فرمائے اور جو لوگ خواہشات (نفسانی) کی پیروی کر رہے ہیں، چاہتے ہیں کہ تم (راہ حق سے) منہ موڑ کر بہت دور ہٹ جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کردے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے''۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

الْمُحْصَنٰتُ	محصنہ کی جمع شادی شدہ عورت	اَحْصَنَ الْمَرْاَۃُ	عورت کا شادی کرنا
مُحْصِنٌ	شادی شدہ مرد	حَصُنَ یَحْصُنُ حَصَانَۃً	عورت کا پاک دامن ہونا
اَلْحِصْنُ	قلعہ	کِتٰبَ اللّٰہِ	اللہ کا لکھا ہوا، جو تحریر کسی بات کو قطعی بنانے کیلئے لکھی جاتی ہے، مراد قانون
اُحِلَّ	حلال قرار دیا گیا ہے	مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ	اس کے علاوہ
اَنْ تَبْتَغُوْا	یہ کہ تم طلب کرو، چاہو	مُسٰفِحِیْنَ	مسافح کی جمع، بدکار
سَافَحَ مُسَافَحَۃً	بدکاری کرنا	اِسْتَمْتَعْتُمْ	تم فائدہ اٹھاؤ
اُجُوْرَ	اجر کی جمع مراد مہر	فَرِیْضَۃً	لازم، مقررہ
فِیْمَا تَرٰضَیْتُمْ	جس میں تم دونوں رضامند ہو	تَرَاضِی	باہمی رضامندی
مَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ	جو طاقت نہیں رکھتا	طَوْلًا	قدرت، مالی کشادگی
فَتَیٰتِ	فتاۃ کی جمع نوجوان عورت مراد کنیز	مُتَّخِذٰتِ	پکڑنے والیاں
اَخْدَانٍ	خدن کی جمع دوست، مراد پوشیدہ دوست	لِمَنْ خَشِیَ	جو ڈرتا ہے

Marfat.com

الْعَنَتَ	بدکاری	لِيُبَيِّنَ	تاکہ کھول کر بیان کرے
يَهْدِيَكُمْ	تمہیں ہدایت دے	سُنَنَ	سنہ کی جمع طریقہ
يَتَّبِعُوْنَ	پیروی کرتے ہیں	الشَّهَوٰتِ	شہوۃ کی جمع خواہش نفس
اَنْ تَمِيْلُوْا	یہ کہ تم پھر جاؤ	اَنْ يُّخَفِّفَ	یہ کہ ہلکا کردے (بوجھ)
خُلِقَ	پیدا کیا گیا ہے		

تفسیر

مندرجہ بالا آیات ۲۴ تا ۲۸ کا مضمون تقریباً مربوط اور مسلسل ہے اس لئے ان کی تفسیر وتشریح ایک ساتھ کی جارہی ہے تا کہ پورا مضمون سمجھ میں آجائے۔طلبہ کی تفہیم کے لئے آیات کے اہم حصوں کی نشاندہی کر کے تشریح کی جائے گی۔

حصن،احصان اورمحصنہ کے معانی

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ: یہ لفظ ''حصن'' سے نکلا ہے جس کے معنی ،قلعہ، پناہ،مرادی معنی ''قید میں آنا'' یا ''حفاظت و حصار میں آنا'' بھی ہوسکتا ہے۔امام المفسرین امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔اور اس کی اصل روح سب جگہ موجود ہے،وہ معانی یہ ہیں:

(۱) ''احصان'' کے معنی ہیں عورت یا مرد کا شادی شدہ ہونا، وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ یعنی ''شادی شدہ عورتیں''،مراد یہ کہ جو عورتیں دوسروں کی قید نکاح میں بدستور ہیں، ان سے نکاح حرام ہے۔اسی طرح اگلی آیت میں فَاِذَآ اُحْصِنَّ سے بھی یہی معنی مراد ہیں۔یعنی جب وہ قید نکاح میں آجائیں،اسی آیت میں ''محصنین'' سے بھی یہی معنی مراد ہیں،یعنی یہ کہ تم مہر ادا کر کے شادی کرو نہ کہ شہوت رانی۔

(۲) ''احصان'' کے دوسرے معنی ہیں ''حریت'' چنانچہ اگلی آیت میں وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ...... سے یہی معنی مراد ہیں یعنی تم میں سے جو شخص آزاد عورت سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کر

Marfat.com

لے۔اس طرح سورۃ ''النور'' میں وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ میں یہی معنی مراد ہیں۔یعنی یہ کہ جو لوگ آزاد عورتوں پر تہمت لگائیں تو انہیں چار گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا ورنہ ''حد قذف'' ان پر جاری ہوگی۔

(۳) ''احصان'' کے تیسرے معنی ہیں پاک دامنی، عفت، چنانچہ اگلی آیت میں مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ سے یہی مراد ہیں کہ وہ پاک دامن ہوں، بدکار نہ ہوں۔

(۴) ''احصان'' کے چوتھے معنی ''اسلام'' کے ہیں، چنانچہ ایک قول کے مطابق فَاِذَآ اُحْصِنَّ سے اسلام کے معنی بھی مراد ہیں۔

آیات میں بیان کردہ مسائل

ان دو آیات میں بیان کردہ مسائل حسب ذیل ہیں:

۱۔ یہ کہ جو عورت دوسرے کے نکاح میں ہے، جب تک وہ طلاق حاصل کر کے عدت نہ گزار لے، اس سے نکاح حرام ہے، وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ سے یہی مراد ہے۔

۲۔ اپنی مملوکہ باندی سے نکاح کے بغیر بھی مباشرت جائز ہے، صرف ایک شرط ہے کہ پہلی بار جب اس کی ملکیت میں آئی ہو، کم از کم حیض کا ایک دورانیہ گزار کر یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ حمل سے نہیں ہے، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کے بعد مباشرت کی اجازت ہوگی۔ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ سے یہی مراد ہے۔

۳۔ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ سے مراد یہ ہے کہ قرآن نے جن محرمات نکاح کو بیان کر دیا ہے، ان کے علاوہ دیگر عورتوں سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور وجہ ممانعت نہ ہو۔

۴۔ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ...... ''یہ کہ تم اپنے مالوں (مہر) کے بدلے میں انہیں حاصل کرو نکاح کر کے نہ کہ شہوت رانی کے لئے''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نکاح میں بہرحال مہر شرط لازم ہے۔

۵۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ...... یعنی اگر منکوحہ عورت سے شوہر استفادہ کر لے اور ''خلوت صحیحہ'' یا مباشرت ہو جائے تو پورا مہر ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

۶۔ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ...... اگر زوجین بلا کسی جبر و اکراہ کے باہمی رضا مندی کے ساتھ مقررہ مہر میں کمی یا اس پر زیادہ کریں تو یہ گناہ کی بات نہیں ہے۔

۷۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا...... اگر کوئی شخص اتنی مالی استطاعت نہیں رکھتا کہ معقول مہر ادا کر کے آزاد عورت سے نکاح کرے تو مسلمان باندی سے نکاح کر لے۔

۸۔ فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ یعنی یہ کہ باندیوں سے نکاح ان کے مالک کی اجازت سے کیا جائے گا۔

۹۔ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی اگر باندیوں سے تم نکاح کرو تو ان کا مہر بھی دستور کے مطابق ادا کرو۔

۱۰۔ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ أَخْدَانٍ یعنی باندیوں سے نکاح کا یہ مشورہ تب مفید ہوگا کہ وہ بخوشی نکاح کی پابندیوں کو قبول کریں، نہ کھلی بدکاری کریں اور نہ کسی سے پوشیدہ راز و نیاز کے تعلقات قائم کریں۔

۱۱۔ فَإِذَا أُحْصِنَّ فَإِنْ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ یعنی اگر شادی شدہ باندی بدکاری کا ارتکاب کرے تو آزاد کنواری عورت کی جو حد زنا، سو کوڑے ہے، اس کی سزا اس کا نصف پچاس کوڑے ہوگی۔

۱۲۔ باندی سے نکاح کا قرآنی مشورہ اس نادار کے لئے ہے جو اپنے نفس پر قابو نہیں پا سکتا اور اسے بدکاری میں مبتلا ہونے کا خوف ہو ورنہ صبر بہتر ہے۔

۱۳۔ آیت نمبر ۲۶ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے اور تا کہ تمہیں گزشتہ امتوں کے پاکیزہ لوگوں کی راہ پر چلائے۔

۱۴۔ آیت نمبر ۲۷ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمتوں کا مرکز بنانا چاہتا ہے لیکن بندگانِ ہوس اور شہوت پرست لوگ شرعی حدود و قیود کو پامال کر کے تمہیں صراط مستقیم سے ہٹانا چاہتے ہیں۔

۱۵۔ آیت نمبر ۲۸ میں فرمایا کہ یہ احکام ''ضعیف البنیان'' (کمزور قوت ارادی

Marfat.com

والے) انسان سے اس کی بداعمالیوں اور فکری کجی کا بوجھ اتارنے کے لئے نازل کئے گئے ہیں نہ کہ بے مقصد بار مشقت ڈالنے کے لئے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ
تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ
رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَ
كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ
نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال کو ناجائز طریقوں سے خورد برد نہ کرو، سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضامندی سے تجارت ہو (تو نفع حلال ہے)، اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو، بلاشبہ اللہ تم پر بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اور جو شخص زیادتی اور ظلم کے ساتھ ایسا کرے گا تو عنقریب ہم اسے (جہنم کی) آگ میں جھونک دیں گے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان سا کام ہے۔ اور اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچتے رہے، جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تمہارے (صغیرہ) گناہوں کو (تمہارے نامہ اعمال سے) مٹا دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ (جنت میں) داخل کریں گے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا تَاْكُلُوْٓا	مت کھاؤ	بِالْبَاطِلِ	ناحق، ناجائز
تَرَاضٍ	باہمی رضامندی	لَا تَقْتُلُوْٓا	قتل نہ کرو
عُدْوَان	حد سے بڑھنا، زیادتی کرنا	نُصْلِيْهِ	ہم اسے آگ میں داخل کریں گے
يَسِيْرًا	آسان	اِنْ تَجْتَنِبُوْا	اگر تم بچتے رہو گے

Marfat.com

كَبَآئِرَ	کبیرہ کی جمع "بڑا گناہ"	مَاتُنْهَوْنَ عَنْهُ	جن سے تمہیں روکا گیا ہے
نُكَفِّرْعَنْكُمْ	ہم تمہارے گناہ معاف کر دیں گے، مٹادیں گے	مُّدْخَلًا	داخل ہونے کی جگہ ٹھکانا
كَرِيْمًا	عزت والی		

تفسیر

باہمی ظلم وزیادتی کی ممانعت

ان آیات میں انسانوں کے باہمی حقوق کی پاسداری کا حکم دیا گیا ہے اور ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی سے روکا گیا ہے۔

۱۔ لَاتَاْكُلُوْٓااَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ: یعنی آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقوں سے ہڑپ نہ کرو۔ چوری، غصب، لوٹ مار، سود، رشوت، خیانت اور لین دین میں دھوکہ دہی، سب اس میں شامل ہیں۔

۲۔ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ: سوائے اس کے باہمی رضامندی سے تمہاری آپس میں تجارت ہو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کی رضامندی سے تجارت ہو، دھوکہ دہی اور فریب نہ ہو، اور کوئی نفع کمالے تو یہ بالکل جائز ہے۔

۳۔ وَلَاتَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ: اپنے آپ کو قتل نہ کرو، یہ قتل انسانی سے روکنے کا نہایت نفیس اور بلیغ انداز ہے کہ جسے تم قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہو، وہ کوئی غیر نہیں ہے، تمہارا اپنا بھائی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن ایک جان کی مانند ہیں۔" اور اس کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ "قصاص" میں تمہاری اپنی جان چلی جائے۔ لہٰذا ایسا سنگین جرم کرنے سے پہلے بار بار سوچو۔

۴۔ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا......: اور جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا تو اسے ہم جہنم میں جھونک دیں گے۔" "عدوان" کے معنی ہیں "شریعت کی مقرر کردہ حلال وحرام

Marfat.com

کی حدود سے تجاوز کرنا'' اور ''ظلم'' کے معنی ہیں کسی کا حق مارنا یا اس کے حق سے کم دینا۔

۵۔ اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْھَوْنَ: یعنی ''اگر تم کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو گے تو (اس کے صلے اور انعام کے طور پر) ہم تمہارے صغیرہ گناہوں کو معاف کر دیں گے۔''

گناہ کبیرہ وصغیرہ کی تعریف

گناہ کبیرہ کی کوئی متعین تعریف یا تقسیم کتاب وسنت میں مذکور نہیں ہے۔ تاہم مفسرین، محدثین اور محققین علماء کرام نے اس پر کافی طبع آزمائی کی ہے اور اپنے اپنے موقف پر کتاب وسنت سے استدلال کیا ہے۔ اس موضوع پر مفصل رسائل بھی تصنیف کئے گئے ہیں، تفسیر کبیر میں امام رازی نے بھی کافی مفصل بحث کی ہے۔

سطور ذیل میں ہم ان ابحاث کا خلاصہ پیش کریں گے، دلائل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

(۱) ایک رائے یہ ہے کہ ''گناہ'' صرف گناہ ہے، چھوٹا بڑا نہیں ہے، اور نہ ہی کسی گناہ کو چھوٹا یا حقیر اور کسی نیکی کو بڑا سمجھنا چاہئے، جیسے آگ کا چھوٹا یا بڑا انگارہ۔

(۲) بعض علماء نے کہا گناہ کبیرہ، ''فرض کے ترک'' اور ''حرام کے ارتکاب'' کو کہتے ہیں، جیسے بلا عذر نماز نہ پڑھنا اور شراب پینا وغیرہ۔

(۳) ایک قول یہ ہے کہ جس گناہ پر عذاب کی ''وعید'' آئی یا اسے ''لعنت وغضب الٰہی'' کا سبب قرار دیا گیا ہے، وہ کبیرہ ہے یا جس کے بارے میں ''نہی'' کا حکم آیا ہے۔

(۴) سورہ الحجرات میں کفر، فسوق اور عصیان کا ذکر ہے، پہلے دو کبیرہ ہیں اور عصیان صغیرہ۔

(۵) ''گناہ کبیرہ'' توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا اور اس کی تلافی بھی لازمی ہے جبکہ صغیرہ گناہ اعمال صالحہ کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ جیسے اس آیت اور بے شمار احادیث میں تذکرہ ہے۔

(۵) کبیرہ گناہوں کی تعداد معین طور پر شریعت میں نہیں بتلائی گئی، تاہم بعض علماء نے سات، دس، چالیس اور ستر سے لے کر سات سو تک شمار کئے ہیں۔ امام رازی نے مثال کے طور پر چند کا تذکرہ کیا ہے اور چند کا احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے، مثلاً کفر وشرک،

Marfat.com

قتل ناحق، ماں باپ کی نافرمانی، میدانِ جہاد سے بھاگ جانا، غیبت، زنا، یتیم کا مال ناحق کھانا، سودخوری، جھوٹی گواہی، جھوٹی تہمت زنا لگانا، شراب نوشی، جھوٹی قسم وغیرہ، اسی طرح جملہ فرائض وواجبات کا ترک، اور گناہِ صغیرہ پر اصرار یعنی بار بار کرنا بھی کبیرہ بن جاتا ہے۔

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

"اور اللہ نے جو تم میں سے ایک کو دوسرے پر برتری عطا کر رکھی ہے، اس کی تمنا نہ کرو، مردوں کے لئے حصہ ہے ان کی کمائی سے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس سے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا تَتَمَنَّوْا	تمنا نہ کرو	مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ	جو اللہ نے فضیلت عطا کی ہے
مِّمَّا اكْتَسَبُوْا	اس میں سے جو انہوں نے کمایا (مردوں نے)	مِّمَّا اكْتَسَبْنَ	اس میں سے جو ان عورتوں نے کمایا
وَسْـَٔلُوا	اورسوال کرو		

تفسیر

حسد کی ممانعت

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ...... انسان کی خوبیاں اور کمالات دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو موہوبہ (God Gifted) ہیں، محض اللہ کی عطا سے ہیں، انسان کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے، مثلاً صنف (مرد یا عورت ہونا)، حسن و جمال، موروثی دولت مل جانا، قدرتی

Marfat.com

ذہانت، حافظہ، جسمانی قامت وغیرہ۔ اور دوسرے کمالات اور خوبیاں مکسوبہ (SELF ACQUIRED) ہوتی ہیں یعنی جنہیں انسان اپنی جدوجہد اور محنت سے حاصل کرتا ہے۔ جیسے اعلیٰ تعلیم، کوئی ہنر یا فن، کوئی بھی کسب کمال وغیرہ۔ ویسے تو کوئی بھی نعمت اللہ کی تقدیر، عطا اور توفیق کے بغیر نہیں مل سکتی۔ لیکن یہاں بات ظاہری احوال واسباب کے تحت ہو رہی ہے کہ ظاہر حال میں اس میں انسان کی محنت، تدبیر اور جدوجہد کارفرما نظر آتی ہے۔

اس آیت میں یہ فرمایا گیا کہ اگر تم کسی انسان میں کوئی وہبی کمال دیکھو تو اس کی آرزو میں نہ لگ جاؤ۔ کیونکہ اس سے آخر کار انسان میں حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہے اور انسان چاہتا ہے کہ دوسرے سے یہ نعمت چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ یہ کیفیت نفسانی انتہائی مہلک اور تباہ کن ہے اور انسان کو غضب اور انتقام پر ابھارتی ہے، ابلیس اور فرزند آدم علیہ السلام قابیل اس دباؤ کا شکار ہوئے۔ اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور عطاء پر اعتراض بھی ہے، جس کا بندے کو ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ وہ سب کا خالق و مالک ہے اور سب کی اہلیت اور استعداد کو بہتر جانتا ہے کہ کس کو کون سی نعمت عطا کی جائے، اور کون جانتا ہے کہ یہ اس کے لئے انعام ہے یا امتحان۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حسد انسان کے نیک اعمال کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔'' اس مرضِ حسد کا نفسیاتی اور حکیمانہ علاج نبی کریم ﷺ نے یہ بتایا کہ ''اپنے سے کمتر کو دیکھو (تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ)، اپنے سے اعلیٰ و برتر کو نہ دیکھو (کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کفران نعمت اور ناشکری کر بیٹھو)

باقی جہاں تک انسان کی ان خوبیوں کا تعلق ہے جو جہد مسلسل اور سعی پیہم سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔ ایسی نعمتوں میں دوسروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر حسد کی آگ میں جلنا اور کڑھتے رہنا بھی ایک نفسیاتی عذاب اور اخلاقی کینسر ہے۔ مثبت اور تعمیری ذہن کے لوگ دوسروں کو آگے بڑھتا دیکھ کر ہمت نہیں ہارتے بلکہ جہد مسلسل سے آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اس میدان میں منافست ومسابقت (Competition) ایک تعمیری انسانی قدر ہے اور پسندیدہ صفت ہے، جسے رشک یا غبطہ کہا جاتا ہے، قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے: ''اور

Marfat.com

ان (امور خیر) میں مقابلہ کرنے والوں کو باہم مقابلہ کرنا چاہیے۔"

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ؀

"اور ہم نے ہر ایک (کے ترکے) کے لئے وارث مقرر کر دیئے ہیں جو والدین یا رشتے دار (بصورت وفات) پیچھے چھوڑ جائیں، اور جن لوگوں کے ساتھ تمہارا عہد و پیمان ہے تو انہیں ان کا حصہ دے دو، بلاشبہ ہر چیز اللہ کے سامنے موجود ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَوَالِيَ مولیٰ کی جمع، اس کے معنی ہیں آقا آزاد غلام اور وارث، عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ تم نے پختہ عہد کر رکھا ہے

تفسیر

عقد موالات سے وراثت ثابت نہیں ہوتی

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ...... عہد جاہلیت میں عرب میں یہ دستور تھا کہ دو افراد آپس میں معاہدہ کرتے کہ "میرا خون تمہارا خون، میری سلامتی تمہاری سلامتی، میری جنگ تمہاری جنگ ہوگی، تم میری دیت دو گے اور میں تمہاری، تم میرے وارث ہو گے اور میں تمہارا۔" اس طرح ان دونوں حلیفوں میں سے جو پہلے مر جاتا دوسرا اس کے ترکے میں سے چھٹا حصہ پاتا، ابتداء اسلام تک یہ دستور جاری تھا۔ اسی طرح اگر وہ کسی کو اپنا متبنیٰ (Adopted Son) بنا لیتے تو وہ حقیقی بیٹے کی طرح اس کا وارث قرار پاتا۔ اس آیت میں ابتداءً ایسے قول وقرار کی پابندی کا حکم دیا گیا لیکن بعد میں جب یہ آیت نازل ہوئی کہ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ، کہ رشتے دار (ذوی الارحام) میں سے بعض دوسرے کے مقابلے میں قریب تر ہیں" تو اس کے بعد غیر قرابت دار کے وارث بننے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور اس آیت کا یہ حصہ کہ "جن سے تم پختہ عہد کر چکے ہو، انہیں ان کا حصہ دو" بھی

Marfat.com

منسوخ ہو گیا، اب صرف شرعی ورثاء ترکے میں حق دار ہیں۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

''مرد عورتوں پر محافظ ونگہبان ہیں، اس بناء پر کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لئے بھی کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال خرچ کیا ہے، پس نیک عورتیں (مردوں کی) فرمانبردار ہوتی ہیں، اللہ کی (تائید و) حفاظت کے سہارے وہ (شوہروں کی) عدم موجودگی میں (ہر امانت کی) حفاظت کرتی ہیں اور تمہیں جن عورتوں کی نافرمانی کا اندیشہ ہوا، انہیں سمجھاؤ اور (اگر نصیحت بے اثر ثابت ہو تو) خواب گاہوں میں ان سے علیحدہ رہو، اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں (تادیباً) مار پیٹ کرو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت پر آمادہ ہو جائیں تو (خواہ مخواہ) انہیں تکلیف دینے کی راہیں نہ نکالو، بلاشبہ اللہ کی ذات سب سے بلند، سب سے بڑی ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

قَوّٰمُوْنَ	قوام کی جمع، قوام یا قیم سے مراد محافظ ونگہبان، معاملات کا نگران	قٰنِتٰتٌ	قانتۃ کی جمع، فرمانبردار
حٰفِظٰتٌ	حافظہ کی جمع حفاظت کرنیوالی	نُشُوْزَ	سرکشی، نافرمانی، نافرمان عورت کو ''ناشرہ'' کہتے ہیں
فَعِظُوْهُنَّ	پس انہیں نصیحت کرو	وَاهْجُرُوْهُنَّ	اور انہیں چھوڑ دو

Marfat.com

فِي الْمَضَاجِعِ خواب گاہوں میں، مضجع کی جمع وَاضْرِبُوْهُنَّ اور انہیں مارو
سونے اور آرام کی جگہ

فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں فَلَا تَبْغُوا مت تلاش کرو

عَلِيًّا بہت بلند

تفسیر

مرد عورتوں کے محافظ و نگہبان ہیں

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ......

۱۔اس آیت میں بتایا گیا کہ مرد عورت کا محافظ، نگہبان اور اس کی ضروریات کا کفیل ہے، اسلام نے عورت پر کوئی مالی ذمہ داری عائد نہیں کی۔ "قَیِّمْ" اور "قَوَّامْ" کا مطلب یہی ہے کہ گھر کے انتظام کا نگران اور کفیل مراد ہے۔

۲۔یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ذمہ داریوں کے اعتبار سے مرد کو بعض امتیازی استعداد و اہلیت سے نوازا ہے اور نبوت و رسالت، امامت، امارت اور بعض دیگر مناصب کے لئے اسے مختص فرمایا ہے۔

۳۔اس کے برعکس عورت کے ذمہ گھریلو ذمہ داریوں کے سلسلے میں کوئی مالی ذمہ داری عائد نہیں کی، وہ اگر مرد کا ہاتھ بٹاتی ہے تو یہ اس کی طرف سے مرد پر تبرع، فضل اور احسان ہے۔

۴۔فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ...... آیت کے اس حصے میں قرآن نے ایک نیک خصلت اور وفا شعار بیوی کی خصوصیات بیان کی ہیں کہ وہ شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اپنی پاک دامنی اور عفت و حیا کی بھی حفاظت کرتی ہے اور گھر کی بھی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن اگر شوہر اپنی بیوی کو کسی خلاف شرع کام کا حکم دے تو ایسے امور میں اس پر اطاعت لازم نہیں ہے۔

Marfat.com

نافرمان بیوی کے احکام

وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ...... شوہر کے سامنے عورت کی سرکشی، تمرد اور نافرمانی کو ''نشوز'' کہتے ہیں اور ایسی عورت ''ناشزہ'' کہلاتی ہے۔

''نافرمان'' بیوی کی اصلاح کے لئے قرآن نے تین مرحلے بیان فرمائے ہیں:

(۱) یہ کہ اسے پیار و محبت سے سمجھائیں، واعظانہ اور ناصحانہ انداز میں اسے اس کے رویئے کے نتائج بد سے آگاہ کریں۔ چنانچہ فرمایا: فَعِظُوْهُنَّ انہیں نصیحت کرو۔

(۲) اگر وعظ و نصیحت کارگر ثابت نہ ہو تو تنبیہ کے طور پر خواب گاہ میں اس سے علیحدگی اختیار کرو، شاید اسے عقل آ جائے۔ یہ قطع تعلق نفرت کے جذبے سے نہیں بلکہ اصلاح کی نیت سے کیا جائے، وَاهْجُرُوْهُنَّ سے یہی مراد ہے۔

(۳) اگر یہ تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہو تو تادیباً محض معمولی مار پیٹ کی اجازت ہے۔ لیکن چہرے پر تھپڑ مارنے یا شدید مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

اگر ان میں کسی ایک تدبیر سے بھی عورت کے مزاج میں سدھار آ جائے تو، سب باتیں بھلا کر اس کے ساتھ حسب سابق محبت کا برتاؤ کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر حیلے بہانے سے اسے اذیت پہنچانے کی راہیں نکالی جائیں، چنانچہ فرمایا: فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ایک ایسا رشکِ گلزار کنبہ ہے جہاں ہر سو باہمی احترام و محبت کی خوشبو رچی بسی ہو، چنانچہ فرمان رسول اللہ ﷺ ہے: ''دنیا کی نعمتوں میں سے بہترین چیز وہ عورت ہے کہ جب تو اسے دیکھے تو تجھے سرور حاصل ہو اور جب تم اسے کوئی حکم دو تو وہ سراپا اطاعت بن جائے اور تیری غیر حاضری میں وہ اپنی عصمت اور تیرے مال کی حفاظت کرے''۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

Marfat.com

''اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان بگاڑ کر اندیشہ ہو تو ایک ثالث مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو (ان کی کوششوں سے) اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا باخبر ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

شِقَاقَ	ناچاقی، اختلاف	فَابْعَثُوْا	تو بھیجو، مقرر کرو،
حَكَمًا	ثالث، منصف	يُوَفِّقِ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ موافقت پیدا کردے گا

تفسیر

زوجین میں مصالحت کا طریقہ

گذشتہ آیات میں میاں بیوی کے معاملات سلجھانے کی جو تدبیریں اور تدریجی اقدامات تجویز کئے گئے ہیں، وہ ان دونوں کی ذات تک محدود تھے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بگاڑ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ معاملات فریقین کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، اس آیت میں قرآن نے تجویز کیا ہے کہ اس مرحلے پر دونوں خاندانوں کے بزرگوں کو سامنے آکر حالات کو سدھارنے کی کوشش کرنی چاہیے، کیونکہ آخر کار اس کے برے اثرات سے دونوں خاندان متاثر ہوتے ہیں۔ بعض اوقات ٹکراؤ زیادہ شدید ہو جاتا ہے، لہٰذا اللہ جل شانہ نے فرمایا: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا یعنی اس مرحلے پر دونوں خاندان اپنا اپنا معتبر آدمی ثالث بنائیں اور وہ دونوں سارے معاملے کو سلجھائیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ دونوں منصف نیک نیت ہوئے تو قدرت کی طرف سے بھی اسباب سازگار ہو جائیں گے۔ فقہاء کرام نے کہا کہ یہ دونوں ''حکم'' اگر بطور ''مختار خاص'' نامزد ہوں گے تو ان کا دائرہ صرف صلح کی مساعی تک محدود رہے گا اور اگر فریقین نے انہیں کلی اختیارات

Marfat.com

تفویض کر کے "مختار عام" بنا دیا تو پھر انہیں پورا پورا اختیار ہوگا کہ:

(الف) اگر ممکن ہو تو احسن طریقے سے صلح کرا دیں۔

(ب) کسی فریق کی زیادتی ثابت ہو تو اس پر مناسب تاوان ڈال دیں۔

(ج) اور اگر وہ دیانتداری سے سمجھتے ہیں کہ میاں بیوی ایک دوسرے سے ذہنی طور پر اتنے متنفر اور بیزار ہو چکے ہیں کہ "حدود شرع" میں رہتے ہوئے ان کا نباہ مشکل ہے تو پھر وہ طلاق یا خلع کا فیصلہ بھی کر سکتے ہیں۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ (۳۶)

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں اور قرابت دار پڑوسی اور اجنبی پڑوسی اور مجلس کے ساتھی اور مسافر اور جن کے تم مالک ہو، (ان سب) کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ مغرور متکبر کو پسند نہیں فرماتا"۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَاعْبُدُوا	اور عبادت کرو، یہاں شرک کے مقابل ہونے کی وجہ سے توحید کے معنی بھی لئے گئے ہیں	اِحْسَان	نیکی، حسن سلوک
ذِی الْقُرْبٰى	قرابت دار	الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى	رشتے دار پڑوسی
الْجَارِ الْجُنُبِ	اجنبی پڑوسی	الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ	ہمنشیں، مجلس کا ساتھی

Marfat.com

ابْنِ السَّبِيْلِ	مسافر	لَا يُحِبُّ	پسند نہیں فرماتا
مُخْتَالًا	اس کا مادہ "الخال" ہے، اس سے الخیلاء بھی آتا ہے، یعنی خود پسند، مغرور، متکبر، اترانے والا	فَخُوْرًا	اپنے آپ پر فخر کرنے والا، متکبر

تفسیر

عبادت سے مراد

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا...... آیت کا آغاز "حکم عبادت" سے ہو رہا ہے لیکن چونکہ اس کے ساتھ متصلاً شرک سے ممانعت کا بھی حکم ہے، اس لئے قرآن مجید میں ایسے تمام مقامات جہاں عبادت کا حکم اور شرک کی ممانعت کا ذکر ایک ساتھ ہو، وہاں مفسرین کرام "عبادت" سے توحید مراد لیتے ہیں۔ گویا معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

والدین سے حسن سلوک

امر توحید اور اور نہی شرک کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے اس کے علاوہ سورہ انعام آیت ۱۵۱، سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۴ اور سورہ احقاف آیت ۱۵ میں بھی یہ دونوں مضامین یکجا بیان کئے گئے ہیں۔ اس کی حکمت علماء نے یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ "خالق حقیقی" اور "رب حقیقی" ہے لیکن انسان کی پیدائش، تربیت، نشو ونما اور ذہنی، روحانی و جسمانی ارتقاء کا ظاہری سبب ماں باپ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں ماں باپ کے لئے "ربیانی" کا کلمہ استعمال کر کے گویا انہیں اشارتاً "رب مجازی" قرار دیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ماں باپ کی نافرمانی کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور فرمایا: "رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسُخْطُ الرَّبِّ فِیْ سُخْطِ الْوَالِدَیْنِ" یعنی "ماں باپ کی خوشی میں اللہ کی خوشی ہے اور ماں باپ کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی کا سبب

Marfat.com

ہے۔" اور آپ نے فرمایا: (ترجمہ) "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے ماں باپ کے چہرے کی طرف محبت سے ایک نظر دیکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ایک حج مقبول کا ثواب عطا فرماتا ہے۔" چند چیزیں ایسی ہیں جن کی طرف دیکھنے کو بھی حدیث میں عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔ یعنی بیت اللہ، قرآن مجید، ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا اور سمندر کو۔ اور حالت ایمان میں رسول اللہ ﷺ کے رخ انور کا دیدار کرنے والا صحابی کہلاتا ہے۔

ماں باپ کی اطاعت اس قدر اہم ہے کہ قرآن مجید کی سورہ لقمان آیت نمبر ۵ اور عنکبوت آیت نمبر ۸ میں یہ بتایا کہ اگر خدانخواستہ کسی مسلمان اولاد کے ماں باپ مشرک ہوں اور وہ انہیں شرک پر مجبور کریں، تو اس معصیت کے کام میں تو ان کی بات ہرگز نہیں مانی جائے گی لیکن اس کے باوجود دیگر معاملات میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔ ضرورت مند ماں باپ کی کفالت اولاد کی ذمہ داری ہے، ان کے ساتھ درشتی سے پیش آنا، اونچی آواز سے گستاخانہ انداز میں ان سے بات کرنا، انہیں جھڑکنا یہاں تک کہ اف تک کہنے کی ممانعت ہے۔

پڑوسی کی اقسام

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی...... اس آیت میں پڑوسی کی کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) ایسا مسلمان پڑوسی جو رشتے دار بھی ہو، اس کا حق سب سے مقدم ہے اور اس کے حقوق تین وجوہ سے ہیں، اسلام، قرابت اور پڑوس۔

(۲) مسلمان پڑوسی جس کے ساتھ قرابت کا رشتہ نہیں ہے، اس کے حقوق دو سبب سے ہیں، اسلام اور پڑوس۔ آیت میں اسے وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی سے تعبیر کیا ہے۔

(۳) اجنبی پڑوس جو مسلمان نہیں ہے، اس کا حق پڑوس کی بناء پر ہے۔ اجنبی پڑوس کو الْجَارِ الْجُنُبِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۴) ایسا پڑوسی جو کلاس میں، ریل، بس یا ہوائی جہاز میں یا کسی مجلس میں پاس بیٹھا ہو، اس

Marfat.com

کے بھی حقوق ہیں۔ ایسے پڑوسی کو وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ کہا گیا ہے۔ کسی دفتر یا کارخانے میں ایک ساتھ کام کرنے والے بھی اس ''حق جوار'' کے مستحق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

(۱) ''کہ جبرئیل امین ہمیشہ مجھے پڑوسی کے بارے میں حسن سلوک کی تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ کہیں انہیں وارث نہ قرار دے دیا جائے۔''

(۲) ''وہ حقیقت میں صاحب ایمان نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔''

(۳) اسلام میں جائداد کی فروخت کے موقع پر پڑوسی کو ''حق شفعہ'' اسی بناء پر دیا گیا ہے۔

بعض علماء نے پڑوس کے تعلق کو چالیس گھروں تک یا محلے تک وسیع کیا ہے لیکن زیادہ حق اسی کا ہے جو قریب ترین ہے۔

ابْنِ السَّبِيْلِ: ابْنِ السَّبِيْلِ کے معنی ہیں ''مسافر'' یعنی ایسا شخص جو سفر کے دوران میں کسی مشکل میں گرفتار ہو گیا ہو اور اس کے لئے اپنے گھر والوں سے رابطہ اور مدد کا حصول بہت مشکل ہو، ایسا شخص نیک دل مسلمانوں کے حسن سلوک کا حق دار ہے۔

غلاموں سے حسن سلوک

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے غلام، باندیاں اور ماتحت لوگ مراد ہیں کہ ان سب کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم نہایت تاکید سے بار بار دیا، صحیح مسلم کے حوالے سے چند احادیث کا ترجمہ ملاحظہ کیجئے:

(۱) ''جس شخص نے اپنے غلام کو بے قصور پیٹا یا اس کے تھپڑ مارا اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ اسے آزاد کردے۔''

(۲) ''حضرت ابو مسعود انصاری کہتے ہیں کہ میں اپنے ایک غلام کو پیٹ رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی، اے ابو مسعود! تمہیں جان لینا چاہئے کہ جتنی قدرت و اختیار تمہیں اس غلام پر ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ اللہ کی رضا

Marfat.com

کے لئے آزاد ہے، آپ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کے شعلے لپیٹ لیتے یا فرمایا کہ جہنم کی آگ تمہارے بدن کو چھوتی۔"

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابوذر! تم میں ابھی جاہلیت کے اثرات ہیں، یہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے انہیں تمہارے تابع بنا دیا ہے، سو جو تم خود کھاؤ وہی انہیں بھی کھلاؤ اور جو خود پہنو انہیں بھی پہناؤ اور ان پر کسی ایسے کام کا بوجھ نہ ڈالو جو ان کے بس سے باہر ہو۔ اگر تم کوئی ایسا مشکل کام ان کے ذمہ لگا بھی دو تو پھر خود بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹاؤ۔"

تکبر کی مذمت

لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے دو بدترین انسانی خصلتوں کا ذکر کیا ہے۔ "مختال" کے معنی خود رائی، خودنگری، خودفریبی اور پرستش نفس کے ہیں اور فخور، متکبر، مغرور، اپنی ذات پر اترانے اور اکڑنے والا۔

یہ دونوں صفاتِ مذمومہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ یہ انسانیت کی ضد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) "جس شخص کے دل میں ذرہ بھر، رائی کے دانے کے برابر بھی، تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔"

(۲) "عیال دار متکبر پر اللہ تعالیٰ قیامت میں اپنی رحمت کے ساتھ خصوصی توجہ نہیں فرمائے گا۔"

(۳) کبر و عظمت شانِ الوہیت، جامۂ الوہیت ہے، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو شخص مجھ سے میری یہ خصوصی خلعت شاہانہ لڑ جھگڑ کر چھیننا چاہے گا، میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔"

ایسی متعدد آیات و احادیث ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ "بندے کا مغرور ہونا، متکبر ہونا، اپنے آپ پر اترانا اور دوسرے کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنا اللہ کو ہرگز پسند نہیں ہے، بندے کی جو صفات اللہ کو پسند ہیں وہ ہیں عاجزی، تواضع، انکسار اور متانت و شرافت وغیرہ۔

Marfat.com

تکبر کیا ہے؟

''صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (جب یہ ارشاد) فرمایا کہ جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہے، وہ (آخرت میں) جنت میں داخل نہیں ہوگا، تو ایک شخص نے عرض کیا: ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو، جوتے اچھے ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) آپ نے فرمایا: ''اللہ جمیل ہے اور وہ جمال کو پسند فرماتا ہے۔'' (یعنی مزاج میں نفاست اور خوش لباسی تکبر نہیں ہے)، تکبر تو حق کے انکار اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنے کو کہتے ہیں۔''

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ
يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾

''جو لوگ (خود بھی) بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو کچھ عطا کر رکھا ہے، اسے چھپاتے ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے (بھی) جو اپنا مال (محض) نام و نمود کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، اور شیطان جس کا دوست (بن جائے) تو یہ بہت برا دوست ہے۔ اور ان پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے، اور اللہ کی دی ہوئی نعمت (مال) سے خرچ کرتے اور اللہ انہیں خوب جانتا ہے''۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

يَبْخَلُوْنَ	بخل کرتے ہیں	يَكْتُمُوْنَ	چھپاتے ہیں
مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ	جو اللہ نے انہیں دیا ہے	اَعْتَدْنَا	ہم نے تیار کیا ہے
مُّهِيْنًا	ذلت ورسوائی والا	رِئَآءَ	دکھاوا، نام ونمود کی خواہش
قَرِيْنًا	ساتھی	فَسَآءَ	برا

تفسیر

بخل کی مذمت

گذشتہ آیات میں ان مستحق ومحروم طبقات کا ذکر کیا گیا، جو ہمارے حسن سلوک کے مستحق ہیں۔ اس آیت میں بتایا کہ اس حسن سلوک میں رکاوٹ ایک ہی چیز ہے اور وہ ہے ''بخل''، کیونکہ بخیل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے اللہ کے بندوں کی فلاح پر خرچ نہیں کرتا، اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ سے یہی لوگ مراد ہیں۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو، خود تو بخیل ہیں ہی، دوسروں کو بھی ''بخل'' پر اکساتے ہیں۔ اس گروہ کا ذکر وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ میں کیا گیا ہے، اور تیسرا طبقہ جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو چھپاتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے فیض نہ پہنچے۔ خواہ یہ نعمت علم ہو، نعمت دین یا نعمت مال ہو یا جیسے یہود توریت میں سے ''نعت ختم المرسلین'' کو چھپاتے تھے۔

وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ کے کلمات سے اشارتاً یہ بتایا کہ ان بخیل لوگوں کی یہ خصلتیں اسلام کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتیں بلکہ یہ کافرانہ اطوار ہیں اور ''کفران نعمت'' میں نہ تو کوئی شک ہے اور نہ اختلاف۔

ریاکاری کی مذمت

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ اور جو لوگ اپنا مال محض ریاکاری کرنے کے

Marfat.com

لئے خرچ کرتے ہیں۔" اس آیت میں ریا کاری، شہرت طلبی اور نام ونمود کے لئے مال خرچ کرنے کی مذمت آئی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو وہی انفاق مقبول اور اجرِ عظیم کا سبب ہے جو دنیوی نام ونمود سے بے نیاز ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کیا جائے۔ یہ مقامِ اخلاص، مقامِ رضا اور مقامِ صدق ہے۔ جو لوگ مال دکھاوے اور نام ونمود کے لئے خرچ کرتے ہیں، ان کے بارے میں شبہ ہوتا ہے کہ شاید اللہ اور آخرت پر ان کا ایمان صادق وکامل نہیں ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ کے کلمات سے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے آخر ان پر کون سی مصیبت نازل ہو جاتی اگر یہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے اور اللہ کے دیئے ہوئے مال میں سے اس کی رضا کے لئے خرچ کرتے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ أَجْرًا عَظِيْمًا ۝

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی ہوتی ہے تو اسے دگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

مِثْقَالَ	تولنے کے اوزان، چیز کا وزن یا چیز کا ترازو، عرف میں مثقال ڈیڑھ درہم کا ہوتا ہے، یہاں مقدار کے معنی میں ہے
يُضٰعِفْهَا	اسے دگنا کر دیتا ہے۔

تفسیر

معمولی نیکی کا بھی اجر ملے گا

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ...... "ذرہ" عربی زبان میں چیونٹی کی ادنیٰ ترین قسم کو بھی کہتے ہیں، ریت اور مٹی کے باریک ترین اجزاء بھی ذرات کہلاتے ہیں۔ اس سے انتہائی

Marfat.com

قلیل وحقیر ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کسی کی معمولی سے معمولی نیکی کا بھی حساب رکھے گا اور اس کے اجر میں کوئی کمی نہیں فرمائے گا، کیونکہ کسی کے حق میں کمی کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ظلم اور شائبہ ظلم سے پاک ہے۔

وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا، ارشاد فرما کر یہ بتا دیا کہ نیکی کو مٹا دینا یا نیکیوں میں کمی تو درکنار وہ تو نیکیوں کے اجر میں بے پناہ اضافہ فرمائے گا۔ جس کی مقدار اگرچہ متعین نہیں فرمائی گئی لیکن دس گنا سے لے کر لاکھوں گنا تک کی روایات موجود ہیں۔

فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا ﴿۴۱﴾ یَوْمَىٕذٍ یَّوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُؕ وَ لَا یَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِیْثًا ﴿۴۲﴾

"وہ کیسی صورت حال ہوگی جب ہم لائیں گے ہر امت میں سے ایک گواہ اور (اے محبوب!) ہم آپ کو ان پر (نگران) گواہ بنا کر لائیں گے۔ اس دن تمنا کریں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کہ کاش انہیں مٹی میں دبا کر اوپر سے زمین ہموار کر دی جائے، اور وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا سکیں گے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ	جب ہم ہر امت سے لائیں گے	شَهِیْدًا	گواہ
یَوْمَىٕذٍ	آج کے دن	یَوَدُّ	چاہے گا، تمنا اور آرزو کرے گا
عَصَوُا	انہوں نے نافرمانی کی	لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ	کاش (انہیں پیوند زمین بنا کر) مٹی برابر کر دی جائے
لَا یَكْتُمُوْنَ	نہیں چھپائیں گے	حَدِیْثًا	بات

Marfat.com

تفسیر

حضور انبیاء پر شاہد ہوں گے

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ قرآن پڑھو، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے آپ کے سامنے میں کیسے پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں پڑھو میں دوسرے سے سننا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سورۃ النسآء کی تلاوت شروع کی اور جب وہ اس مقام پر پہنچے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا تو آپ نے فرمایا: ''بس کرو''۔ جب میں نے نظر اٹھا کر آپ کے چہرۂ انور کی طرف دیکھا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے (تشکر کے) آنسو بہہ رہے تھے۔ مفسرین نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا منظر حضور اکرم ﷺ کی نظروں کے سامنے آ گیا، جب آپ اللہ کی عدالت میں تمام انبیاء کرام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔ تب کافر ناکام و نامراد، خائب و خاسر ہو کر یہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ پیوند خاک ہو جاتے اور یہ دن نہ دیکھنا پڑتا کیونکہ کسی بات کو چھپانا یا کسی حقیقت سے انکار اب ان کے بس کی بات نہیں ہوگی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾

''اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ جو کچھ تم کہتے ہو، اسے سمجھنے لگو، اور نہ ہی جنابت کی حالت میں غسل کئے بغیر (نماز پڑھو)

Marfat.com

سوائے اس کے کہ تم حالت سفر میں ہو، اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آئے یا تم نے اپنی عورتوں سے قربت کی ہو، پھر (ایسی صورت میں) پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، پس مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا نہایت بخشنے والا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ	نماز کے قریب نہ جاؤ	سُکٰرٰی	سکران کی جمع، نشے کی حالت میں
عَابِرِیْ سَبِیْلٍ	راستے کو عبور کرنے والا، مسافر	مَّرْضٰی	بیمار، مریضؔ کی جمع
الْغَآئِطِ	بیت الخلاء، قضائے حاجت کی جگہ	لٰمَسْتُمُ	تم نے مباشرت کی
فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً	تم نہ پاؤ پانی	فَتَیَمَّمُوْا	پس تیمم کرو
صَعِیْدًا	مٹی	طَیِّب	پاک
فَامْسَحُوْا	پس مسح کرو	بِوُجُوْهِکُمْ	اپنے چہروں کا، وجہؔ کی جمع
اَیْدِیْکُمْ	اپنے ہاتھوں کا، ید کی جمع	عَفُوًّا	معاف کرنے والا
غَفُوْرًا	بخشنے والا		

تفسیر

نماز کے ضمن میں شراب کی ممانعت کا حکم

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَ اَنْتُمْ سُکٰرٰی..... "اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ"۔ اسلام میں بہت سے دیگر احکام کی طرح شراب کی

Marfat.com

حرمت کا حکم بھی تدریجاً نازل ہوا ہے، کیونکہ اس زمانے میں شراب نوشی عام تھی، پہلے مرحلے میں نسبتاً نرم انداز میں بتایا کہ یہ ایک نقصان دہ چیز ہے، اس کا نقصان نفع کے بہ نسبت زیادہ ہے، اب اس دوسرے مرحلے پر اس میں ذرا شدت پیدا کی اور فرمایا کہ ''نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ'' یعنی نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ اشارتاً یہ بھی بتا دیا کہ شراب عقل پر اثر انداز ہوتی ہے اور حالت نشہ میں آدمی اول فول بکنے لگتا ہے۔ لہٰذا جب تک شراب نوشی کے اثرات مکمل طور پر زائل نہ ہو جائیں، نماز نہ پڑھو، چنانچہ فرمایا: حَتّٰی تَعۡلَمُوۡا مَا تَقُوۡلُوۡنَ یعنی تمہیں ٹھیک ٹھیک معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ یعنی نماز مکمل ہوش اور حضوریٔ قلب و دماغ (Presence of Mind) کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔

ایک حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے۔'' کہ جب تم پر نماز میں نیند کا غلبہ ہو جائے تو جا کر سو جاؤ اور جب شدت نیند کی کیفیت ختم ہو جائے تو اٹھ کر نماز پڑھو'' اس آیت کے نزول کے بعد مسلمانوں نے اوقات نماز کے قریب شراب نوشی کو ترک کر دیا۔ شراب کی حرمت کا قطعی حکم اس کے بعد سورہ مائدہ کی آیات ۹۱۔۹۰ میں نازل ہوا۔

حالت جنابت میں نماز کی ممانعت

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیۡ سَبِیۡلٍ حَتّٰی تَغۡتَسِلُوۡا۔ اور حالت جنابت میں غسل کئے بغیر نماز نہ پڑھو۔ سوائے اس کے کہ مسافر ہو، اور پانی دستیاب نہ ہو اس کا حکم آگے آ رہا ہے۔ جب یا جنابت اس حالت و کیفیت کو کہتے ہیں جس میں انسان شرعاً ناپاک ہوتا ہے اور غسل کے بغیر طہارت حاصل نہیں ہوتی، یہ کیفیت احتلام (خواب میں انزال) یا مباشرت سے پیدا ہوتی ہے۔

بعض مفسرین فقہاء نے لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوۃَ سے نفس نماز نہیں بلکہ موضع صلوٰۃ یعنی مسجد مراد لی ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ نشے اور جنابت کی حالت میں مسجد میں نہ جاؤ، سوائے اس کے کہ مسجد کے اندر سے راستہ عبور کرنا ہو۔ اس صورت میں امام شافعی کے نزدیک راستہ عبور کرنے کے لئے ''جنبی'' مسجد سے گزر سکتا ہے مگر وہاں ٹھہر نہیں سکتا۔ جبکہ امام اعظم

Marfat.com

ابو حنیفہ کے نزدیک حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ ہاں اگر کہیں یہ مجبوری لاحق ہو جائے کہ پانی تک پہنچنے کا راستہ مسجد ہی سے گزر کر جاتا ہے تو تیمم کر کے جائے۔

تیمّم کے احکام

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اس میں چند مسائل ہیں:

(۱) انسان بیمار ہو اور پانی کا استعمال طبی طور پر اس کے لئے نقصان دہ ہو، وہ مقیم ہو یا مسافر دونوں حالتوں میں وہ تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی کو "جنابت" لاحق ہو گئی، وہ شدید زخمی تھے، انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا کروں؟ ساتھیوں نے اپنی فہم کے مطابق مشورہ دیا کہ غسل کرو، انہوں نے غسل تو کر لیا لیکن بعد میں اس کے نتیجے میں وفات پا گئے۔ رسول اکرم ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ" یعنی "ان پر خدا کی مار، انہوں نے تو اسے مار ہی ڈالا۔" اس سے معلوم ہوا کہ مریض کے لئے حالت جنابت میں تیمّم کرنا جائز ہے۔ لیکن امام رازی نے لکھا ہے کہ محض معمولی تکلیف سے بچنے کے لئے تیمم جائز نہیں ہے۔

(۲) اَوْ عَلٰى سَفَرٍ: مسافر کو اگر حالت جنابت میں غسل یا وضو کے لئے پانی دستیاب نہیں ہے تو اس کے لئے تیمّم کرنا جائز ہے۔

(۳) اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ: "غائط" پست جگہ کو کہتے ہیں، یہ "بیت الخلاء" یا "مقام قضائے حاجت" سے کنایہ ہے۔ کیونکہ کھلی بستیوں میں لوگ قضائے حاجت کے لئے پست جگہ تلاش کرتے ہیں تاکہ لوگوں کی نظر نہ پڑے اور حیاء قائم رہے۔ اگر "قضائے حاجت" کر کے آیا ہے اور "بے وضو" ہو گیا مگر وضو کے لئے پانی دستیاب نہیں ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔

لمس اور ملامسہ کے معنی

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ۔ یہ لمس سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: "چھونا" اور "ملامسہ" کے معنی ہیں "ایک دوسرے کو چھونا۔" امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ سے

Marfat.com

''جماع'' مراد ہے اور یہاں ''لمس'' کنایۃً مباشرت کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی ''چھونا''۔ لہٰذا ان کے نزدیک مرد کے عورت کو محض چھونے سے دونوں کا وضو ٹوٹ جاتا ہے بشرطیکہ بیچ میں کپڑا حائل نہ ہو۔ ظاہر یہ (یعنی غیر مقلدین) کے نزدیک لامس (چھونے والے) کا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ملموس (جس کو چھوا گیا ہو) کا نہیں ٹوٹتا۔ امام مالک کے نزدیک اگر ''لمس'' شہوت کے ساتھ ہو تو دونوں کا ٹوٹ جاتا ہے ورنہ نہیں۔ بہر کیف جو بھی معنی مراد لئے جائیں بصورت ''لمس نساء'' تیمّم جائز ہے۔

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا...... : یعنی مندرجہ بالا صورتوں میں اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمّم کرلو۔ اگر محض اتنا پانی دستیاب ہے کہ وضو کرسکتا ہے مگر اس کی زیادہ ضرورت پینے کے لئے ہے یا قیمتاً دستیاب ہے لیکن خریدنے کی استطاعت نہیں ہے، تب بھی تیمم کرسکتے ہیں۔

تیمّم کا طریقہ

تیمم کے لغوی معنی ہیں ''قصد کرنا''، ''صعید'' کے معنی ہیں ''مٹی یا سطح زمین''، ''طیب'' کے معنی ہیں ''پاک'' امام اعظم کے نزدیک چٹان یا پتھر پر ہاتھ مار کر بھی تیمّم ہوسکتا ہے جبکہ امام شافعی کے نزدیک مٹی پر ہاتھ مارنا ضروری ہے۔ امام اعظم'' امام شافعی، امام مالک اور اکثر فقہاء کے نزدیک زمین پر دونوں ہتھیلیوں کی دو ضربیں ماری جائیں گی، پہلی بار ہاتھ چہرے پر پھیر لئے جائیں گے اور دوسری بار کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں پر، جبکہ امام احمد اور غیر مقلدین حضرات کے نزدیک ایک ہی بار ہاتھ چہرے پر اور پھر دونوں ہاتھوں کی کلائیوں تک پھیر لینے کافی ہیں۔ یہ آیت غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر اس موقع پر نازل ہوئی جب حضرت عائشہ صدیقہ کا ہار گم ہوگیا تھا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ
يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
وَلِيًّا ۡ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ

Marfat.com

مَّوَاضِعِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں (آسمانی) کتاب سے حصہ دیا گیا تھا، وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ راست سے بھٹک جاؤ۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے اور تمہاری مدد کو (بھی) اللہ (ہی) کافی ہے۔ یہودیوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کلمات (الٰہی) کو ان کے موقع ومحل سے پھیر دیتے ہیں، اور دین میں طعنہ زنی کی غرض سے اپنی زبانوں کو بل دے کر کہتے ہیں سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا اور ''اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ'' اور ''رَاعِنَا'' اور اگر انہوں نے (اس کے بجائے) ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا'' اور ''اِسْمَعْ'' اور ''اُنْظُرْنَا'' کہا ہوتا تو ان کے لئے بہتر اور نہایت صحیح بات ہوتی، لیکن ان پر تو ان کے کفر کے سبب اللہ کی پھٹکار ہے، اس لئے وہ لوگ بہت کم ایمان لاتے ہیں''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلَمْ تَرَ	کیا آپ نے نہیں دیکھا؟	اُوْتُوْا	دیا گیا
يَشْتَرُوْنَ	خریدتے ہیں	اَنْ تَضِلُّوْا	یہ کہ تم بھٹک جاؤ،
اَعْلَمُ	خوب جانتا ہے، بہت جانتا ہے	اَعْدَاءِ	''عدوّ'' کی جمع دشمن
كَفٰى	کافی ہوا	وَلِيٌّ	مددگار، کارساز
هَادُوْا	(جو) یہودی ہوئے	يُحَرِّفُوْنَ	پھیر دیتے ہیں
سَمِعْنَا	ہم نے سنا	اِسْمَعْ	سنو، سنئے

Marfat.com

غَيْرَ مُسْمَعٍ	(تو) نہ سنوایا جائے	رَاعِنَا	ہماری رعایت کیجئے
لَيًّا	موڑنا	اَلْسِنَةٌ	لسان کی جمع: زبان
لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ	اپنی زبانوں کو موڑ کر	اُنْظُرْنَا	ہمیں دیکھئے، ہماری طرف نگاہ (کرم) فرمایئے

تفسیر

کتاب کے ایک حصے سے مراد

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ...... یہاں سے یہود کا تذکرہ ہے کہ انہیں کتاب الٰہی (توریت) کا کچھ حصہ دیا گیا تھا۔ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ توریت ان کے پاس مکمل طور پر محفوظ نہیں تھی اور دوسرا یہ کہ کتابِ الٰہی پر وہ اپنے حسب منشا عمل کرتے تھے جو احکام انہیں پسند نہ ہوتے انہیں نظر انداز کر دیتے۔

گمراہی خریدنے کا مفہوم

يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ یعنی ہدایت کے تمام تر مواقع اور اسباب کے ہوتے ہوئے وہ گمراہی اختیار کرتے تھے اور نہ صرف وہ خود گمراہ ہوتے بلکہ مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کرتے۔ اور توریت میں جہاں جہاں ختم المرسلین محمد ﷺ کا ذکر اور نعت ملتی اسے مٹا دیتے یا چھپا دیتے، اسی بناء پر اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق قرار پائے۔

بارگاہِ رسالت میں ذومعنی الفاظ کی ممانعت

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ...... یہود کی ایک اور بدترین خصلت یہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں آ کر بیٹھتے یا آپ سے مخاطب ہوتے تو زبانوں کو موڑ کر الفاظ کو اس انداز میں ادا کرتے کہ معنی کچھ کا کچھ ہو جاتا یا ذومعنی الفاظ استعمال

Marfat.com

کرتے، اس اندازِ کلام کو "توریہ" اور "تعریض" کہتے ہیں۔

تعریض، توریہ، ایہام

ان کلمات کے لغوی معانی میں تھوڑا بہت تفاوت ہے، مثلاً "تعریض" کے معنی ہیں: "کسی پر ڈھال کر بات کرنا"، "توریہ" کے معنی ہیں: "چھپانا، حقیقت کو چھپانا"، اور "ایہام" کے معنی ہیں: "وہم میں پڑنا، وہم میں ڈالنا"، ان سب معانی میں جو مفہوم مشترک ہے، وہ یہ ہے: "ایسا کلام کرنا جس کی دلالت اپنے مفہوم پر صریح، واضح اور قطعی نہ ہو، یہ فقہی اور شرعی اصطلاحات ہیں۔

"توریہ" کا اصطلاحی معنی

اس سے مراد ایسا لفظ بولنا یا ایسا کلام کرنا، جس کے دو معنی ہوں۔ ایک "معنی قریب"، یعنی وہ جس کی طرف ذہن فوراً آسانی سے منتقل ہو جائے۔ اور دوسرا "معنی بعید"، یعنی وہ جس کی طرف ذہن آسانی کے ساتھ متوجہ نہ ہو، لیکن اس معنی بعید پر دلالت کرنے کے لئے کوئی خفی قرینہ موجود ہو۔ اور جب متکلم اس طرح کا ذو معنی لفظ بول کر مخاطب کو معنی قریب کا تاثر دے یا اس کے وہم میں ڈال دے اور خود بعید معنی مراد لے۔ کتاب وسنت میں اس کی گنجائش موجود ہے۔ "حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معاریض (یعنی توریہ وکنایہ) میں جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہے"۔ اب رہا یہ سوال کہ انسان توریہ کیوں کرتا ہے اور اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کے مواقع کئی ہیں، مثلاً:

(۱) مزاح اور خوش طبعی: "صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے سواری دے دیجئے، آپ نے فرمایا: میں تمہیں اونٹ کے بچے پر سوار کروں گا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم میں اونٹ کے بچے کا کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا: جو اونٹ پیدا ہوتا ہے، وہ اونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے"۔

(۲) دفع شر کے لئے، مشہور واقعہ ہے کہ ہندوستان کی جنگ آزادی کے زمانے میں انگریز پولیس ایک عالم کو گرفتار کرنے کے لئے اس کے ٹھکانے تک پہنچ گئی۔ لیکن وہ اس عالم کو شکل

Marfat.com

وصورت سے نہیں جانتے تھے، اچانک ہی مطلوبہ عالم سے ان کا آمنا سامنا ہو گیا، انہوں نے ان سے پوچھا: آپ کو فلاں صاحب کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟ وہ جس مقام پر کھڑے تھے، وہاں سے دو چار قدم ہٹ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی سابقہ جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کچھ دیر پہلے وہ یہاں تھے، اب یہاں نہیں ہیں۔ اس طرح صریح جھوٹ سے بھی بچ گئے اور جان بھی بچ گئی۔ یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

(۳) خبث باطن کو چھپانے کے لئے: یہ کہ کوئی منافق یا بے دین شخص اپنے خبث باطن کو چھپانے کے لئے، مسلمانوں سے اپنی نفرت وعداوت کو صیغۂ راز میں رکھنے کے لئے توریہ کرے، جیسا کہ آیت نمبر ۴۶ میں یہودی منافقین کا تذکرہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اپنے بغض وعداوت کو چھپاتے ہوئے بعض ذو معنی الفاظ بولتے تھے یا نفرت کے کلمے کو آہستہ سے ادا کرتے تھے، قرآن نے ان کے اس مکر کو افشا کر دیا۔ یہ توریہ چونکہ باطل اور حرام مقصد کے لئے ہے، لہٰذا حرام ہے، بلکہ توہین رسالت کا باعث ہے، اس لئے یہ کفر و ارتداد ہے، اور ایسا کرنے والا منافق اور مرتد ہے۔ چنانچہ آیت میں ایسے تین کلمات کا ذکر ہے جو یہودی منافقین نبی کریم ﷺ کے سامنے بولتے اور اپنی دانست میں حضور ﷺ اور صحابہ کو دھوکے میں رکھتے، وہ الفاظ یہ ہیں:

(۱) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا: سَمِعْنَا کے معنی ہیں ”ہم نے سنا“ اور عَصَيْنَا کے معنی ہیں ”ہم نے نافرمانی کی“ وہ سَمِعْنَا بلند آواز سے کہتے اور عَصَيْنَا آہستہ سے کہہ دیتے۔

(۲) اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ: اسْمَعْ کے معنی ہیں سنئے! غَيْرَ مُسْمَعٍ کے معنی ہیں ”تو نہ سنوایا جائے۔“ اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ ”اے مخاطب! تو کوئی ناگوار اور ناپسندیدہ بات نہ سنے“ یہ اچھے معنی ہیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ ہے کہ ”کہ تو نہ سن سکے، نہ سن پائے“۔ یہ معنی توہین آمیز ہیں بلکہ ایک لحاظ سے بددعا ہے۔ اور یہود یہ لفظ بول کر یہی ناپسندیدہ معنی مراد لیتے تھے۔

(۳) ”راعنا“ اس کے معنی ہیں ”ہماری رعایت کیجئے“۔ یعنی یا رسول اللہ! یہ بات مکرر

Marfat.com

ارشاد فرمائیے۔" لیکن یہود زبان کو ذرا سا بل دے کر "راعینا" کہتے، جس کے معنی ہیں "ہمارے چرواہے" اس طرح یہ توہین کا کلمہ بن جاتا ہے۔ اور یا وہ اسے "رعونت" کے معنی میں استعمال کرتے جس کا مفہوم ہے "بیوقوف، طیش میں آنے والا"، یہ معنی صریح توہین پر مبنی ہیں۔ قرآن نے ان مشتبہ مغالطہ آمیز اور توہین آمیز الفاظ کے استعمال کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ ان کے بجائے متبادل الفاظ استعمال کرتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور نہایت درست بات ہوتی۔ متبادل الفاظ یہ ہیں:

سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا کے بجائے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا (ہم نے سنا اور تسلیم کیا)۔ اِسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ کے بجائے صرف "اسمع" اور "راعنا" کے بجائے "انظرنا" یعنی توجہ فرمائے، دوبارہ ارشاد فرمائیے۔

یہاں سے یہ قرآنی ضابطہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی لفظ کے ایک معنی صحیح بھی ہوں، شانِ رسالت کے مطابق ہوں اور کہنے والے کی نیت بھی صحیح ہو لیکن اس سے کوئی دور کے توہین آمیز معنی نکل سکتے ہوں، تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسے لفظ کا استعمال نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کے متبادل ایسا لفظ استعمال کریں جس سے صرف اور صرف تعظیم و توقیر کے معنی ہی مراد لئے جاسکتے ہوں۔

مقاصد خیر کے لئے جھوٹ بولنے کی رخصت

شرعاً کذب حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ تاہم حدیث پاک میں بعض مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے اور وہ یہ ہیں:

(۱) یہ کہ میاں بیوی ایک دوسرے کے ساتھ اظہار محبت میں مبالغہ آرائی سے کام لیں۔
(۲) دو آدمیوں کے درمیان مصالحت کرانے اور اختلاف رفع کرنے کے لئے کسی ایک کی طرف خلاف واقعہ بات منسوب کی جائے تا کہ فریق مخالف کے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو اور وہ صلح پر آمادہ ہو جائے۔
(۳) جنگ کے موقع پر دشمن کو دھوکہ دیا جائے۔

Marfat.com

لیکن ان مواقع پر بھی اگر صریح جھوٹ سے بچنے کے لئے ''توریہ'' اور ''کنایہ'' سے کام چل سکتا ہو تو بچنے کی کوشش کی جائے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کے احکام تفصیل سے لکھے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

(۱) اگر کوئی نیک مقصد سچ بول کر بھی حاصل کیا جا سکتا ہو، تو اس کیلئے جھوٹ بولنا حرام ہے۔

(۲) اگر کوئی نیک مقصد، جسے حاصل کرنا واجب ہے، صرف جھوٹ بولنے سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہو تو بعض صورت میں جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی شخص کے تعاقب میں ہے، اسے ظلماً قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے جانی و مالی نقصان پہنچانے کے درپے ہے اور آپ کو ظن غالب ہے کہ یہ اسے پالینے کی صورت میں جو چاہتا ہے کر گزرے گا، ایسی صورت میں آپ کو اس کے ٹھکانے کا علم بھی ہو تو نہ بتائیں، توریہ سے کام لیں، اس سے بھی کام نہ چلے تو صریح جھوٹ بولنا بھی واجب ہے، کیونکہ انسانی جان کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔

(۳) اپنی جان و مال کے تحفظ کے لئے جھوٹ بولنا واجب نہیں ہے، عزیمت یہ ہے کہ نہ بولے، اس کی ہمت نہ ہو تو بدرجۂ مجبوری اجازت ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

''اے اہل کتاب! اس (قرآن) پر ایمان لے آؤ جو کہ تمہارے پاس (پہلے سے) موجود کتاب کی تصدیق کرتا ہے، قبل اس کے کہ ہم چہرے بگاڑ کر ان کو پیٹھ کی طرف پھیر دیں، یا ہم ان پر اس طرح لعنت کریں جس طرح ہم نے ''اصحاب سبت'' پر لعنت کی تھی، اور اللہ کا حکم تو پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ بلاشبہ اللہ اس جرم کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ (جو گناہ ہیں) جس کے لئے چاہے معاف فرما دے اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو اس نے

Marfat.com

بہت بڑے گناہ کا بہتان تراشا''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اُوْتُوا الْكِتٰبَ	کتاب دی گئی	بِمَا نَزَّلْنَا	جو ہم نے اتارا
مُصَدِّقٌ	تصدیق کرنے والا	مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ
اَنْ نَّطْمِسَ	"نطمس" کے معنی ہیں یہ کہ ہم مٹا دیں گے یہاں مراد چہرے کے نقوش مٹانا، ناک، آنکھیں، ابرو وغیرہ کو مٹانا	وُجُوْهًا	وجہ کی جمع، چہرے
فَنَرُدَّهَا	ہم پھیر دیں گے، لوٹا دیں گے	اَدْبَارِ	دبر کی جمع، مراد پشت
السَّبْتِ	ہفتے کا دن	لَا يَغْفِرُ	نہیں بخشتا
اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ	یہ کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے	لِمَنْ يَّشَآءُ	جس کے لئے چاہے
افْتَرٰى	بہتان باندھا	اِثْمًا عَظِيْمًا	بڑا گناہ

تفسیر

قرآن کے مصدق ہونے کا مفہوم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ...... : اس آیت میں اہل کتاب کو دعوت دی گئی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب ''قرآن مجید'' پر ایمان لے آؤ۔ کیونکہ قرآن اس کتاب کی بھی تصدیق کرتا ہے جو پہلے سے تمہارے پاس ہے یعنی توریت۔ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن مجید توریت کی ان تعلیمات کی تصدیق کرتا ہے جو تحریف سے محفوظ ہیں اور اپنی اصل شکل میں ہیں، جیسے اوصافِ خاتم الانبیاء وغیرہ۔

Marfat.com

یہود کی ایک سزا چہروں کا بگاڑ

مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ یہ اللہ کی طرف سے اہل کتاب (یہود) کو وعید ہے کہ اگر وہ قرآن پر ایمان نہ لائے تو ان کے چہروں کے نقوش مٹا کر انہیں پیٹھ کی جانب پھیر دیا جائے گا۔ مفسرین کرام نے اس "طَمْسِ وُجُوْہ" یا مسخِ صورت کے چند مصداق بیان کئے ہیں:

۱۔ یہ کہ ان کی ناک، آنکھیں، اور ابرو وغیرہ مٹا کر ان کا رخ پیٹھ کی جانب پھیر دیا جائے گا۔

۲۔ یہ کہ ان کے ساتھ یہ سلوک قیامت میں بطور سزا کیا جائے گا۔

۳۔ یہ کہ قیامت سے پہلے دنیا ہی میں یہود کو یہ سزا ملے گی۔

۴۔ یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انہیں مدینہ طیبہ سے جلاوطن کر کے دوبارہ سینا کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔

۵۔ یہ کہ ان کے نقوش، خدوخال اور اعضاء جوارح ظاہراً تو قائم رہیں گے لیکن وہ قبولِ حق، عبرت اور ہدایت کی صلاحیت سے محروم ہو جائیں گے۔

اَصْحٰبَ السَّبْتِ کا مفہوم

اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ "سبت" ہفتے کے دن کو کہتے ہیں۔ یہود کے لئے ہفتے کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ انہوں نے قانونِ الٰہی کو توڑنے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے، مثلاً اپنے گھروں میں تالاب بنالئے اور دریا سے نالیاں کھود کر ان تالابوں تک پہنچا دیں، جن کے ذریعے مچھلیاں آتی تھیں اور ہفتے کو بھی پکڑ لیتے تھے، یہ لوگ اَصْحٰبَ السَّبْتِ، "ہفتے والے" یعنی "ہفتے کے دن ممانعت شکار کے قانون کو توڑنے والے" کہلائے۔ ان کی صورتیں مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا اور پھر کچھ وقت کے بعد وہ مر گئے، ان کا انجام یہود مدینہ کو یاد دلا کر انہیں متنبہ کیا گیا کہ کہیں تم بھی اللہ کی لعنت کا شکار نہ بن جاؤ۔

Marfat.com

شرک نا قابل معافی ہے

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ یعنی اللہ شرک کو کسی صورت میں بھی معاف نہیں فرماتا۔ شرک سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، افعال اور اسماء میں کسی کو شریک ماننا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خالقِ حقیقی، معبودِ مطلق اور مؤثر بالذات ماننا۔ یہ سب سے بڑا جرم ہے اور اللہ کی بارگاہ میں نا قابل معافی ہے، کفر کا بھی یہی حکم ہے۔

وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ اور شرک و کفر کے علاوہ بندے کے جو بھی گناہ ہیں وہ قابل معافی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذ اللہ ان کی بخشش اللہ پر لازم ہے بلکہ وہ قادرِ مطلق اور مالک و مختار ہے جسے چاہے معاف فرمادے اور جسے چاہے سزا دے دے۔ بعض کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ شرط ہے اور بعض کو وہ اپنے کرم سے معاف فرما دیتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَیْفَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۵۰﴾

”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو بڑا پاک باز بتاتے ہیں، بلکہ (یہ تو) اللہ ہی ہے کہ جسے چاہے پاکباز بنا دے، اور (ہاں یہ ضرور ہے کہ) ان پر کھجور کی گٹھلی کے باریک تار کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ دیکھئے تو سہی! وہ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھ رہے ہیں، اور (ان کے لئے) یہی صریح گناہ ہے“۔

مشکل الفاظ کے معانی

یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ	اپنی پاکیزگی اور پارسائی بیان کرتے ہیں
یُزَكِّیْ	پاکیزہ کرتا ہے
فَتِیْل	کھجور کی گٹھلی کے درمیانی شگاف میں جو باریک سا تار ہوتا ہے، اسے فتیل کہتے ہیں یعنی بہت ہی معمولی چیز

Marfat.com

تفسیر

یہود کی خوش فہمیاں

یہود کو جب توحید اور اسلام کی دعوت دی جاتی تو وہ اپنی بزرگی، برتری اور پارسائی کے قصیدے پڑھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ:

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ: یعنی ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔

لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی یعنی جنت میں تو بس یہودی جائیں گے یا نصاریٰ۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدَۃً: ہم اگر بالفرض جہنم میں ڈال بھی دیئے گئے تو یہ محض چند دنوں کے لئے ہوگا۔ تو اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا کہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پاکبازی، تزکیہ اور طہارت اللہ کا انعام ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ ہاں اگر بفرض محال تم میں ذرہ بھر بھی پارسائی ہوئی تو تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ اس کا اجر ضرور ملے گا، لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا کہ خود ہی اپنے آپ کو اللہ کا فرزند، محبوب اور جنت کا حق دار قرار دینا اللہ کی ذات پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں خود اپنی بڑائی اور تقدیس بیان کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے نام رکھنے سے بھی حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا جو تفاخر ذات پر دلالت کرتے ہوں۔ البتہ تحدیث نعمت اور تشکر نعمت کے طور پر اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرنا سعادت اور اجر کی بات ہے بشرطیکہ انسان پندارِ نفس اور فریبِ نفس میں مبتلا نہ ہو جائے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ ط وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا ﴿۵۲﴾ اَمْ لَھُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْکِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿۵۳﴾

Marfat.com

أَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ
اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنہیں آسمانی کتاب میں سے حصہ دیا گیا، جو ایمان لاتے ہیں بت اور طاغوت پر، اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کے بہ نسبت زیادہ راہ ہدایت پر ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور جس پر اللہ لعنت فرمائے تو تم اس کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ کیا سلطنت میں ان کا کوئی حصہ ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگوں کو تل برابر بھی کوئی چیز نہ دیتے۔ یا یہ لوگوں سے اس بناء پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں (نعمت) عطا فرمائی ہے، تو بلاشبہ ہم نے (اس سے قبل) آل ابراہیم کو کتاب وحکمت دی اور انہیں عظیم الشان سلطنت عطا کی۔ تو ان میں سے بعض لوگ (تو) ان پر ایمان لائے اور بعض نے روگردانی کی اور (ان کے لئے) بھڑکتا ہوا دوزخ کافی ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَھْدٰی	زیادہ ہدایت یافتہ	فَلَنْ تَجِدَ	تو ہرگز نہیں پائے گا
نَصِیْرًا	مددگار	نَقِیْرًا	کھجور کی گٹھلی کا گڑھا
نَقْر فِی الْحَجَر	پتھر پر لکھنا	مِنْقَار	پرندے کی چونچ کو کہتے ہیں
صَدَّ عَنْهُ	اس سے منہ موڑا، اعراض کیا		

Marfat.com

تفسیر

جبت اور طاغوت کے معنی

يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ۔ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ: ان کے متعدد معانی ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ یہ مشرکوں کے دو بت تھے۔

(۲) جبت اصل میں جبس تھا یعنی ایسی چیز جس میں کوئی خیر نہ ہو، حقیر چیز، اس کا اطلاق کاہن، ساحر، جوتش، رمل اور فال پر بھی ہوتا ہے۔

(۳) طاغوت جو کفر اور سرکشی میں حد سے بڑھ جائے۔

(۴) جبت سے مراد بت اور طاغوت سے مراد بتوں کے مجاور اور ترجمان وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق غزوۂ احد کے بعد یہود مدینہ کے دو سردار حیی بن اخطب، اور کعب بن اشرف قریش کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکانے کے لئے مکہ گئے تھے۔ قریش نے کہا کہ تم محمد کے پاس سے آئے ہو، لہٰذا جب تک تم ہمارے بتوں کو سجدہ نہیں کرو گے، ہم تم پر اعتبار نہیں کریں گے، ان دونوں نے قریش کو خوش کرنے کے لئے اہل کتاب ہونے کے باوجود ان کے بتوں کو سجدہ کر دیا، اس لئے ان دونوں کا نام ''جبت وطاغوت'' پڑ گیا۔ پھر ان سے ابوسفیان نے پوچھا کہ ہم راہِ راست پر ہیں یا محمد، انہوں نے ان کو خوش کرنے کے لئے کہا کہ تم لوگ زیادہ راستی پر ہو۔ اسی پس منظر میں قرآن نے فرمایا کہ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب میں سے علم دیا گیا، وہ جبت و طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں سے کہتے ہیں کہ تم مسلمانوں کے مقابلے میں زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ پھر قرآن نے فرمایا: کہ ''ان لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔''

قرآن کے ملعونین

''لعنت'' کے معنی ہیں ''اللہ کی رحمت سے محرومی'' قرآن میں جن لوگوں پر لعنت کی گئی ہے، ان میں چند یہ ہیں:

Marfat.com

ا۔ ''حق'' کو چھپانے والے، جیسے علماء یہود اپنے مفادات کو جاری رکھنے کے لئے ایسا کرتے تھے۔

۲۔رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچانے والے اور گستاخانِ رسول۔

۳۔ائمہ ضلالت وفساد (۴) کاذبین (۵) ظالمین (۶) یہود (۷) کفار ومشرکین

اس کے علاوہ احادیث مبارکہ میں سود خور، مصور، گودنے والی اور گودوانے والی، نامحرم پر بری نظر ڈالنے والا، منکر تقدیر، ظلماً اقتدار پر قابض ہونے والا، حرام کو حلال کرنے والا، ایسے مرد اور عورتیں جو صنف مخالف کی وضع اپنائیں وغیرہ پر بھی لعنت کی گئی ہے۔

شرعاً جب تک یہ امر متحقق نہ ہو کہ کسی شخص کی موت کفر پر ہوئی ہے، اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ ''وصف مذموم'' کی نسبت سے لعنت جائز ہے، جیسے چور، ظالم، زانی اور کافر پر لعنت وغیرہ۔

یہود کو سند حقانیت جاری کرنے کا حق نہیں

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ...... : اسلام دشمنی میں قریش مکہ کو ہدایت یافتہ قرار دینے والے یہودیوں کے لئے اللہ نے فرمایا کہ یہ خوش فہمی میں حق و باطل کی اسناد جاری کر رہے ہیں، اگر بادشاہت میں ان کا کچھ حصہ ہوتا تو کسی کو تل برابر بھی نہ دیتے۔

یہود حاسد ہیں

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ......۔ ان آیات میں بھی یہودیوں کا تذکرہ ہے کہ انہیں اس بات پر حسد اور جلن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ صرف مقام نبوت بلکہ خاتم الانبیاء کے منصب پر سرفراز فرمایا، انہیں اولین وآخرین کا امام بنایا اور ان کی امت کو ''امت وسط'' اور ''خیر الامم'' کا لقب عطا فرمایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جواباً فرمایا کہ اس نے آلِ ابراہیم یعنی بنی اسرائیل کو بھی کتاب وحکمت اور سلطنت عظیم عطا کی تھی لیکن یہ لوگ سب کے سب کبھی بھی ان پر ایمان نہیں لائے اور نہ ان کی حمایت کی۔ بلکہ انبیاء کو شہید کیا، اذیتیں پہنچائیں اور ان میں سے انبیاء پر ایمان لانے والے

Marfat.com

ہمیشہ کم تعداد میں رہے۔ ''حسد'' کا معنی ومفہوم گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾

''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم انہیں (جہنم کی) آگ میں جھونک دیں گے، جب بھی ان کی کھالیں (جل کر) پک جائیں گی، ہم ان کی جگہ دوسری کھالیں بدل دیں گے، تاکہ وہ (مسلسل) عذاب کا مزہ چکھتے رہیں، یقیناً اللہ غالب بڑی حکمت والا ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

نَضِجَتْ	پک جائیں گی	جُلُوْدًا	جلد کی جمع کھال

تفسیر

اہل جہنم کی جلد تبدیل کرنے کی حکمت

اس آیۂ مبارکہ میں کفار کی کیفیت عذاب اور شدتِ عذاب کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس بات پر بھی قادر ہے کہ ہر آن سارا جسم تبدیل ہوتا رہے اور اس پر بھی کہ کھال تبدیل کئے بغیر مسلسل عذاب میں مبتلا رکھے۔ لیکن غالباً ہر آن کھال تبدیل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان کے اعضاء میں حساسیت (Sensitivity) کا مادہ کھال میں سب سے زیادہ ہوتا ہے، کھال میں تکلیف کا اثر سب سے زیادہ اور فوری ہوتا ہے، اس لئے ان کی شدتِ عذاب کی کیفیت کو برقرار رکھنے کے لئے بار بار کھال کو تبدیل کیا جاتا رہے گا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، عنقریب ہم انہیں ایسے

Marfat.com

باغات (بہشت) میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، وہاں ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

سَنُدْخِلُهُمْ	ہم عنقریب انہیں داخل کریں گے	جَنّٰتٍ	جنۃ کی جمع باغات
تَجْرِیْ	بہتی ہیں	الْاَنْهٰرُ	نہر کی جمع
مُّطَهَّرَةٌ	پاکیزہ	ظِلًّا	سایہ

تفسیر

جنتی بیویوں کے پاک ہونے کا مفہوم

اس آیۂ مبارکہ میں مؤمنین صالحین کے لئے جنت کی ابدی اور لازوال نعمتوں کا تذکرہ ہے، جن میں پاک بیویاں بھی شامل ہیں۔ طہارت سے ایک تو معنوی طہارت اور حسن مراد ہے اور دوسرا یہ کہ دنیا میں بہ تقاضائے بشری اجسام پر جو زائد ناخن، بال، میل، پسینہ، بدبو، خارج ہونے والے فضلات، رطوبتیں، بلغم، خون وغیرہ ہوتے ہیں، ان سے وہ کلی طور پر پاک ہوں گی اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ حیض سے بھی پاک ہوں گی۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۵۸﴾

"بلاشبہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تمہیں کیا ہی عمدہ نصیحت فرماتا ہے، یقیناً اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

اَنْ تُؤَدُّوا	یہ کہ تم ادا کرو	الْاَمٰنٰتِ	امانۃ کی جمع
نِعِمَّا یَعِظُکُمْ	کیا ہی عمدہ نصیحت فرماتا ہے		

تفسیر

شانِ نزول

اس آیت مبارکہ کا سبب نزول یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں عثمان بن طلحہ کعبہ کے کلید بردار تھے، وہ پیر اور جمعرات کو بیت اللہ کا دروازہ کھولا کرتے تھے، ایک بار نبی کریم ﷺ نے ان سے چابی مانگی تو اس نے گستاخانہ لب و لہجے میں بات کی۔ آپ نے فرمایا: اے عثمان! ایک وقت آئے گا کہ یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا، عطا کروں گا۔ پھر رمضان المبارک ۸ ھ کو مکہ فتح ہوا اور آپ فاتح کی حیثیت سے بیت اللہ میں داخل ہوئے، بیت اللہ کا دروازہ کھلوایا، بتوں سے اللہ کے گھر کو پاک کیا، عبادت کی، اس موقع پر حضرت عباس اور حضرت علی نے خواہش ظاہر کی کہ حجاج کی خدمت اور بیت اللہ کی تولیت بنی ہاشم کے پاس ہے، کنجی بھی انہیں عطا فرمائی جائے۔ آپ نے اس موقع پر آیۂ مبارکہ تلاوت فرمائی، عثمان بن طلحہ کو بلایا، کنجی ان کے حوالے کی اور فرمایا یہ ہمیشہ تمہارے خاندان میں رہے گی کوئی ظالم ہی تم سے چھینے گا۔

ادائے امانت کا مفہوم

''امانت'' کا ایک مفہوم تو بالکل عام فہم ہے کہ کوئی شخص کسی کے پاس کوئی چیز امانتاً رکھے اور جب ''صاحب امانت'' ''امین'' سے اپنی چیز واپس طلب کرے تو کسی تردد کے بغیر بعینہٖ وہ چیز اسے واپس کر دے۔ اور اگر کوئی اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لَآ اِیْمَانَ لِمَنْ لَّآ اَمَانَۃَ لَہٗ'' جسے امانت کا پاس نہیں وہ درحقیقت صاحب ایمان ہی نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِیْنَ

Marfat.com

هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ اور (کامیاب وکامران صاحب ایمان وہ ہیں) جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی پاسداری کرتے ہیں"۔

مشورے میں امانت

اگر کوئی شخص کسی سے مشورہ طلب کرے کہ فلاں شخص کے ساتھ رشتہ کرنا، کاروباری شراکت کرنا، اس کے پڑوس میں مکان خریدنا یا اسے کوئی منصب تفویض کرنا مناسب ہے یا نہیں، تو اسے چاہئے کہ اپنی صحیح معلومات اور دیانت دارانہ رائے کے مطابق مشورہ دے تا کہ اس کے دینی بھائی کو لاعلمی کے سبب نقصان نہ پہنچے، اسی لئے ایسے موقع پر کسی کے بارے میں صحیح رائے دینا، خواہ اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، غیبت کے زمرے میں بھی نہیں آتا، چنانچہ فرمان رسول ہے: "اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمِنٌ" "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ (قابل اعتماد اور) امانت دار ہوتا ہے۔"

مجلس میں امانت

بعض اوقات ایک مجلس میں دو یا زیادہ افراد بیٹھے ہوتے ہیں اور وہاں کسی ضرورت کے تحت کسی کے بارے میں رائے زنی ہوتی ہے، یہ رائے شرکاء مجلس کے پاس امانت ہے اور اس کا افشاء خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔ ارشادِ رسول ہے: "اَلْمَجَالِسُ بِالْاَمَانَةِ": "مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہونی چاہئیں۔"

تفویض مناصب میں امانت

حکومت کے مناصب اور عہدے بھی اللہ اور قوم کی امانت ہوتے ہیں۔ خاص طور پر "مناصب عدل" اور ایسے حکومتی عہدے جن سے عوام کے حقوق وابستہ ہوتے ہیں اور جن کے اختیار میں قوم کی دولت اور "بیت المال" ہوتا ہے، یا جن کے پاس قومی راز اور سلامتی و دفاع کے معاملات ہیں، الغرض ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ درجے، حتیٰ کہ سربراہِ مملکت وحکومت تک یہ تمام مناصب اہل اور امین افراد کو تفویض کئے جانے چاہئیں اور کوٹے کی بجائے

Marfat.com

اہلیت ودیانت کو معیار بنانا چاہیے۔رشوت لے کر، دھونس اور دباؤ میں آکر، اثر ورسوخ یا سفارش کی بنیاد پر عہدے تفویض کرنا صریح خیانت ہے اور حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: "اِذَا وُسِّدَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ": یعنی جب قوم کی زمام کار اور اختیارات نااہلوں کو تفویض کردیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو، نااہل اور خائن لوگ مظلوم اور بے بس وناکس لوگوں پر وقت سے پہلے قیامت ڈھادیں گے۔

حقوق اللہ میں امانت

سب سے بڑی امانت تو یہ ہے کہ سجدہ بندگی اس کے حضور بجالائے جو اس کا حق دار ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک، زندگی کا ایک ایک سانس، اللہ کی عطا کردہ جسمانی، روحانی، علمی وعملی، ذہنی وفکری صلاحیتوں کو اس کی نعمت وامانت سمجھ کر اس کی اطاعت کرے، ایک لمحہ اور ایک قدم بھی اس کی معصیت میں صرف کرنا بہت بڑی خیانت ہے۔

حکومتی اور عدالتی فیصلوں میں عدل

منصب حکومت وعدالت بلاشبہ اعزاز بھی ہے اور امتحان بھی اور جنت ودوزخ کے درمیان پل صراط بھی، انصاف کے معاملے میں اپنے پرائے، مومن اور کافر میں فرق کی اجازت نہیں دی گئی، اس لئے ''بین الناس'' (لوگوں کے درمیان) فرمایا، ''بین المومنین'' (مومنوں کے درمیان) نہیں فرمایا۔اس عنوان پر تفصیلی گفتگو آئندہ سطور میں آرہی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْۚ
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۵۹﴾

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبان اختیار ہیں، پھر اگر کسی مسئلے میں تمہارے درمیان تنازع پیدا ہو جائے تو اس (معاملے) کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم (واقعی)

Marfat.com

اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر بات ہے اور اس کا انجام سب سے اچھا ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اُولُو الْاَمْر	اصحاب اختیار واقتدار	فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ	پس اگر تم جھگڑنے لگو
فَرُدُّوْهُ	پس اسے لوٹا دو	اَحْسَنُ	سب سے اچھا
تَاْوِيْل	انجام کار	اَطِيْعُوا	اطاعت کرو

تفسیر

اطاعت کی اقسام

اس آیۂ مبارکہ میں ''اطاعت'' کی تین اقسام بیان کی گئی ہیں:

(۱) اطاعت اللہ (۲) اطاعت الرسول (۳) اطاعت اولوالامر

پہلی دو اطاعتوں کے بیان کے لئے دونوں جگہ ''اَطِيْعُوا'' کا کلمہ مستقل اور صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جبکہ اُولِی الْاَمْرِ کے ساتھ ''اَطِيْعُوا'' کا کلمہ مستقل ذکر نہیں فرمایا بلکہ اسے اطاعت رسول کے تابع رکھ کر ذکر کیا۔

پہلی دو اطاعتیں مستقل اور غیر مشروط ہیں

اس اسلوب قرآنی اور اندازِ بیان سے علماء نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پہلی دو اطاعتیں یعنی (۱) اللہ کی اطاعت (۲) رسول کی اطاعت، مستقل اور غیر مشروط ہیں، ہر صورت میں نافذ العمل، لازمی اور قطعی ہیں اور ان میں کسی حیل وحجت اور چون وچرا کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن بھی ہر قسم کی غلطی اور شک وشبہ سے بالاتر ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ذات بھی معصوم ہے، ان سے غلطی کا صادر ہونا خارج از امکان ہے۔ بلکہ درحقیقت رسول کی ذات ہی ''مرکز اطاعت'' ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا عرفان، معیار، مدار اور کسوٹی رسول ہی کا قول وفعل ہے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ

Marfat.com

اللہ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی، اس نے درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت کی، اور خود رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ" یعنی "جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (دراصل) اللہ ہی کی نافرمانی کی۔"

اُولِی الْاَمْرِ کی اطاعت مشروط

پہلی دو اطاعتوں کے برعکس اُولِی الْاَمْرِ (یعنی اربابِ اختیار و اقتدار) کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم، حلال و حرام کے بارے میں، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت لازم ہے اور اگر وہ اللہ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کے حکم سے متصادم ہے تو اس کی اطاعت نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی مخالفت لازم ہوگی، کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ": یعنی کسی ایسے معاملے میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی جس میں خالق کی نافرمانی لازم آئے، خواہ وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا صاحب اقتدار و اختیار ہی کیوں نہ ہو، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اولین خطبۂ خلافت میں ارشاد فرمایا:

(ترجمہ): "جب تک میں اللہ اور اس کے رسولِ مکرم کی اطاعت پر کاربند رہوں، تم میری اطاعت کرنا اور اگر، خدانخواستہ میں اللہ اور اس کے رسولِ مکرم کی نافرمانی کروں، تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں ہے۔" یہ اسلام میں حاکم کی اطاعت اور حاکم کے دائرۂ اختیار کا اصل الاصول ہے۔ معاشرے میں زیادہ وسیع دائرہ "مباحات" کا ہوتا ہے یعنی ایسے امور جن کو شریعت نے حرمت کے دائرہ میں نہیں رکھا، بلکہ انہیں ہر دور کے صاحبانِ اقتدار کی صوابدید اور انسانی مصلحت و مفادِ عامہ کے لئے کھلا چھوڑا ہے، ایسے معاملات میں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق، کتاب و سنت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے قانون سازی کی جاسکتی ہے۔

Marfat.com

تنازعات کے حل کا اصول

اس آیۂ مبارکہ میں قرآن نے یہ اصول بھی مقرر فرما دیا کہ اگر فرد اور حکومت یا افراد کے مابین ازروئے شریعت کسی مسئلے کے جواز یا عدمِ جواز پر اختلاف پیدا ہو جائے تو اس کے متفقہ حل کے لئے فائنل اتھارٹی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور وہ ہے اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسولِ مکرم ﷺ کی ذات بابرکات یعنی کتاب وسنت۔ اور جس کی رائے ان کے مطابق ثابت ہوگی، اسے تسلیم کر لیا جائے گا اور جس کی رائے ان سے ٹکرائے گی اسے رد کر دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''انجام کار یہی بہترین حل ہے'' اس سے قیاس کا بھی جواز ثابت ہوتا ہے یعنی فرع کو اصل پر منطبق کر کے حکم وضع کرنا۔

اُولِی الْاَمْرِ کا مصداق

اُولِی الْاَمْرِ سے مراد مسلمانوں کا حاکم وقت یا ہر سطح پر اس کے مقرر کردہ عمّال حکومت اور مجاز افراد ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ عامۃ المسلمین کو وقت کے اربابِ اقتدار کی دین داری، دینی فہم، دینی شعور اور خدا ترسی پر اعتماد نہیں رہتا، ایسے حالات میں وہ قابل اعتماد، ثقہ علماء اور اربابِ فتویٰ سے رجوع کرتے ہیں، ایسی صورت حال میں وہ بھی اُولِی الْاَمْرِ کے مصداق ہوں گے۔ اسی طرح وہ ثالث، حکم اور غیر سرکاری منصف بھی مراد ہو سکتے ہیں جن پر اعتماد کر کے لوگ ان سے فیصلے کراتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ
قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا
بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝٦٠ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ
صُدُوْدًا ۝٦١ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ
جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝٦٢ اُولٰۗىِٕكَ

Marfat.com

الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ
اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى
يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ
يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا
مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ
لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا
عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ
الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ
اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿۷۰﴾

’’کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ آپ پر نازل کی گئی (کتاب) اور آپ سے پہلے اتاری گئی (کتابوں) پر ایمان لائے (لیکن) چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات فیصل کرانے کے لئے طاغوت کے پاس لے جائیں، حالانکہ انہیں تو اس کے انکار کا حکم دیا گیا تھا، اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر (راہ راست سے) بہت دور لے جائے۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے رسول کی طرف آؤ تو (اے محبوب!) آپ دیکھتے ہیں کہ منافق آپ سے منہ موڑ کر نکل جاتے ہیں۔ پھر کیسی (ڈھٹائی کی) بات ہے کہ جب ان پر ان کے کرتوتوں کی پاداش میں کوئی مصیبت آتی ہے تو پھر اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آپ کے پاس چلے آتے ہیں کہ (جناب!) ہم تو

Marfat.com

صرف بھلائی اور موافقت چاہتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کی ہر بات جانتا ہے، پس (اے حبیب!) آپ ان سے چشم پوشی فرمائیے اور انہیں نصیحت کیجئے اور ان سے ان کے بارے میں اثر آفریں بات کہئے۔ اور ہم نے جو بھی رسول بھیجا صرف اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور یہ لوگ جب اپنے آپ پر ظلم کر ہی بیٹھے تھے، تو اگر یہ آپ کے پاس چلے آتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول کریم بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان پاتے۔ (اے محبوب!) آپ کے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن ہو ہی نہیں سکتے، جب تک کہ یہ اپنے باہمی تنازعات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کریں، پھر آپ جو بھی فیصلہ کریں، اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی (اور ملال) محسوس نہ کریں اور اسے دل وجان سے تسلیم کرلیں۔ اور اگر ہم ان پر فرض کردیتے کہ اپنے آپ کو قتل کردیا اپنے گھروں سے نکل جاؤ، تو ان میں سے تھوڑے ہی لوگ اس پر عمل کرتے اور اگر وہ وہی کرتے، جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لئے بہتر ہوتا اور (یہ دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا باعث ہوتا۔ اور اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرماتے۔ اور ہم لازماً انہیں سیدھی راہ پر گامزن کردیتے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں تو وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء صدیقین، شہداء اور صالحین، اور یہ لوگ کیسے عمدہ ساتھی ہیں۔ یہ اللہ ہی کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا کافی ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

یَزْعُمُوْنَ	گمان کرتے ہیں، بزعم خویش، دعویٰ کرتے ہیں	اَنْ یَّتَحَا کَمُوْٓا	یہ کہ فیصلہ کرائیں
قَدْ اُمِرُوْٓا	انہیں حکم دیا گیا ہے	تَعَالَوْا	آؤ

Marfat.com

يَصُدُّوْنَ	آپ سے منہ موڑتے ہیں	اَصَابَتْهُمْ	انہیں کوئی مصیبت
عَنْكَ		مُّصِيْبَةٌ	پہنچتی ہے
بِمَا قَدَّمَتْ	جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے	ثُمَّ جَآءُوْكَ	پھر وہ آپ کے پاس
اَيْدِيْهِمْ	آگے بھیجا یا جو ان کے کرتوت ہیں		آتے ہیں
يَحْلِفُوْنَ	اللہ کی قسم کھاتے ہیں	اِنْ اَرَدْنَآ	ہم نے ارادہ نہیں کیا
بِاللّٰهِ			
تَوْفِيْق	موافقت پیدا کرنا	اَعْرِضْ	ان سے درگزر کیجئے،
		عَنْهُمْ	چشم پوشی کیجئے
عِظْهُمْ	انہیں نصیحت کیجئے	قَوْلًا بَلِيْغًا	پر اثر کلام
لِيُطَاعَ	تاکہ اطاعت کی جائے	اِذْ ظَّلَمُوْٓا	جب انہوں نے ظلم کیا
فَاسْتَغْفَرُوا	وہ اللہ سے بخشش مانگتے	لَوَجَدُوا اللّٰهَ	وہ ضرور اللہ کو پاتے
اللّٰهَ			
وَرَبِّكَ	تیرے رب کی قسم	فِيْمَا شَجَرَ	جو جھگڑے ان کے
		بَيْنَهُمْ	درمیان پیدا ہوں
لَا يَجِدُوْا	وہ نہ پائیں	حَرَج	تنگی، ملال
مِّمَّا قَضَيْتَ	جو آپ نے فیصلہ کیا	وَيُسَلِّمُوْا	اور تسلیم کریں
وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا	اگر ہم ان پر فرض کرتے	اُقْتُلُوْٓا	اپنے آپ کو قتل کرو
عَلَيْهِمْ		اَنْفُسَكُمْ	
اُخْرُجُوْا	نکلو	دِيَارِ	دار کی جمع گھر
مَّا فَعَلُوْهُ	انہوں نے نہیں کیا	مَا يُوْعَظُوْنَ	جس بات کی انہیں
		بِهٖ	نصیحت کی جاتی ہے
تَثْبِيْت	ثابت قدم رکھنا، جمائے رکھنا	لَدُنْ	پاس، نزدیک

Marfat.com

أَنْعَمَ اللّٰہُ   اللہ نے انعام کیا   حَسُنَ   کیا ہی اچھا ہے

تفسیر

مندرجہ بالا گیارہ آیات (۶۰ تا ۷۰) کا مضمون تقریباً باہم مربوط ہے اور اسے صحیح طریقے سے سمجھنے کے لئے اس ربط کا ذہن نشین ہونا ضروری ہے، اسی لئے ہم نے انہیں ایک ساتھ درج کیا ہے، ان کا پس منظر اور سبب نزول بھی مشترک ہے، چنانچہ ہم سبب نزول مختصراً بیان کرنے کے بعد متعلقہ آیات کی بحوالہ نمبر الگ الگ تشریح کریں گے۔

سبب نزول

ہجرت کے بعد جب رسولِ اکرم ﷺ نے مدینہ طیبہ کو اپنے قیام سے شرف بخشا، تو جو ابتدائی اقدامات آپ نے کئے، ان میں مہاجرین و انصار کے درمیان مؤاخات، اور اہل مدینہ کے ساتھ "پہلے مدنی دستور" کا معاہدہ تھا، جس کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ اہل مدینہ کے مابین جو بھی تنازعات اور مقدمات ہوں گے، ان کا فیصلہ نبی کریم ﷺ کریں گے۔ یعنی آپ کو منصف اور حاکم تسلیم کر لیا گیا تھا۔ مہاجرین کے علاوہ مدینہ کے قدیم باشندوں میں دو بڑے قبیلے انصار کے تھے، یعنی اوس اور خزرج، اور تین قبیلے یہود کے تھے یعنی بنی قریظہ، بنی نضیر اور بنو قینقاع، مدینہ کے جو لوگ اسلام لائے تھے، ان میں سے اکثر تو مؤمنین مخلصین تھے اور انہوں نے تاریخ میں وفا، ایثار، استقامت اور بارگاہِ رسالت میں جاں نثاری کے لازوال نقوش ثبت کئے ہیں، لیکن کچھ منافقین بھی تھے، جن کا سردار عبداللہ بن ابی تھا، یہ لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کی صفوں میں شامل بھی رہتے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور دشمنوں سے خفیہ سازشوں کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

چنانچہ بشر نامی ایک بظاہر کلمہ گو اور درپردہ منافق، کا ایک یہودی سے کوئی جھگڑا ہو گیا، یہودی نے کہا چلو حضرت محمد (ﷺ) سے فیصلہ کراتے ہیں، وہ کافر ہونے کے باوجود جانتا تھا کہ آپ مقدمے کے حقائق و واقعات کو دیکھ کر مکمل غیر جانبداری کے ساتھ منصفانہ فیصلہ کرتے ہیں اور اپنے پرائے میں تمیز نہیں کرتے۔ اس کے برعکس "بشر" نے کہا: "کعب بن

Marfat.com

اشرف'' سے فیصلہ کراتے ہیں، یہ رشوت خور تھا، اور دشمنِ رسول تھا، یہودی علماء میں سے تھا اور قرآن نے اسے ''طاغوت'' یعنی سرکش شیطان کے نام سے پکارا ہے۔ تاہم یہودی کے اصرار پر مقدمہ نبی کریم ﷺ کے حضور پیش ہوا اور آپ نے حقائق کی روشنی میں یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ ''بشر'' اس فیصلے پر مطمئن نہ ہوا اور اصرار کر کے یہودی کو آمادہ کر لیا کہ چلو عمر سے فیصلہ کراتے ہیں۔ اس کا خیال یہ تھا کہ عمر، اسلام کے بارے میں سخت ہیں، دشمنِ مصطفیٰ کوئی بھی ہو، انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتا، اس لئے شاید جانبداری کر کے میرے حق میں فیصلہ دے دیں۔

حضرت عمر جب باہر آئے، فریقین نے آمد کا مقصد بیان کیا، انہوں نے کہا تم فیصلہ کرانے حضور ﷺ کے پاس کیوں نہیں گئے، بشر نے کہا: گئے تو تھے لیکن ان کا فیصلہ ہمیں پسند نہیں آیا، اس پر آپ اندر گئے، کھلی تلوار لے آئے اور بشر کا سر قلم کر دیا اور فرمایا: ''هٰذَا قَضَائِي بِمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِقَضَآءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' یعنی جو اللہ کے رسول کے فیصلے پر راضی نہیں، اس کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تائید

اس پر ایک تو مدینہ طیبہ میں کہرام مچ گیا کہ عمر نے ایک کلمہ گو مسلمان کو قتل کر دیا ہے، اور بشر کے قبیلے والے بھی اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کے پاس چلے گئے، آپ نے فرمایا کہ: ''مجھے یقین ہے کہ عمر کی تلوار کسی مومن کی گردن پر نہیں چل سکتی۔'' چنانچہ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، جس سے اس امر کی تصدیق ہو گئی کہ بشر مومن نہیں تھا، منافق تھا اور آیت نمبر ۶۵ میں یہ واضح فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ جو اللہ کے رسول کو حکم اور حاکم نہ مانے یا جسے آپ کے فیصلے پر ذرا سا بھی دل میں ملال ہو، وہ ہزار ایمان کا دعویٰ کرے، کلمہ پڑھے، وہ مومن ہو ہی نہیں سکتا۔ سیرت عمر کی یہی امتیازی شان تھی جس کی بناء پر انہیں بارگاہِ رسالت سے ''فاروق'' کا لقب عطا ہوا تھا، جس کے معنی ہیں ''حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا''۔ یعنی جو حق اور باطل کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم متعلقہ

Marfat.com

آیات کی ضروری تشریح کریں گے۔

منافقین کا طرزِ عمل

آیت نمبر ۶۰ میں بتایا گیا کہ یہ لوگ بزعم خویش یہ دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم قرآن اور تورات پر ایمان لائے ہیں، لیکن پھر کیا سبب ہے کہ وہ اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لئے ''طاغوت'' کے پاس جاتے ہیں حالانکہ انہیں تو اس کے انکار کا حکم دیا گیا ہے۔ ''طاغوت'' سے مراد شیطان بھی ہے اور ''کعب بن اشرف'' یہودی بھی اپنے تمرد اور سرکشی کی وجہ سے اس کا مصداق تھا۔ اور اس لئے کہ وہ شیطان کی پیروی ہی میں ایسے لوگوں کے پاس جاتے تھے۔

آیت نمبر ۶۱ میں بتایا کہ انہیں جب کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب (قرآن) اور اس کے رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے مقدمات میں رجوع کرو، تو وہ اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ دراصل منافقین کا وطیرہ یہ تھا کہ جس مسئلے میں انہیں امید ہوتی کہ ان کے حق میں فیصلہ ہو جائے گا، وہ اسے حضور کے پاس لے جاتے، لیکن جہاں انہیں احساس ہوتا کہ وہ حق پر نہیں ہیں، وہاں حیلے بہانوں سے کسی ایسے شخص کو حاکم بنانے پر اصرار کرتے، جس کے بارے میں انہیں یقین ہوتا کہ ہم اس سے رشوت، سفارش، اثر ورسوخ یا کسی تدبیر سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لیں گے۔

آیت نمبر ۶۲ میں بتایا گیا کہ جب اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی، تو پھر حضور کے پاس آتے اور اللہ کے نام کی جھوٹی قسمیں کھا کر یقین دلانے کی کوشش کرتے کہ ہم جو دوسری جگہ فیصلہ کرانے گئے تھے، بدنیتی کی بناء پر نہیں بلکہ مسئلہ سلجھانے کی غرض سے گئے تھے، جیسے بشر کے قتل کا واقعہ ہوا۔ اسی طرح غزوۂ بنی مصطلق کے بعد سورہ ''منافقون'' نازل ہوئی اور منافقین کا پردہ چاک کیا گیا تو وہ اپنی صفائی اور وضاحت پیش کرنے لگے۔

آیت نمبر ۶۳ میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ ان کا نفاق تو عیاں ہو چکا ہے، لیکن ابھی

Marfat.com

مصلحت وحکمت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان کی دسیسہ کاریوں پر بدستور چشم پوشی کریں، اتمام حجت کے لئے انہیں سمجھاتے رہیں اور دعوتِ حق میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

آیت نمبر ۶۴ کا مضمون انتہائی ایمان افروز ہے، اللہ تعالیٰ نے قطعی فیصلہ فرمادیا کہ رسول کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے، وہ ''مطاعِ مطلق'' ہوتا ہے، اس کے احکام کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عصمت نبوت کی دلیل

مفسرین کرام نے اس آیت سے ''عصمت نبوت'' پر استدلال کیا ہے۔ امام المفسرین امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ رسول جب ''مطاع مطلق'' (یعنی غیر مشروط طور پر واجب الاتباع) ہے تو ان کے ہر قول وفعل کی اطاعت لازم ہے، لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر حال میں رسول سے معصیت کا صدور ناممکن ہے، کیونکہ اگر رسول سے معصیت کا صدور ممکن مان لیا جائے تو امت پر اس کی اتباع بھی لازم آجائے گی، اس لئے کہ رسول کے ہر قول وفعل کی پیروی بلا استثنا لازم ہے، اس طرح معصیت پر عمل لازم آجائے گا، حالانکہ معصیت پر عمل حرام ہے۔ اور ایک ہی فعل کا وجوب اور حرمت دونوں جمع نہیں ہو سکے۔ لہٰذا نبی کی ذات ہر حال میں معصیت سے پاک ہے۔

استغفار کے لئے وسیلہ رسول

اس آیت کے دوسرے حصے میں قرآن نے یہ تعلیم دی کہ اگر وہ معصیت کا ارتکاب کر کے یا رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر کعب بن اشرف یا ابوزبرہ کو حکم بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تو پھر بھی ان کے لئے نجات کی ایک صورت باقی تھی کہ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر، اللہ کے رسول کو وسیلہ بنا کر اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے اور رحمۃ للعالمین ﷺ بھی ازراہِ لطف وکرم ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی مغفرت سے نواز دیتا۔

Marfat.com

بعد از وصال وسیلۂ نجات

مفسرین کرام نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جس طرح حضور اکرم ﷺ کی ذات اپنی حیات ظاہری میں وسیلۂ نجات و مغفرت تھی، اسی طرح بعد از وصال بھی آپ وسیلۂ نجات ہیں، چنانچہ تفسیر قرطبی اور معارف القرآن میں بحرِ محیط کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت درج ہے کہ حضور انور ﷺ کے وصال کے تین دن کے بعد ایک اعرابی آپ کی قبرِ انور پر حاضر ہوا، روضۂ انور کی مٹی اپنے سر پر ڈال کر زار و قطار رونے لگا اور یہ آیت پڑھ کر عرض کیا کہ اللہ کے حکم کے مطابق میں آپ کے در پر حاضر ہو گیا ہوں، آپ دعا کیجئے کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں، چنانچہ قبرِ انور سے آواز آئی کہ "قَدْ غُفِرَ لَکَ" یعنی تمہیں بخش دیا گیا۔

رسول کا فیصلہ دل سے ماننا ضروری ہے

آیت ۶۵ کا مضمون ہم سبب نزول میں بیان کر چکے ہیں کہ جو لوگ آپس کے مقدمات میں اللہ کے رسول کو حاکم مجاز نہ مانیں، وہ کلمہ پڑھنے کے باوجود مومن نہیں ہو سکتے، منافق ہیں، اور پھر رسول جو فیصلہ فرما دیں وہ قانوناً تو نافذ ہو ہی جاتا ہے، اسے دل کی گہرائیوں سے بھی ماننا ضروری ہے، اگر اس پر دل میں ذرہ بھر بھی رنج و ملال ہوا تو ایمان سے محروم ہو جاؤ گے۔

مخلص مومنوں کی شان

آیت نمبر ۶۶ تا ۶۸ کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود نے مسلمانوں پر طعن کیا کہ ہم نے اپنے نبی کی نافرمانی کی تو توبہ کے لئے اپنے ہاتھوں اپنے ہزاروں افراد کو قتل کیا، جب کہ تم لوگ اپنے نبی کا فیصلہ ماننے کے لئے تیار نہیں، اس پر اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ مخلص مومن، خواہ قلیل تعداد ہی میں کیوں نہ ہوں، اگر ہم انہیں اپنے آپ کو قتل کرنے یا گھروں سے نکلنے کا حکم دے دیں تو وہ کر گزریں گے، یہ تو منافق لوگ تھے جو نبی کے فیصلے پر

Marfat.com

راضی نہ ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اگر یہ نبی کے حکم پر عمل کرتے تو ہم انہیں اجرِ عظیم سے نوازتے اور صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیتے''۔ اس موقع پر بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اگر ارشاد ہو تو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جانوں کا نذرانہ پیش کر دیں، ان میں حضرتِ ابوبکر صدیق، حضرتِ عمر فاروق، حضرتِ عبداللہ بن مسعود، ثابت بن قیس اور بعض دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نام مذکور ہیں، جن کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے دلوں میں ایمان ایسے جما ہوا ہے جیسے زمین میں پہاڑ۔

رسول کی غیر مشروط اطاعت کا انعام

آیات ۶۹۔۷۰ میں اللہ تعالیٰ نے ان خوش نصیبوں کے اخروی اجر و انعام کا ذکر فرمایا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط اور مخلصانہ اطاعت پر قائم و دائم ہیں کہ انہیں جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے قرب و رفاقت سے نوازا جائے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور بعض صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم ہمیں آپ کا دیدار کئے بغیر چین نہیں آتا، آخرت میں اگر ہم آپ سے بچھڑ گئے، دور ہو گئے تو یہ لمحات فراق کیسے کٹیں گے، ان کی تسلی و تشفی کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں کہ جنت میں غلامانِ مصطفیٰ علی صاحبہم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو دیدار نصیب ہوگا۔

صدیق

صدیقیت، نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور امت خاتم الانبیاء کے صدیق بالاجماع حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جنہوں نے اعلانِ نبوت اور معراج سے لے کر ہر مرحلے پر سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی۔

شہید

شہید کے معنی گواہ کے ہیں، یعنی شہید کا حال اس کے کمالِ ایمان کا گواہ ہوتا ہے،

Marfat.com

''شہید'' کے ایک معنی حاضر وموجود کے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب شہید، اپنی جان عزیز، اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے تو فرشتے اس کی روح کے استقبال کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور یہ کہ رشتۂ جان منقطع ہوتے ہی اس کی روح ''جنت'' میں حاضر وموجود ہوتی ہے۔

صالح

اس سے مراد یہ ہے کہ جو اعمال وعقائد دونوں میں صالح ہو، جس کی ذات ایمان کامل اور عمل صالح کی مجسم تصویر ہو اور جسے دیکھ کر خدا یاد آجائے، یہ مقام ولایت ہے۔

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿۷۱﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾

''اے ایمان والو! (دشمن کے مقابلے میں) اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو، پھر چاہے دستوں کی شکل میں نکلو یا اکٹھے ہو کر۔ اور بلاشبہ تم میں کوئی (گروہ) ایسا بھی ہے جو (جہاد کے لئے نکلنے میں) ضرور دیر لگائے گا، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت آپہنچے، تو وہ کہے گا کہ مجھ پر اللہ نے بڑا انعام کیا کہ میں ان کے ساتھ (میدان جنگ میں) موجود نہ تھا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل ہو جائے تو وہ ضرور کہے گا، اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا، تو بڑی کامیابی حاصل کرتا، گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی نہ تھی''۔

مشکل الفاظ کے معانی

خُذُوْا　　اخذ یا خذ سے امر۔ لو　　اَخَذَ حِذْرَہٗ　کسی خوفناک چیز سے ہوشیار اور چوکنا ہونا

Marfat.com

فَانفِرُوْا:	جنگ کے لئے نکل کھڑے ہونا	ثُبَات	ثبۃ واحد گروہ، جماعت
نفر نَفِیْرا و نُفُورًا لِلْقِتَال			
ثبۃ	گروہ، جماعت	لَّیُبَطِّئَنَّ	ضرور دیر کرے گا
بُطُوْء	دیر لگانا	مَوَدَّةٌ	ودیود: سے، محبت
یٰلَیْتَنِیْ	کاش کہ میں	فَاَفُوْزَ	میں کامیاب رہوں گا
فَوْزًا	کامیابی		

تفسیر

جہاد کے لئے تیار رہنے کا حکم

یہاں سے جہاد کی ضرورت اور اس سے متعلق امور پر گفتگو شروع ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے تو فرمایا کہ خُذُوْا حِذْرَکُمْ اس کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ دشمن کے مقابلے میں ہوشیار رہو، اور دوسرے معنی ہیں دشمن کے مقابلے کے لئے اسلحہ اور ضروری ساز و سامان تیار رکھو۔ اور جب ضرورت پڑے تو موقع کی مناسبت سے چھوٹے چھوٹے دستوں کی شکل میں یا بڑے لشکر کی صورت میں نکل کھڑے ہو۔ ''نفیر'' جہاد کے لئے اعلان عام کو کہتے ہیں جس طرح آج کل فوجیوں کی تعداد کے اعتبار سے کمپنی، پلاٹون اور ڈویژن یا کور کی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں، اس طرح عہدِ رسالت میں سریہ، منسر، جحفل، وغیرہ اصطلاحات رائج تھیں۔ عام طور پر لشکر کو کتیبہ اور ''جیش'' کہتے ہیں۔

منافقین کا دہرا طرزِ عمل

اس کے بعد منافقین کا تذکرہ ہے کہ جب مدنی زندگی کے ابتدائی برسوں میں کوئی لشکر یا دستہ روانہ کیا جاتا تو منافقین طرح طرح کے حیلے بہانوں سے روانگی میں تاخیر کر دیتے اور پیچھے رہ جاتے۔ اگر اس مہم میں مجاہدین کو نقصان اٹھانا پڑتا تو یہ منافق خوشی کے شادیانے

Marfat.com

بجاتے اور کہتے کہ اللہ نے ہم پر بڑا کرم کیا کہ ہم اس موقع پر ساتھ نہیں گئے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے مجاہدین کو کفار کے مقابلے میں فتح حاصل ہوتی، مالِ غنیمت ہاتھ آتا، تو یہ منافق کفِ افسوس ملتے اور کہتے کہ کاش ہم ان کے ساتھ ہوتے اور بہت بڑی کامیابی کے ثمرات میں حصے دار ہوتے۔ لیکن یہ اظہار تاسف مسلمانوں سے ہمدردی ومحبت کی بناء پر نہیں بلکہ طمع وحرص کی بناء پر ہوتا ہے۔

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ اَجْرًا عَظِيمًا ۝

''پس ان لوگوں کو اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو آخرت کے عوض دنیا کی زندگی فروخت کر چکے ہیں، اور جو اللہ کی راہ میں لڑے، پھر خواہ وہ مارا جائے، یا (دشمن پر) غلبہ پالے، (دونوں صورتوں میں) عنقریب ہم اسے بہت بڑے اجر سے نوازیں گے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

فَلْيُقَاتِلْ	چاہئے کہ لڑیں	يَشْرُونَ	''شراء'' خرید و فروخت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے، یہاں فروخت کے معنی میں ہے
فَسَوْفَ	عنقریب ہم اسے		
نُؤْتِيهِ	دیں گے		

تفسیر

بیعت کا مفہوم

اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو جہاد پر ابھارا جا رہا ہے۔ کیونکہ ''بیعت اسلام'' کا مطلب یہی ہے کہ بندۂ مومن دنیا کی راحتوں، آسائشوں اور لذتوں کو راہ حق میں قربان

Marfat.com

کرنے کا عہد کر کے، آخرت کی ابدی اور دائمی نعمتوں کو خرید چکا ہے، اب اس کی جان، مال اور سب کچھ اللہ کی نذر ہے۔ وہ جب جہاد کے لئے نکلتا ہے تو یہ سمجھ کر کہ اس کا مطمحِ نظر دین کی سربلندی اور آخرت کی کامرانی ہے۔ وہ اسے دنیوی نفع نقصان کے پیمانوں سے نہیں ناپتا، کیونکہ یہ تو ایسا مشن ہے کہ ہارے بھی تو بازی مات نہیں، بقول علامہ اقبال ؎

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

"اور (مسلمانو!) آخر تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے حالانکہ کمزور بے بس مرد، عورتیں اور بچے (مظالم سے عاجز آ کر) یہ فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال، جس کے لوگ ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارے لئے کوئی حامی اور مددگار بنا"۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْمُسْتَضْعَفِیْنَ	عاجز و بے بس، پسے ہوئے لوگ	اَلْقَرْیَۃِ	بستی
وَلِیٌّ	دوست، حامی	نَصِیْرٌ	مددگار

تفسیر

مظلوموں اور بے بسوں کی دستگیری امت کا فریضہ ہے: جب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو بہت سے ایسے مسلمان مکے میں رہ گئے جو ہجرت کرنے کے قابل نہیں تھے، یہ کمزور و بے بس لوگ تھے، یہ مرد، عورتیں اور بچے مسلسل

Marfat.com

مشرکین مکہ کے مظالم کا شکار تھے، یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں دعائیں اور فریاد کرتے کہ بارِ الٰہا! یا تو ان ظالموں کی بستی مکے سے، ہمارے نکلنے کی کوئی صورت مقدر فرما اور یا ہمارے لئے اپنی بارگاہِ عالیہ سے کوئی حامی و مددگار بنا کر بھیج، آخر کار ان مظلوموں کی آہوں نے اثر کر دکھایا اور ۸ ھ کو دس ہزار صحابہ کرام کی معیت میں نبی کریم ﷺ فاتح بن کر مکے میں داخل ہوئے۔ اللہ کے پیارے حبیب ان کے ولی بن کر وارد ہوئے اور آپ نے حضرت عتاب بن اسید کو ان پر امیر مقرر کیا تا کہ ظالموں کی دست درازی سے مظلوموں کو نجات دلائیں۔ حضرت ابن عباس، ان کی والدہ، ابوجندل، سلمہ، ولید بن ہشام رضی اللہ عنہم انہیں مظلومین میں شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مظلوم لوگوں کی دستگیری کرنا اور ظالموں کی سرکوبی کرنا، امت مسلمہ کا دینی فریضہ ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾

”جو لوگ ایمان لائے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو (اے مسلمانو!) شیطان کے حامیوں سے لڑو، بلاشبہ شیطان کا مکر کمزور ہے“۔

مشکل الفاظ کے معانی

كَيْدَ　　مکر، چال، خفیہ تدبیر

تفسیر

جنگ اور جہاد میں فرق

بعض اوقات عمل ایک جیسا ہوتا ہے لیکن اس کا حکم مختلف ہوتا ہے۔ یہی جہاد کی صورت ہے، جہاد بظاہر جدال و قتال کا نام ہے، لوگ مارے جاتے ہیں، علاقے فتح ہوتے ہیں، اور

Marfat.com

دنیوی جنگوں میں بھی یہی ہوتا ہے۔لیکن دونوں کے مقاصد مختلف ہیں، دونوں کے پیچھے جو جذبہ محرکہ اور داعیہ ہے وہ اصل فرق کوواضح کرتا ہے۔ جہاد کا اصل مقصد کلمہ حق کی سربلندی، دین اسلام کا فروغ اور اللہ کی رضا ہے۔اگر اس کے نتیجے میں علاقے فتح ہوں، مال غنیمت ہاتھ لگے یا اور دنیوی منافع ملیں تو یہ محض اللہ کا انعام ہے۔ جبکہ دنیوی جنگوں کا مقصد فتوحات کا حصول، مفتوح قوموں کا استحصال، اقوام کو غلام بنانا، تجارتی منڈیاں قائم کرنا اور اپنے اقتدار کو طول دینا ہے، یہ جنگ شیطان کی جنگ ہے، شیطان کی خوشنودی کے لئے فساد وخوں ریزی ہے، ظلم کا بازار گرم کرنا ہے۔ چنانچہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: شیطان کے حامیوں سے لڑو، آخرکار شیطان کی تدبیریں ناکام ہوں گی اور حق کی فتح ہوگی۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾

”کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جنہیں (پہلے) کہا گیا تھا کہ (ابھی قتال سے) اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا، جیسے اللہ سے ڈرا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، اور کہنے لگے، اے ہمارے پروردگار! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا، ہم کو تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دی؟ (اے حبیب!) فرما دیجئے متاع دنیا نہایت کم ہے، اور جو پرہیزگار ہے اس کے لئے تو آخرت (ہی) بہتر ہے اور تم پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا“۔

مشکل الفاظ کے معانی

كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ	اپنے ہاتھوں کو روکو	اَلْقِتَالُ	لڑائی

Marfat.com

کُتِبَ	فرض کر دیا گیا	یَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں
خَشْیَۃً	خوف الٰہی	اَشَدَّ	سخت ترین
اَجَلٍ	وقت مقررہ، موت کو بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس کا وقت مقرر ہوتا ہے	مَتَاعُ	سامان
لِمَنِ اتَّقٰی	جو پرہیزگار رہا		

تفسیر

آیت کا مصداق

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے مصداق کے بارے میں دو امکانات ہیں اور دونوں اپنی جگہ درست ہیں، یا تو یہ آیت پست ہمت اہل ایمان کے بارے میں نازل ہوئی اور غالب امکان یہ ہے کہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ مکی زندگی میں اور مدنی زندگی کے ابتدائی دور تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا۔ ان حالات میں بعض مسلمان کفار کے ظلم و جبر سے تنگ آ کر کہہ دیتے تھے کہ ان سے آخری معرکہ ہو ہی جائے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام کے احکام تدریجاً نازل ہوئے، چنانچہ انہیں کہا جاتا کہ رکو، ابھی صلوٰۃ و زکوٰۃ کے احکام پر عمل کرتے رہو۔ لیکن آخر وہ مرحلہ ہی آ گیا جب غزوۂ بدر کے موقع پر جہاد کے احکام نازل ہوئے۔ اس وقت ان چند جذباتی اور بے صبرے لوگوں پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ لیکن اگر اس سے مسلمان مراد ہیں تو یہ کیفیت بشری تقاضے کے تحت تھی، اس کا سبب ایمان کی کمزوری نہیں تھا۔ اور اگر منافق مراد ہیں تو وہ تو ویسے ہی ایمان سے محروم تھے، جذبۂ جہاد کہاں سے آتا۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ جہاد تو فرض ہونا ہی نہیں چاہئے تھا، ابھی ہم نے زندگی میں دیکھا ہی کیا ہے؟

Marfat.com

دنیوی اور اخروی نعمتوں کا تقابل

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے حبیب کریم! علیک الصلوٰۃ والتسلیم آپ انہیں بتا دیں کہ مہلتِ حیات چاہے کتنی دراز کیوں نہ ہو جائے، آخرت کے مقابلے میں دنیا کی ان آسائشوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اصل نعمتیں تو اللہ والوں کو وہیں ملیں گی۔ امام رازی نے دنیا و آخرت کی راحتوں کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ:

(۱) دنیا کی نعمتیں قلیل ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں بے حد و بے حساب۔

(۲) دنیا کی نعمتیں عارضی اور فانی ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں ابدی اور لازوال۔

(۳) دنیا کی نعمتوں کے ساتھ رنج و الم بھی پیوستہ ہوتے ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں صرف اور صرف راحت و مسرت۔

(۴) دنیا کی نعمتوں کے ہر آن سلب ہونے اور چھن جانے کے اندیشے اور شکوک وشبہات ہوتے ہیں جبکہ آخرت کی نعمتیں قطعی، یقینی اور تمام شکوک شبہات سے مبرا ہوتی ہیں اور لازوال ہوتی ہیں۔

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۗ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۗ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۗ وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۗ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿۸۰﴾

"تم جہاں کہیں بھی ہو گے، موت تمہیں آ دبوچے گی، خواہ تم مضبوط قلعوں میں (قلعہ بند ہو کر ہی) رہو، اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ (تو) اللہ کی

Marfat.com

جانب سے ہے۔ اور اگر کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اے رسول!) یہ آپ کی وجہ سے ہے، فرما دیجئے! کہ (نفع ہو یا نقصان) سب اللہ کی طرف سے ہے، تو آخر اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھ ہی نہیں پاتے۔ (اے مخاطب!) تجھے جو بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تکلیف پہنچے وہ تمہاری اپنی شامت اعمال کے سبب ہے، اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور گواہی کے لئے اللہ کافی ہے۔ اور جس نے رسول کی اطاعت کی تو (درحقیقت) اس نے اللہ (ہی) کی اطاعت کی، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَیْنَ	تم جہاں جاؤ گے	یُدْرِکْکُّمُ	تمہیں پالے گی
مَاتَکُوْنُوْا			
بُرُوْجٍ	برج کی جمع، بلند عمارت یا قلعہ	مُّشَیَّدَۃٍ	مضبوط، چونے سے پلاسٹر شدہ
فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ	ان کو کیا ہو گیا ہے	لَا یَفْقَهُوْنَ	نہیں سمجھتے
حَدِیْثًا	بات	حَفِیْظًا	نگہبان

تفسیر

موت سے مفر نہیں

اس آیہ مبارکہ میں ان لوگوں کے نظریات کی اصلاح کی گئی ہے، جو جہاد سے محض اس لئے گریز کرتے ہیں کہ مارے جائیں گے، موت وقت سے پہلے آجائے گی، وغیرہ۔ قرآن نے بتایا کہ موت کا وقت مقرر ہے جس میں ایک لمحے کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی، خواہ کوئی اپنی خواب گاہ میں سکون کی نیند سو رہا ہو یا اپنے آپ کو موت سے بچانے کے لئے مضبوط

Marfat.com

قلعوں میں محفوظ کر لے، فرشتۂ اجل بہر حال اسے آدبوچے گا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حق و باطل کے کئی معرکوں میں شجاعت کے جوہر دکھائے لیکن ہر بار میدان جنگ سے صحیح سلامت لوٹے، اپنی زندگی کے آخری ایام میں شہادت کی آرزو میں تڑپتے رہے۔

تقدیر کا مالک اللہ ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے اہل مدینہ کو اخروی سعادتوں کے ساتھ دنیوی برکات سے بھی نوازا تھا، جہاد میں فتوحات کے نتیجے میں اموالِ غنیمت ہاتھ آئے، زمینوں اور باغات کی پیداوار میں اضافہ ہوا، سرسبزی و شادابی آئی۔ یہودِ مدینہ اور منافقین جب ان نعمتوں کا ذکر کرتے تو کہتے یہ اللہ کا فضل و کرم ہے، اور جب کبھی ان کی شامت اعمال کی پاداش میں تنگی آتی تو اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے، جیسے صالح علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا کہ (العیاذ باللہ) آپ کی وجہ سے نحوست آئی۔ وہ بدبخت لوگ یہ نہیں سوچتے تھے کہ جو نعمتیں ملتی ہیں، وہ حضور اکرم ﷺ کے وسیلے سے ملتی ہیں۔

اللہ جل شانہٗ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی تسلیٔ خاطر کے لئے فرمایا:

(''اے حبیب!) آپ فرمادیجئے سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر و شر، رنج و راحت، نعمت و غضب اور ہدایت و ضلالت کا خلق اللہ کی تقدیر سے ہے۔ اس لئے کسی بھی مصیبت کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول کی ذات کریم کو ہدف ملامت بنانا بدبختی کی دلیل ہے۔ چنانچہ آیت کے آخر میں فرمایا کہ '' آخر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ اتنی سیدھی اور سادی بات کو بھی نہیں سمجھ پاتے''۔

خیر اللہ کی عطا ہے اور شر اعمال کی سزا ہے

اگلی آیت میں آدابِ بارگاہِ الوہیت کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اس سے پہلے عقائد کا ایک اصولی مسئلہ سمجھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ انسانی افعال کا خلق اللہ کی طرف سے ہے اور ان کا کسب (یعنی صدور و ارتکاب) بندے کا فعل ہے، اعمال صالحہ، اگرچہ بندہ کرتا ہے، لیکن یہ

Marfat.com

سب اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت کا صدقہ ہے۔اس کے برعکس انسان پر جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے یا افتاد پڑتی ہے، وہ اس کے اپنے اعمال کا منطقی نتیجہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اس آیہ مبارکہ میں یہ تعلیم دی کہ ہر خیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور ہر شر کی نسبت اپنی ذات کی طرف کرنی چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں: وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ یعنی جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ) مجھے شفاء عطا فرماتا ہے۔ مرض نقص ہے اس کی نسبت اپنی طرف کی اور شفا کمال ہے اس کی نسبت اللہ کی طرف فرمائی۔ آیت کے آخر میں حضرت محمد ﷺ کی رسالت عامہ کا ذکر ہے جو آپ کے خصائص میں سے ہے، اگلی آیت میں ایک بار پھر اس مضمون کا اعادہ فرمایا کہ اطاعت رسول ہی میں اطاعت پروردگار ہے، فقط یہی ایک ہستی ہے جو حق کی معرفت کا حتمی معیار و مدار ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ؗ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَ اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

''اور وہ (منہ پر تو) کہتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں، لیکن جب آپ کے پاس سے نکل کر باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات بھر (اس کے برعکس) منصوبے بناتا ہے جو وہ کہہ چکا تھا، اور اللہ ان کی یہ ساری کارگزاریاں لکھ دیتا ہے، پس (اے محبوب!) آپ ان کی پروا نہ کریں اور اللہ پر توکل کریں اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

فَاِذَا بَرَزُوْا	جب وہ باہر نکلتے ہیں	بَيَّتَ	رات گزارتا ہے

Marfat.com

بَیَّتَ	کے ساتھ جب دوسرا فعل لگے تو معنی ہوتے ہیں رات بھر اس کام میں مشغول ہونا	اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ	تو کیا وہ قرآن مجید میں غور نہیں کرتے، ''تدبر'' کے معنی ہیں کسی چیز کے عواقب و نتائج پر غور کرنا

تفسیر

منافقین کا دوغلا پن اور ریشہ دوانیاں

اس آیۂ مبارکہ میں منافقین کے دوغلے پن اور دورخی پالیسی کو قرآن نے بیان کیا ہے کہ جب حضور ﷺ کے سامنے آتے ہیں تو سراپا اطاعت بن جاتے ہیں، آپ کے ہر حکم کو بجالانے کی یقین دہانیاں کراتے ہیں، لیکن جب وہاں سے باہر نکل جاتے ہیں تو جو عہد و اقرار کر چکے ہوتے ہیں، رات بھر اس کے خلاف منصوبہ بندی کرتے ہیں، اللہ فرماتا ہے کہ ان کی یہ ساری سازشیں اور کارگزاریاں فرشتے ان کے نامۂ اعمال میں درج کر دیتے ہیں۔

یہ مدنی زندگی کا ابتدائی دور تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ساری غیب کی خبریں اپنے پیارے حبیب ﷺ کو بتا دیں، لیکن ساتھ ساتھ تسلی بھی دی کہ آپ بددل نہ ہوں اور نہ ہی ان کا یہ راز افشا کریں کیونکہ اس طرح یہ کھلے دشمن بن جائیں گے، آپ بس اللہ پر بھروسا رکھیں۔

لیکن جب اللہ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا تو پھر حکم دیا کہ: جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التوبہ: ۷۳) کفار اور منافقین کے خلاف جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اس کے بعد آپ نے منافقین کے سارے معاملات کو طشت از بام کر دیا۔

نفاق کا سبب، قرآن کا انکار

اگلی آیت میں فرمایا کہ نفاق اور عداوتِ رسول کا اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کو ''کلام ربانی'' نہیں مانتے، اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے کبھی قرآن کے علوم و معارف

Marfat.com

اور اس کی ابدی صداقتوں پر غور ہی نہیں کیا، ورنہ کسی بھی صاحب عقل و دانش کے لئے قرآن میں انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ امام رازی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ قرآن کے کلام الٰہی اور معجزہ ہونے کا ثبوت تین وجوہ سے ہے۔ اول یہ کہ یہ فصاحت و بلاغت میں عدیم المثال ہے، دوم یہ کہ یہ اخبار غیب پر مشتمل ہے۔ سوم یہ کہ یہ ہر طرح کے تضاد، تناقض (Contradiction) اور کذب سے پاک ہے۔

وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

''اور جب ان کے پاس کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر آتی ہے تو اسے پھیلا دیتے ہیں، اور اگر وہ اس بارے میں رسول یا اپنے ''صاحبان اختیار'' سے رجوع کرتے، تو ان میں جو لوگ نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، وہ ضرور اس (کی حقیقت) کو جان لیتے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو معدودے چند افراد کے سوا تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَذَاعُوْا بِهٖ	اسے شائع کر دیتے ہیں، پھیلا دیتے ہیں	يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ	جو استنباط کر سکتے ہیں یا نتیجہ نکال سکتے ہیں
لَاتَّبَعْتُمْ	تم ضرور پیروی کرتے		

تفسیر

غیر مصدقہ خبریں پھیلانے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی کا ابتدائی دور، حالت جنگ اور ہنگامی حالات کا دور تھا۔ کبھی حضور مختلف مہمات پر دستے روانہ کرتے، کبھی دشمن کے حملہ آور ہونے کی خبر آتی

Marfat.com

آتیں، مدینہ منورہ میں یہود بھی تھے اور منافقین بھی، ان کی دلی ہمدردیاں، دشمنانِ اسلام کے ساتھ تھیں۔ ایسے حالات میں طرح طرح کی خبریں گردش کرتیں، کبھی خوفناک خبریں آتیں اور کبھی امید افزا، اور آنِ واحد میں مدینے کی گلی کوچوں میں پھیل جاتیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں دشمن کا ایک مؤثر حربہ جھوٹی خبریں پھیلانا ہوتا ہے جسے "Media War Disinformation" اور "Media Trial" کہا جاتا ہے۔

زمانہ جنگ میں خبروں کی ترسیل پر کنٹرول

چنانچہ قرآن نے یہ رہنما اصول عطا کیا کہ ایسے حالات میں، ہر قسم کی خبروں کے افشا سے پہلے، اربابِ اقتدار اور ذمہ دار لوگوں سے اس کی توثیق کے لئے رجوع کرنا چاہئے، اور متعلقہ شعبوں کے ماہرین سے بھی رجوع کرنا چاہئے، تاکہ بدنظمی اور انتشار نہ پھیلے۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حالتِ جنگ میں حکومت کو قومی، ملی اور ملکی مفاد میں خبروں کی ترسیل کی نگرانی کا حق حاصل ہے۔ جسے "Censorship" کہا جاتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ ''اطمینان بخش'' خبر کے پھیل جانے میں کیا قباحت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات حقائق کو کلی طور پر چھپا کر اطمینان کی جھوٹی خبریں پھیلائی جاتی ہیں اور جب اچانک حقیقتِ حال سامنے آتی ہے تو قوم کا ذہن اس کے لئے تیار نہیں ہوتا اور اس طرح قوم کا اجتماعی Moral پست ہوتا ہے، قوتِ مزاحمت (Potential of Resistance) دم توڑ جاتی ہے، پست ہمت اور ضعیف الاعتقاد لوگ دشمن کے پھیلائے ہوئے مکروفریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

''پس (اے حبیب!) اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ صرف اپنی ذات کے مکلف (جوابدہ) ہیں اور مومنوں کو بھی (جہاد پر) برانگیختہ کیجئے، قریب ہے کہ اللہ کافروں

Marfat.com

کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ کی گرفت بہت مضبوط اور عذاب بہت سخت ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

حَرِّضِ	برانگیختہ کیجئے، ابھاریئے	اَلْبَاس	شجاعت، قوت و شوکت
نَکَال	عذاب	تَنْکِيْلًا	عذاب دینا

تفسیر

حضور کی شانِ استقامت

اس آیۂ مبارکہ کے نزول کا زمانہ غزوۂ احد کے بعد کا ہے جس میں مسلمانوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا، حضور انور ﷺ نے اس موقع پر ابوسفیان سے اگلے سال پھر میدان میں آنے کا وعدہ کیا تھا جسے غزوہ بدر صغریٰ کہتے ہیں۔ جب ایفاء عہد کا وقت آیا تو حضور نے روانگی کا اعلان کیا، عام مسلمانوں کے حوصلے اتنے بلند نہیں تھے، لیکن اللہ نے اپنے پیارے حبیب کریم ﷺ سے فرمایا کہ کوئی اور ساتھ دے یا نہ دے، آپ اپنی ذات کی حد تک جوابدہ ہیں، اللہ پر بھروسا کر کے تنہا بھی نکلنا پڑے تو نکل کھڑے ہوں۔ غور کیجئے کتنے حوصلے اور جرأت کا مقام ہے۔ چنانچہ آپ نکل کھڑے ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ ستر صحابہ کرام آپ کے ہمرکاب تھے، کفار کو جب اطلاع ملی کہ غزوۂ احد کے صدمے سے سنبھل کر مسلمان میدانِ جہاد میں آ کھڑے ہوئے ہیں تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ مقابلے میں آنے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا ایک مظہر یہ بھی ہوتا ہے کہ دشمن مسلمانوں کے مقابل آنے کا حوصلہ ہی نہ کر سکے اور یہی ہوا۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

''جو شخص کسی نیک بات کی سفارش کرے تو اس کے لئے اس (کے اجر) میں سے

Marfat.com

حصہ ہوگا اور جو کسی بری بات کی سفارش کرے تو اس کے لئے اس (کے گناہ) میں سے حصہ ہوگا، اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَنْ يَّشْفَعْ	جو سفارش کرے گا	كِفْلٌ	بوجھ، گناہ
مُّقِيْتًا	مقتدر، نگران، حاضر، روزی دینے والا		

تفسیر

شفاعت کے معنی اور اقسام

شفاعت کے لفظی معنی ہیں، ملانا، جوڑنا۔ سفارش کرنے والا کسی طلبگار حق کے ساتھ اپنی تائید وحمایت کو ملا کر اسے قوی بناتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی بے کسی اور بے بسی کی وجہ سے اپنا جائز حق حاصل کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس کے جائز حق کے حصول کے لئے بغیر کسی رشوت اور اجرت کے سفارش کرنا "شفاعت حسنہ" ہے۔ ظلم میں یا کسی کی حق تلفی میں معاونت یا سفارش "شفاعت سیئہ" ہے۔ "شفاعت حسنہ" پر اللہ کی طرف سے اجر ہے اور "شفاعت سیئہ" کے نتیجے میں جو ظلم ہوگا، حق تلفی ہوگی، اس کے وبال اور گناہ میں سفارش کرنے والا بھی برابر کا حصے دار ہوگا۔

"شفاعت حسنہ کے بارے میں حضور ﷺ کا فرمان ہے "اِشْفَعُوْا تُوْجَرُوْا" سفارش کرو، اجر پاؤ گے۔" "شفاعت سیئہ" کے بارے میں فرمان رسول ہے: "جس شخص نے کسی مومن کے قتل میں ایک لفظ بول کر بھی مدد کی تو وہ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح پیش ہوگا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ شخص اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔"

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾

Marfat.com

''اور جب تمہیں کسی لفظ سے سلام ودعا دی جائے تو اس سے بہتر الفاظ میں جواب دو یا (کم از کم) اسی انداز میں جواب دو، بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے اللہ کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، وہ قیامت کے دن، جس میں کوئی شک نہیں، تم سب کو ضرور جمع کرے گا، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات کس کی ہوسکتی ہے؟''

مشکل الفاظ کے معانی

اَلتَّحِیَّۃُ	کے معنی ہیں سلام، درازی عمر کی دعا کرنا	اَلتَّحِیَّۃُ	''حَیَّاکَ اللّٰہُ'' (یعنی اللہ تمہیں لمبی عمر عطا کرے)
اِذَا حُیِّیْتُمْ	جب تمہیں سلام کیا جائے گا	فَحَیُّوْا	پس سلام کرو
رُدُّوْھَا	اسے لوٹاؤ	حَسِیْبًا	حساب لینے والا

تفسیر

سلام کے فضائل ومسائل

''السلام'' اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ہے، قرآن مجید میں ہے اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ (الحشر: ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ ہر نقص، عیب اور فنا سے پاک ومنزہ ہے۔ اسلام سے پہلے عربوں میں تحیت کے کئی کلمات رائج تھے مثلاً ''حَیَّاکَ اللّٰہُ'' ''جیتے رہو'' ''انعم صباحا'': ''صبح بخیر'' وغیرہ۔

اسلام نے اسے ''السلام علیکم'' کے پاکیزہ کلمات سے تبدیل کیا اور اب یہ اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں تم اللہ کی رحمت وحفاظت میں رہو، تم پر سلامتی ہو، یعنی تمہاری جان، مال اور آبرو میری اور سب کی دسترس سے محفوظ رہے، اس طرح یہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے دعا ہے اور ایک طرح سے عہد وپیمان بھی۔

Marfat.com

قرآن مجید میں اللہ جل شانہٗ نے کئی جگہ پر انبیاء کرام پر، بعض کا نام لے کر جیسے حضرت نوح، ابراہیم، موسیٰ، ہارون، ال یاسین علیہم السلام اور اجتماعی طور پر بھی جیسے (سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ) اور عباد صالحین پر بھی جیسے (وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى) سلام بھیجا ہے۔ جنت میں اہل جنت کا استقبال بھی ''تحیت وسلام'' سے ہوگا۔

جامع ترمذی میں حدیث ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: السلام علیکم! آپ نے فرمایا: اس کے لئے دس نیکیاں ہیں، دوسرا آیا اور اس نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ نے فرمایا: اس کے لئے بیس نیکیاں ہیں، تیسرا آیا اور عرض کیا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ نے فرمایا: اس کے لئے تیس نیکیاں ہیں۔

سلام کے مسائل

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی نے اپنی تفسیر ''الجامع لاحکام القرآن'' میں اس مقام پر سلام کے مسائل نہایت تفصیل کے ساتھ ذکر فرمائے ہیں اور احادیث مبارکہ بھی روایت کی ہیں۔ ہم ان سے استفادہ کرتے ہوئے یہاں اختصار کے ساتھ مسائل درج کر رہے ہیں، احادیث مبارکہ تفصیل کے ساتھ درج کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

(۱) اس پر علماء امت کا اجماع ہے کہ سلام میں پہل کرنا سنت ہے، اور اس کا جواب دینا واجب ہے۔ رہا یہ سوال کہ ''سلام'' میں پہل کرنا افضل ہے یا جواب دینا۔ چونکہ فرض اور واجب کا ثواب سنت سے زائد ہے، اس لئے جنہوں نے اس کا لحاظ کیا ہے ان کے نزدیک جواب دینا افضل ہے۔ اور ''سلام'' میں پہل کرنا تواضع، انکسار اور حسن اخلاق کی دلیل ہے، اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے تو پہل کرنا افضل ہے۔

(۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم کسی کو شخصی طور پر نہیں جانتے ہو یا نہیں ہر ایک کو سلام کرو۔ درمیان میں درخت یا دیوار حائل ہو جائے اور دوبارہ ملاقات ہو تو پھر سلام کرو۔ بعض صحابہؓ کرام صرف سلام اور جواب سلام کا ثواب کمانے کے لئے بازار جایا کرتے تھے۔

(۳) السلام علیکم کہا جائے تو جواباً کہو ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ'' السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا جائے

Marfat.com

تو جواباً وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہو، بس اس سے آگے نہیں۔

(۴) سوار پیادہ کو سلام کرنے میں پہل کرے، جو کھڑا ہے وہ بیٹھے ہوئے کو اور جو کم تعداد میں ہیں وہ زیادہ تعداد والوں کو سلام کرنے میں پہل کریں۔

(۵) بچوں کو سلام کر سکتے ہیں، البتہ ان پر جواب دینا واجب نہیں کیونکہ وہ مکلف نہیں ہوتے۔

(۶) نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو بھی سلام کیا ہے، معمر عورتوں کو سلام کرنے میں حرج نہیں، البتہ جوان عورتوں کو سلام کرنے میں فتنے کا اندیشہ ہو تو مکروہ ہے۔ **الفقه الاسلام وادلته** میں ہے کہ اجنبی عورت کو سلام کرنا مکروہ ہے۔

(۷) ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ غیر مسلموں کا شعار تھا، اسی طرح سلام کے لئے جھکنا بھی مکروہ ہے۔ البتہ اگر دور سے سلام کے کلمات ادا کر رہا ہے اور ہاتھ کے اشارے سے مخاطب کو سلام کی خبر دے رہا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

(۸) غیر مسلم سلام کرے تو جواب میں صرف "وعلیکم" یا "علیک" کہے یا کہے وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی (اس پر سلام ہو جو راہِ ہدایت پر ہے)۔

(۹) جو شخص نماز میں مشغول ہے یا تلاوت کر رہا ہے یا کھانے میں مشغول ہے یا قضائے حاجت میں مشغول ہے یا حمام میں بے لباس ہے، اسے سلام نہ کرے۔ اسی طرح جو خطبہ دے رہا ہو، وعظ کر رہا ہو، درس و تدریس میں مصروف ہو، علمی مذاکرہ کر رہا ہو، یا اذان و اقامت میں مصروف ہو تو اسے سلام نہ کرے۔ جو شطرنج کھیلنے، یا گانے بجانے یا کسی معصیت میں مشغول ہو، اسے سلام نہ کرے۔

(۱۰) اپنے گھر میں داخل ہو تو اہل خانہ کو سلام کرے۔ دوسرے کے گھر میں جائے تو بھی اہل خانہ کو سلام کرے۔

(۱۱) اہل مجلس کو سلام کیا اور ایک نے جواب دے دیا تو کافی ہے، یعنی ان سب کی طرف جواب "وَاجِب عَلَی الْکِفَایَه" ہے، ثواب تو اسی کو ملے گا جس نے جواب دیا تاہم باقی

Marfat.com

پر جواب نہ دینے کا گناہ نہیں ہوگا۔

مصافحہ کا شرعی حکم

سنن ابی داود میں حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی حمد و استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا! کیا نبی ﷺ کے صحابہ مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں بخاری ہی کی روایت ہے کہ حماد بن زید نے ابن مبارک کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ امام احمد اور امام ترمذی کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تمہارے سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔

اگلی آیہ مبارکہ میں قیامت، جزاء وسزا اور محشر کی قطعیت کو بیان کیا ہے۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ
تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ
تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى
يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ
وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ
يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ
اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ
فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ
اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَ
يَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ

Marfat.com

وَ يُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَ يَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

''آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں تم دو گروہوں میں بٹ گئے، حالانکہ اللہ نے تو ان کے کرتوتوں کے سبب انہیں اوندھا کر دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہے، اسے راہ راست پر لے آؤ، اور جسے اللہ گمراہ کر دے، تو تم اس کے لئے کبھی رستہ نہ پاؤ گے۔ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہوئے تم بھی کافر ہو جاؤ تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ، پس تم ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے نہ آ جائیں، پھر اگر وہ (ہجرت سے) منہ موڑیں تو پھر تم جہاں بھی انہیں پاؤ پکڑو اور قتل کرو، اور ان میں سے کسی کو نہ دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔ مگر ان لوگوں کو (قتل نہ کرو) جو کسی ایسی قوم سے جا ملے ہیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ وہ (اس مسئلے میں) دل برداشتہ ہوں کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ لازماً تم سے لڑتے، پھر اگر وہ کنارہ کش ہو جائیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں، تو (ایسی صورت میں) اللہ نے تمہارے لئے ان پر (دست درازی کی) کوئی گنجائش نہیں رکھی۔ عنقریب تم کچھ دوسرے ایسے لوگ بھی پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی، لیکن جب بھی انہیں (اپنی قوم کی طرف سے) فساد کا بلاوا آتا ہے تو اس میں اوندھے منہ گر پڑتے ہیں، پھر اگر (یہ لوگ) تم سے (لڑائی میں) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ ہی تمہیں صلح کا پیغام بھیجیں اور نہ (جنگ سے) اپنے ہاتھ روکیں تو پھر تم انہیں جہاں بھی پاؤ پکڑو اور قتل کرو، اور یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں کھلا اختیار دیا ہے''۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

فِئَتَيْنِ	دو گروہ، فئۃ کی تثنیہ	اَرْكَسَهُمْ	انہیں اوندھا کر دیا ہے، ''رکس'' کے معنی ہیں ''الٹ دینا''
وَدُّوْا	وہ چاہتے ہیں، انہوں نے چاہا	يَصِلُوْنَ	ملتے ہیں
حَيْثُ	جہاں	حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ	ان کے دل رک گئے ہیں، یعنی تذبذب کی وجہ سے کسی ایک جانب حمایت کا فیصلہ نہیں کر پاتے۔
لَسَلَّطَهُمْ	انہیں ضرور مسلط کرے گا	فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ	پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں۔
عزل	کے معنی ہیں ''علیحدگی''	اَلْقَوْا	ڈالیں یعنی بھیجیں
يَكُفُّوْا	اپنے ہاتھوں کو روکیں	حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ	تم جہاں انہیں پاؤ
اَيْدِيَهُمْ			
سُلْطٰنًا	قدرت، اختیار		

تفسیر

احوال منافقین

ان آیات میں منافقین کے احوال، اقسام اور احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں ''منافقین'' موجود تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول ان کا رئیس تھا۔ مومن سادہ لوح، سچا اور کھرا ہوتا ہے، اس کی نظر دنیا سے زیادہ آخرت پر ہوتی ہے اور وہ نفع

Marfat.com

نقصان کے سارے تخمینے آخرت کے حساب سے لگاتا ہے۔ منافق مکار اور فریبی ہوتا ہے، اس کا مطمح نظر یہی دنیا ہوتی ہے، اس لئے صرف دنیوی مفاد کو سامنے رکھ کر اپنی حکمت عملی ترتیب دیتا ہے۔ لیکن اس میں بعض اوقات وہ تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے، مسلمان کو عروج اور فتوحات ملتے دیکھتا ہے تو ادھر لپکتا ہے تاکہ منافع سمیٹ سکے اور اگر کبھی مسلمانوں پر ظاہری ابتلاء آ جائے، وقتی طور پر ہزیمت اٹھانی پڑے، افراد شہید اور زخمی ہو جائیں، تو یہ کفار کے ساتھ سلسلہ جنبانی شروع کر دیتا ہے۔ کبھی بین بین رہنے کی کوشش کرتا ہے یعنی نہ ادھر کا نہ ادھر کا۔

منافقین کی اقسام

ان آیات کے نزول کے وقت منافقین کئی طرح کے تھے۔ مکہ مکرمہ سے مسلمانوں پر ہجرت فرض کر دی گئی تھی اور جب مکہ فتح ہوا اور حضور ﷺ نے اعلان فرمایا: "لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ" یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت کی ضرورت نہیں، کیونکہ اب مکہ "دارالامن" اور "دارالسلام" بن چکا تھا۔ تاہم تاریخ کے کسی بھی دور میں جب مسلمانوں پر اپنے وطن میں عرصہ حیات تنگ کر دیا جائے، ان کی جان، مال اور آبرو محفوظ نہ ہو، یا انہیں فرائض و شعائر اسلام پر عمل کی آزادی نہ ہو تو ہجرت کا راستہ ان کے لئے ہمیشہ کھلا رہے گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا: "لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ" ہجرت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک توبہ کا دروازہ کھلا ہے یعنی قیامت تک۔ ہجرت کے مفہوم و مصداق چار ہیں:

(۱) اللہ اور اس کے رسول کی رضا، دینی عقائد و اقدار کی حفاظت اور جان و مال و آبرو کے تحفظ کے لئے اپنے وطن اور گھر بار کو چھوڑ کر کسی "دارالامن" اور "دارالسلام" کی طرف ہجرت، جیسے رسول اور اصحاب رسول کی مکے سے مدینہ ہجرت۔ یہ ہجرت ابتدائے اسلام میں واجب تھی۔

(۲) اگر کوئی دارالحرب کا باشندہ اسلام قبول کر لے تو اس پر دارالسلام کی طرف ہجرت

Marfat.com

واجب ہے۔

(۳) کامل، مکمل اور کلی ہجرت کا مفہوم حضور ﷺ نے یہ بیان فرمایا: "اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ" کمال ہجرت یہ ہے کہ انسان وہ سب کچھ چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، یعنی "فرائض، واجبات اور سنن کی بجا آوری اور تمام محرمات قطعیہ، مکروہات تحریمہ وتنزیہہ کو مکمل طور پر چھوڑ دینا۔" گویا یہ معصیت سے ہدایت اور تقویٰ کی طرف کامل ہجرت ہے۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ یہ دونوں ہجرتیں اب بھی باقی ہیں۔

(۴) ہجرت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اہل معاصی سے قطع تعلق کرنا اور ان سے میل جول اور سلام وکلام کا سلسلہ اس وقت تک موقوف کرنا، جب تک وہ معصیت سے توبہ نہ کرلیں، جیسا کہ حضرت کعب اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اللہ کی بارگاہ میں ان کی قبولیت توبہ تک تعلقات موقوف رکھے، اسے عرف عام میں سماجی مقاطعہ (Social Boycott) کہتے ہیں۔

کفار ومشرکین اور منافقین سے موالات کی ممانعت

آیت نمبر ۸۹ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا "اور ان (کفار ومنافقین) میں سے کسی کو نہ اپنا دوست بناؤ اور نہ مددگار۔ اس حکم ربانی میں کفار ومنافقین سے موالات (یعنی دوستی اور محبت کا تعلق قائم کرنے) کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حکم کو کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے، چند آیات کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ "اور ظالموں کی طرف اپنا (قلبی) میلان نہ رکھو، ورنہ تمہیں جہنم کی آگ پہنچے گی۔" (ہود: ۱۱۳)

(۲) "اے ایمان والو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہ (درحقیقت) انہی میں سے

Marfat.com

ہے۔" (المائدہ:۵۱)

(۳) "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم انہیں دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ انہوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔" (الممتحنہ:۱)

اہل بدعت و معصیت اور مخالفین اسلام سے میل جول کی ممانعت

اسی طرح قرآن و حدیث میں، ان اہل بدعت و معصیت سے بھی، میل جول کی ممانعت فرمائی گئی ہے، جو دین کے بنیادی عقائد و اقدار سے انحراف کرتے ہیں، دین میں نئے نئے فتنے کھڑے کرتے ہیں، یا احکام ربانی کو اپنے تمسخر و استہزاء کا ہدف بناتے ہیں۔ چند آیات و احادیث میں ملاحظہ فرمایئے:

(۱) "اور (اے مخاطب!) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں کج بحثی کرتے ہیں تو ان سے اپنا رخ پھیر لے، حتی کہ وہ (اس سے ہٹ کر) کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور (اے مخاطب!) اگر تجھے شیطان (بے دین لوگوں سے لاتعلقی کا خیال) بھلا دے تو یاد آنے پر قومِ ظالمین کی ہم نشینی چھوڑ دو۔" (الانعام:۶۸)

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تقدیر الٰہی کے منکر اس امت کے مجوس ہیں، سو اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر نہ جاؤ، اور اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو انہیں سلام نہ کرو۔" (سنن ابن ماجہ: ص ۱۰)

(۳) ہم ہر روز نماز وتر میں جب دعائے قنوت پڑھتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیمان کرتے ہیں: "وَنَخلَعُ وَنَترُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ" "(اے اللہ!) جو تیرا نافرمان ہے، اس سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔" "مصنف ابن ابی شیبہ میں دعائے قنوت کے یہ کلمات حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہیں۔

"غیر مرتد" کافروں سے قلبی لگاؤ اور الفت و محبت کے بغیر، محض دنیوی معاملات کرنے یا کاروباری لین دین کی شرعاً ممانعت نہیں ہے، بشرطیکہ اس سے دین کو کوئی ضرر

Marfat.com

پہنچے اور وہ کام شرعاً ناجائز بھی نہ ہو۔ واضح رہے کہ مرتد کی اولاد اگر اس کے گمراہ اور باطل عقائد پر قائم ہے تو وہ مرتد کے حکم میں نہیں ہے بلکہ عام کفار کے حکم میں ہے، کیونکہ مرتد وہ شخص ہے جو دین اسلام کو ترک کر کے کفر اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جن لوگوں نے تم سے دین میں جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تمہیں ان کے ساتھ نیکی اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' (الممتحنۃ:۸)

منافقین کا مصداق کون؟

آیت نمبر ۸۸ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے۔'' اس آیت میں منافقین سے کون لوگ مراد ہیں؟ یا اس کا مصداق کون لوگ ہیں؟ مفسرین کرام نے ان کے بارے میں مختلف روایات اور توجیہات نقل کی ہیں، جن کا ہم سطور ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

(۱) کچھ لوگ جنہوں نے مکے میں اسلام کا اقرار کیا تھا، وہ ہجرت کے موقعہ پر مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ گئے، کچھ لوگ شروع میں تو مدینہ آئے لیکن بعد میں بارگاہِ رسالت میں حیلے بہانے کر کہ ہمارا سارا مال واسباب ادھر رہ گیا ہے ہم اسے جا کر لے آتے ہیں تاکہ تجارت کریں، واپس مکہ چلے گئے اور پھر نہ آئے یہ لوگ دراصل مرتد ہو چکے تھے۔ علامہ محمود آلوسی نے اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ دونوں اقوال بالترتیب مجاہد اور ضحاک کی روایت (بحوالہ ابن جریر) سے نقل کئے ہیں۔

ان کے بارے میں مسلمان دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک کا خیال تھا کہ انہوں نے کلمہ پڑھا ہے، ان پر کیسے تلوار اٹھائی جائے۔ دوسرے گروہ کا خیال تھا کہ وہ واپس دارالکفر کی طرف چلے گئے ہیں اور مرتد ہو گئے ہیں۔ تو قرآن نے قول فیصلہ صادر کیا کہ جس کے مقدر میں اللہ نے ہدایت نہ لکھی ہو، اسے کوئی راہِ راست پر نہیں لاسکتا۔ وہ تو یہ چاہیں گے کہ تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ، لہٰذا جب تک وہ اللہ کی راہ میں ہجرت پر آمادہ نہ ہوں، وہ

Marfat.com

واجب القتل ہیں، تمہارے دشمن ہیں، ان سے دوستی کی امید نہ رکھو۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۵، ۶، ص ۱۰۷)

(۲) منافقین کا دوسرا گروہ وہ تھا جن کے بارے میں ابن ابی شیبہ نے بروایت حسن بیان کیا ہے کہ بدر واحد کے غزوات کے بعد جب مدینے کے اردگرد کے لوگ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے تو ''سراقہ بن مالک المدلجی'' آیا اور رسول اللہ ﷺ کو پیشکش کی کہ ہماری قوم کے ساتھ مصالحت کر لیجئے۔ حضور نے حضرت خالد بن ولید کو ان کی طرف بھیجا اور یہ معاہدہ طے پایا کہ:

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی بھی دشمن کی مدد نہیں کریں گے، قریش نے اسلام قبول کر لیا تو یہ بھی مسلمان ہو جائیں گے اور جو دوسرے لوگ ان کے ساتھ آ کر ملیں گے، وہ بھی اس معاہدے میں شامل سمجھے جائیں گے، ابن جریر نے سراقہ بن مالک کے علاوہ ہلال بن عویمر اسلمی اور بنو حذیفہ بن عامر کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ بنیادی طور پر غیر جانبدار (Non Allienment) رہنے کا معاہدہ تھا اور اس طرح مسلمانوں کے لئے اس جانب سے خطرہ ٹل گیا۔ آیت نمبر ۹۰ میں قرآن نے اس طرح کے لوگوں کے بارے میں حکم دیا کہ ان پر زبردستی نہ کی جائے اور ان سے تعرض نہ کیا جائے، یہ کیا کم ہے کہ ان کی حمایت فریق مخالف کو حاصل نہیں ہے۔ گویا مکمل غلبۂ اسلام سے پہلے عبوری دور کے لئے یہ پالیسی اختیار کی گئی۔

(۳) آیت نمبر ۹۱، ایسے دورخے منافقین کے لئے نازل ہوئی جو رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے تو کہتے: ہم ایمان لائے، واپس مکہ والوں کے پاس جاتے تو پھر بت پرستی شروع کر دیتے، ان کی قوم پوچھتی کس پر ایمان لائے ہو؟ کہتے ہم تو بندروں اور بچھوؤں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ قابل اعتماد لوگ نہیں تھے بلکہ اندر سے پکے دشمن اسلام تھے اور کبھی طبل جنگ بج جاتا تو ان کی تلوار اسلام کے خلاف اٹھتی۔ قرآن نے فیصلہ صادر کیا کہ اگر یہ اپنی منافقانہ اور معاندانہ روش سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ بھی پہلے گروہ والا سلوک کیا جائے اور

Marfat.com

جہاں ملیں قتل کردیے جائیں۔

(۴) بعض مفسرین نے اس کا مصداق منافقین کو بھی قرار دیا ہے جو غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ کر میدان جنگ سے واپس چلے گئے تھے۔

صحیحین، ترمذی اور نسائی میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَھُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِـيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْھَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

"کسی مومن کو یہ روا نہیں کہ وہ کسی مومن کو قتل کرے، سوائے اس کے کہ (اس سے) خطاء یہ فعل سرزد ہو جائے اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر ڈالے تو (اس کا کفارہ یہ ہے کہ) ایک مومن غلام آزاد کرے اور مقتول کے وارثوں کو خوں بہا ادا کرے، سوائے اس کے کہ وہ (خون بہا) معاف کر دیں، لیکن اگر وہ مسلمان مقتول تمہاری دشمن قوم سے ہے تو (صرف) ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ مقتول ایسی قوم کا فرد ہے جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو (اس کا کفارہ) اس کے وارثوں کو خون بہا ادا کرنا اور ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے، پس جو شخص (غلام) نہ پائے تو اللہ کی جانب سے قبولیت توبہ کے لئے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے، اور اللہ بہت جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو شخص کسی مومن کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب فرمائے گا اور اس

Marfat.com

پر لعنت فرمائے گا اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

خَطَئًا	غلطی سے، بلاقصد و ارادہ	تَحْرِيْر	آزاد کرنا
رَقَبَةٍ	گردن، مراد غلام یا باندی	دِيَةٌ	خون بہا
مُسَلَّمَةٌ	سپرد کیا ہوا	اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا	اِلَّا یہ کہ معاف کر دیں، تصدق کا ایک معنی معاف کرنا ہے
مُتَتَابِعَيْنِ	لگاتار، مسلسل	مُتَعَمِّدًا	قصداً

تفسیر

قتل ناحق گناہ کبیرہ ہے

"قتل"، کفر و شرک کے بعد سب سے سنگین جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ "اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الدِّمَآءُ":

قیامت کے دن حقوق العباد میں سے اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے قتل کا مقدمہ پیش ہوگا اور فیصلہ کیا جائے گا۔

۲۔ "كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّغْفِرَ اِلَّا مَنْ مَّاتَ مُشْرِكًا اَوْ مَنْ يَّقْتُلُ مُؤْمِناً مُّتَعَمِّداً":

ہر گناہ کی بابت امید کی جاسکتی ہے کہ شاید اللہ اسے معاف فرمادے گا سوائے اس کے کہ کسی کی موت شرک پر واقع ہوئی ہو یا کسی نے عمداً کسی مومن کو قتل کیا ہو۔

۳۔ "يَجِئُ الْمَقْتُوْلُ بِالْقَاتِلِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ نَاصِيَتُهٗ وَرَاْسُهٗ بِيَدِهٖ وَاَوْدَاجُهٗ تَشْخَبُ دَمًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ قَتَلَنِىْ حَتّٰى يُدْنِيَهٗ مِنَ الْعَرْشِ":

قیامت کے دن مقتول اپنے قاتل کو سر اور پیشانی سے گھسیٹ کر اللہ کی عدالت میں

Marfat.com

پیش کرے گا، اس حالت میں کہ اس کی رگوں سے تازہ خون بہہ رہا ہوگا، اور وہ التجا کرے گا، اے رب! اس نے مجھے قتل کیا ہے یہاں تک کہ (وہ) اسے عرشِ الٰہی کے قریب کرلے گا۔

فقہاءِ احناف کے نزدیک قتل کی اقسام

ا۔ قتل عمد

قتل عمد وہ ہے جس میں جان نکالنے کے لئے ہتھیار سے ضرب لگائی جائے اور جان غیر محسوس ہے، پس وہ جان نکالنے کے لئے ایسے ہتھیار کو استعمال کرے جو زخم ڈالنے والا ہو اور بدن کے ظاہر و باطن میں مؤثر ہو، آج کل آتشیں اسلحہ تمام کے تمام ''آلاتِ جارحہ'' ہیں۔ اس کا حکم آخرت میں عذاب اور دنیا میں قصاص ہے الا یہ کہ مقتول کے وارث دیت پر راضی ہوجائیں یا معاف کردیں۔

۲۔ قتل شبہ عمد

وہ قتل جس میں لاٹھی، کوڑے، پتھر یا ہاتھ سے ضرب لگانے کا قصد کیا جائے اس فعل میں دو جہتیں ہیں، اس لحاظ سے عمد ہے کہ فاعل اس میں ضرب لگانے کا قصد کرتا ہے اور اس لحاظ سے خطا ہے کہ وہ اس ضرب سے قتل کا ارادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ جو آلہ اس نے استعمال کیا ہے وہ سزا دینے کے لئے ضرب (punishment) کا آلہ ہے، قتل (Killing) کا نہیں ہے۔ گویا نفس فعل ''ضرب'' میں قصد شامل ہے، لیکن قتل کا قصد نہیں بلکہ تعزیر یا تادیب کا ہے۔ اس میں اسے خطا ہوگئی کہ تادیب، قتل کا باعث بن گئی، اس لئے یہ ''شبہ عمد'' ہے۔

قتل شبہ عمد میں فاعل گنہگار ہوگا اور اس پر کفارہ واجب ہے، وہ یہ کہ ایک مومن غلام آزاد کرے یا دو ماہ مسلسل روزے رکھے، اور اس کے عصبات پر ''دیت مغلظہ'' ہے جو تین سال میں واجب الادا ہوگی۔

۳۔ قتل خطاء

جس کو قتل کرنے کا قصد کیا ہے، اس کے بجائے کوئی اور قتل ہوجائے۔ اس کی دو قسمیں

Marfat.com

ہیں، ایک یہ کہ گمان میں خطاء ہو جائے جیسے اس نے شکار سمجھ کر گولی چلائی اور جس کو گولی لگی وہ مسلمان شخص تھا۔ فعل میں خطا یہ ہے کہ اس نے کسی ہدف کی طرف شست باندھ کر نشانہ لگایا اور بیچ میں کسی مسلمان کو گولی لگ گئی۔

(نوٹ): فقہ حنفی کی رو سے قصاص ودیت اور حرمت جان کے مسائل میں مسلمان اور ذمی ومستامن کے احکام یکساں ہیں "ذمی" سے آج کل وہ تمام غیر مسلم باشندے مراد ہیں، جو کسی اسلامی ملک میں پابند آئین وقانون بن کر رہتے ہیں اور ملک کے وفادار ہیں، اور "مستامن" سے وہ تمام غیر ملکی (FOREIGNERS) باشندے مراد ہیں، جو باقاعدہ اپنے ملکی پاسپورٹ کے ساتھ کسی اسلامی ملک کا ویزا حاصل کر کے اس ملک میں داخل ہوں اور ملکی قوانین کا احترام اور پابندی کریں)

قتل خطاء میں قصاص نہیں ہے، خطاء ونسیان پر اللہ تعالیٰ نے اخروی مواخذہ معاف فرمایا ہے، البتہ اس پر کفارہ لازم ہوگا، یعنی دو ماہ کے مسلسل روزے اور اس کے عصبات پر تین سال میں دیت ادا کرنی لازم ہوگی۔

۴۔ قتل بالسبب

جس میں کسی شخص کا براہِ راست کوئی فعل مقتول پر واقع نہیں ہوا بلکہ اس کے ایک سبب سے دوسرے شخص کی موت واقع ہوگئی، جیسے

(۱) ایک شخص کسی جانور کو ہانک کر لے جا رہا ہے اور وہ جانور بے قابو ہو کر کسی راہ گیر کو ہلاک کر دے۔

(۲) کوئی شخص تیز رفتار ڈرائیو کر رہا ہے اور گاڑی کی زد میں آ کر کوئی شخص ہلاک ہو گیا۔

(۳) کوئی اناڑی شخص گاڑی چلائے اور نیچے آ کر کوئی ہلاک ہو جائے۔

(۴) کوئی شخص نشہ کی حالت میں گاڑی چلائے اور گاڑی کے نیچے آ کر کوئی ہلاک ہو جائے۔

اس میں قاتل پر کفارہ نہیں ہے، البتہ اس کے عصبات پر دیت واجب ہے تاکہ انسانی جان رائیگاں نہ جائے۔

Marfat.com

قتل خطاء کے احکام

آیت نمبر ۹۲ میں قتل خطاء کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔اس آیہ مبارکہ اور احادیث کریمہ کی روشنی میں تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱)مقتول خواہ مسلمان ہو یا ذمی،اس کے ورثاء کو دیت اور قاتل کو کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

(۲)اگر مقتول کسی ایسے دارالکفر کا باشندہ ہے،جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاہدہ ہے، تو مقتول کے ورثاء کو دیت ادا کی جائے گی اور قاتل کو کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔

(۳)اگر مقتول دارالحرب کا باشندہ ہے یعنی ایسا ملک جس کے ساتھ اسلامی حکومت کی عملاً جنگ ہو رہی ہے یا دونوں حالت جنگ میں ہیں،تو قاتل کو صرف ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، باقی نہ دیت ہے نہ کفارہ۔

(۴)جہاں غلام کو آزاد کرنے کا ذکر ہے،اس سے مسلمان غلام مراد ہے۔

(۵)اگر مقتول لاوارث ہے تو دیت کی رقم بیت المال میں جمع ہوگی کیونکہ احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ بعض صورتوں میں،جب قاتل کی عاقلہ کا تعین نہ ہو سکا تو دیت بیت المال سے ادا فرمائی۔

(۶)دیت،شریعت نے اس لئے لازم کی کہ اگرچہ یہ فعل خطا ہے،ایک تو مقتول کا کنبہ اپنے کفیل سے محروم ہو گیا ہے اور دوسرے یہ کہ انسان کا خون رائیگاں نہ جائے۔

(۷)اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا (مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں) کے کلمات سے ثابت ہوتا ہے کہ مقتول کے ورثاء چاہیں تو دیت معاف کر سکتے ہیں،مگر کفارہ بہر حال لازم ہوگا۔

کفارہ قتل خطاء

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ ''قتل خطاء'' ہے اور از روئے شریعت فعل خطاء پر مواخذہ نہیں ہے تو شریعت نے علامت قبولیت توبہ کے طور پر کفارہ کیوں لازم کیا؟ اس کا جواب مفسرین وفقہاء نے یہ دیا ہے کہ انسان پر از حد احتیاط لازم ہے،خاص طور پر ایسے فعل میں کہ جس میں ناحق کسی کی جان تلف ہو سکتی ہے،اس لئے شاید اس نے وہ انتہائی درجے کی

Marfat.com

احتیاط نہ کی ہو جو اسے کرنی چاہئے تھی، لہٰذا آئندہ اس کے اور دوسروں کے کان کھل جائیں گے اور پھونک پھونک پر قدم رکھیں گے۔

دیت کا معنی ومفہوم اور مقدار

یہ "وَدیٰ یَدِیٰ دِیَۃً" سے مشتق ہے، مصدر "ودیا" منقلب ہو کر "صفۃٌ" اور "عدہ" کے وزن پر "دیۃٌ" ہو گیا۔ اس کے معنی ہیں "خون بہا"۔ احادیث کریمہ سے جو اس کی مقدار ثابت ہے۔ وہ یہ ہے:

سو اونٹ یا ایک ہزار دینار (یعنی 4.374 کلو گرام سونا) یا دس ہزار درہم (یعنی 30.618 کلو گرام چاندی) ہے۔ دیت کی ادائیگی عاقلہ پر لازم ہے، جس کی مدت ادائیگی تین سال ہے۔

عاقلہ کا مفہوم

"عاقلہ" "عقل" سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں "روکنا" اسی سے قید خانے کو "معقل" کہتے ہیں، اونٹ باندھنے کی رسی کو "عقال" کہتے ہیں۔ "عاقلہ" سے مراد قاتل کے وہ عصبہ ورثاء ہیں جن پر قاتل کی جانب سے دیت ادا کرنی لازم ہوتی ہے۔ "عقل" کو "عقل" اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو تمام ضرررساں امور سے روکتی ہے۔ اور عاقلہ یعنی کنبہ، قبیلہ، یا خاندان پر جب مالی ذمہ داری عائد کی جائے گی تو وہ اپنے کنبے کے افراد کو غیر ذمہ دارانہ حرکات اور "لاابالی" کاموں سے روکیں گے۔

امامِ اعظم کے نزدیک کسی شخص کے "اہل دیوان" بھی اس کی عاقلہ قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ایک ادارے یا صنعت میں کام کرنے والے لوگ، ڈرائیوروں وغیرہ کی ایسوسی ایشنز، یا یونینز وغیرہ۔ اگر بیمے کا نظام اسلامی اصولوں پر قائم ہو تو اسے بھی "عاقلہ" کی تعریف میں لایا جا سکتا ہے۔

قتل عمد کا حکم

"قتل عمد" کی دنیوی سزا "قصاص" ہے۔ جو قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ مقتول کے

Marfat.com

ورثاء کو اختیار ہے کہ: (الف) وہ چاہیں تو قاتل سے قصاص لے لیں۔ (ب) یا اسے بالکل معاف کر دیں۔ (ج) یا اس سے کسی خاص "مالی معاوضے" پر صلح کر لیں۔ (د) ہاں اگر کوئی ایک وارث بھی معاف کر دے تو "قصاص" ساقط ہو جائے گا اور مقتول کے باقی ورثاء کو قاتل دیت ادا کرے گا۔

اس آیت میں "قاتل عامد" (Intentional Murderer) کی اخروی سزا کا ذکر ہے کہ دائمی طور پر جہنم میں رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے۔ اس کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کا یہ سخت حکم قتل کی سنگینی کو بیان کرنے کے لئے ہے، ورنہ قرآن کا مسلمہ اصول یہ ہے کہ "اللہ شرک کے سوا ہر گناہ کو چاہے تو معاف فرما دے۔" لہٰذا اگر قاتل قصاص یا خون بہا ادا کرے اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ بھی کرے تو اس کی معافی کی امید کی جا سکتی ہے، سورۃ الحجرات اور بعض احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾

"اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، جو تمہیں سلام کرے، اسے (بلا تحقیق) یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، تم سامان دنیا کے طلب گار ہو لیکن اللہ کے پاس تمہارے لئے بہت سے (اموال) غنیمت ہیں، پہلے تمہاری بھی یہی صورت حال تھی، تو اللہ نے تم پر احسان فرمایا، لہٰذا اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے باخبر ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

ضَرْب فِي الْاَرْضِ کے معنی ہیں سفر کرنا	ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جب تم اللہ کی راہ میں نکلو یعنی جہاد کرو

Marfat.com

فَتَبَيَّنُوا	تحقیق کرو، غور و تامل کرنا	تَبْتَغُوْنَ	تم چاہتے ہو
عَرَضَ	سامان	مَغَانِمُ	غنیمت کی جمع

تفسیر

''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا'' آیت نمبر ۹۴ کے ان کلمات مبارکہ کا ایک معنی تو وہ ہے جو ترجمے میں درج ہے، تفسیر کبیر، روح المعانی اور قرطبی میں ایک دوسرے معنی بھی بیان کئے گئے ہیں، وہ یہ کہ ''سَلَمْ'' اور ''سِلْم'' کے ایک معنی اطاعت و فرمانبرداری اور مصالحت کے ہیں، تو ان کلمات مبارکہ کا دوسرا معنی یہ ہوگا کہ'' (کافروں میں سے) جو تمہاری اطاعت قبول کر کے (صلح کرلیں) تو پھر (بلا جواز) یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو''۔

اس آیت کے شانِ نزول میں مفسرین نے ایک سے زائد واقعات درج کئے ہیں، ان میں سے ایک حضرت اسامہ بن زید کا واقعہ ہے، ان کی قیادت میں حضور نے ایک ''سریہ'' روانہ کیا، کفار لشکر اسلام کی آمد کی خبر سن کر بھاگ گئے، مرداس نامی ایک شخص، جو اسلام قبول کر چکا تھا، اپنے مال مویشی کے ساتھ وہیں موجود رہا، جب لشکر اسلام وہاں پہنچا تو اس نے آگے بڑھ کر انہیں ''السلام علیکم'' کہا اور کلمہ پڑھا۔ لیکن حضرت اسامہ نے اسے قتل کر دیا اور اس کے ریوڑ پر قبضہ کرلیا۔ واپسی پر جب یہ خبر حضور کو سنائی گئی تو آپ کبیدہ خاطر ہوئے تاہم چونکہ یہ حضرت اسامہ کی اجتہادی غلطی تھی، اس لئے آپ نے انہیں معاف کر دیا اور ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ اس آیت سے چند مسائل معلوم ہوئے۔

(۱) بلا تحقیق کسی خبر پر کارروائی نہیں کرنی چاہئے (۲) اگر کوئی شخص کلمہ توحید یا کلمہ شہادت پڑھ لے، خواہ جنگ کے دوران ہی کیوں نہ ہو تو اس پر تلوار نہیں چلانی چاہئے۔ (۳) حضرت مقداد بن اسود سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آپ مجھے بتائیے کہ (بالفرض دورانِ جنگ) میرا ایک کافر سے آمنا سامنا ہوتا ہے، ہم دونوں میں لڑائی ہوتی ہے، وہ کافر میرے ایک ہاتھ پر تلوار سے ضرب لگاتا ہے اور اسے

Marfat.com

کاٹ دیتا ہے، پھر وہ مجھ سے بچ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلا جاتا ہے اور کہتا ہے: ''میں نے اسلام قبول کرلیا ہے''، ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب میں (جوابی کارروائی کرتے ہوئے) اسے قتل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو وہ ''لا الہ الا اللہ'' پڑھ لیتا ہے، تو کیا میں کلمہ پڑھنے کے بعد اسے قتل کرسکتا ہوں؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، اسے قتل نہ کرو۔'' مقداد نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم وہ تو میرا ایک ہاتھ کاٹ چکا ہے؟'' حضور نے فرمایا: ''(اس کے باوجود) اسے قتل نہ کرو، کیونکہ اگر (اب) تم نے اسے قتل کر دیا تو وہ تمہارے قتل کرنے سے پہلے تمہاری طرح ہے (یعنی اس کی جان کی حرمت اسلام کی بناء پر ہے) اور اس قتل ناحق کے بعد تمہارا خون اسی طرح مباح ہو جائے گا، جیسا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے اس کا خون مباح تھا۔'' (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ)۔ اسی طرح ایک موقع پر جب حضرت اسامہ بن زید نے قبیلۂ جہنیہ کے ایک شخص کو دورانِ جنگ کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا، تو حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: ''کیا تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟'' اسامہ کہتے ہیں: ''میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم اس نے تو محض جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا تھا (یعنی دل سے نہیں پڑھا تھا)۔'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''تو تم نے اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟، (یعنی دل کے احوال پر اللہ کے سوا کون مطلع ہوسکتا ہے؟)'' (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین)۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب کلمہ ''لا الہ الا اللہ'' کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اپنی حرمت کو پامال کرنے پر احتجاج کرے گا، تو تم کیا جواب دو گے؟'' (۴) علماء نے کہا ہے کہ اگر عیسائی یا یہودی صرف یہ کہے کہ ''میں مومن ہوں'' تو کافی نہیں ہے جب تک کہ وہ اپنے عقائد باطلہ سے رجوع نہ کرے۔ (۵) ایک شخص کلمہ پڑھ لیتا ہے لیکن اس سے کھلے عام کفریہ عقائد واعمال سرزد ہوں تو اس کے ایمان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۶) اس آیت میں صحابہ سے فرمایا گیا کہ تم بھی تو پہلے حالت کفر پر تھے، اس کلمۂ اسلام نے ہی تمہیں عزت وامان دی ہے۔

Marfat.com

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَ الْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَ
اَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ
الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ
رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

"بلا عذر جہاد سے بیٹھے رہنے والے مسلمان اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر درجے میں فضیلت عطا فرمائی ہے، اور اللہ نے سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھنے والوں پر اجر عظیم سے فضیلت دی ہے۔ ان کیلئے اللہ کی جانب سے بلند درجے ہیں اور مغفرت و رحمت (کی نوید) ہے۔ اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا يَسْتَوِي	برابر نہیں ہے	الْقٰعِدُوْنَ	بیٹھنے والے یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانے والے
غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ	یعنی جو کسی تکلیف، مرض یا تنگی میں مبتلا نہ ہوں یعنی پیچھے رہ جانے کا سبب عذر نہ ہو	الْحُسْنٰى	نیکی

تفسیر

جہاد کیلئے جب حاکم وقت کی طرف سے "نفیر عام" (General Call to Arms) ہو جائے تو اس صورت میں جہاد سب پر فرض عین ہو جاتا ہے، لیکن بعض مواقع پر جب فرض کفایہ کے طور پر محدود تعداد میں مجاہدین درکار ہوتے تو پرجوش صحابہ بڑھ چڑھ کر شوق سے

Marfat.com

نکل آتے اور بعض معذور، مجبور اور بے مایہ لوگ پیچھے رہ جاتے تھے۔ایسے معذورین کی تسلی کے لئے قرآن نے فرمایا کہ اگرچہ عملاً جہاد کرنے والوں کے مراتب بہت بلند ہیں لیکن مخلص معذورین بھی جو پیچھے رہ گئے ہیں، ثواب سے بالکلیہ محروم نہیں رہیں گے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے تو اللہ فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ ''میرا بندہ اپنی تندرستی کے ایام میں جو بھی نیک کام کرتا تھا، شفایاب ہونے تک وہ سب اعمالِ حسنہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو'' اور ایک غزوہ سے واپسی پر آپ نے فرمایا: ''مدینے میں ایسے لوگ ہیں جو ہر مشکل مرحلے میں تمہارے ساتھ رہے ہیں، انہیں اس بار معذوری نے روک لیا ہے۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۙ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۙ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾

''جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، جب فرشتوں نے ان کی روحیں قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں تھے؟ انہوں نے کہا: ''ہم زمین میں بے بس تھے''۔فرشتوں نے کہا: تو کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ مگر (ہاں) جو مرد، عورتیں اور بچے (واقعی) بے بس ہیں، وہ (اس مصیبت سے نکلنے کی) تدبیر پاتے

Marfat.com

ہیں اور نہ انہیں کوئی راستہ سوجھتا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ایسے لوگوں کو معاف فرما دے اور اللہ بہت معاف فرمانے والا بہت بخشنے والا ہے۔ اور جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کے لئے بہت جگہ اور (رزق کی) کشادگی پائے گا، اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور اللہ نہایت بخشنے والا بے حد مہربان ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ	ملائکہ ان کی روح قبض کریں	ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ	اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے
فِیْمَ كُنْتُمْ	تم کس حال میں تھے؟	مَاوٰی	ٹھکانا، جہاں انسان لوٹ کر واپس آتا ہے
سَآءَتْ	برا ہے	مَصِیْرًا	ٹھکانا، پلٹ کر واپس آنے کی جگہ
حِیْلَةً	تدبیر		
مُرٰغَمًا	بھاگنے کی جگہ، جائے پناہ۔ عربی محاورے میں رَغِمَ اَنْفُهٗ کے معنی ہیں ''اس کی ناک خاک آلود ہوگئی'' یعنی وہ ذلیل و رسوا ہوا۔ یعنی ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کو امان ملے گی، تو کفار رسوا ہوں گے		
یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ	اس کو موت آجائے۔		

تفسیر

اعلان نبوت کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا، اور یہ ہجرت فرض قرار دی گئی۔ ایسے حالات میں کہ دار الکفر میں مسلمانوں کی

Marfat.com

جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ ہو، اسلامی احکام و اقدار پر عمل کی اجازت نہ ہو اور اللہ کی زمین پر کسی دار السلام میں ان کے لئے پناہ گاہ موجود ہو تو ہجرت فرض ہو جاتی ہے۔ اور اپنی دینی حمیت اور عزتِ نفس کو قربان کر کے محض مادی خوشحالی کے لئے بدستور دار الکفر میں رہتے چلے جانے کو ان آیات میں ''اپنی جانوں پر ظلم'' سے تعبیر کیا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کی ارواح سے فرشتوں کا مکالمہ قرآن نے نقل کیا ہے۔ البتہ جو لوگ واقعی بے بس و بے کس تھے، ان کے پاس سفر کے وسائل نہ تھے، یا کوئی رفیق سفر نہ تھا، تو قرآن نے ایسے مجبور و معذور لوگوں کو قابل معافی قرار دیا ہے، ایسے لوگوں کے نام بھی مفسرین نے درج کئے ہیں، مثلاً عبداللہ بن عباس اور ان کی والدہ، عیاش بن ابی ربیعہ، ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام وغیرہ صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم، ان کے لئے رسول اللہ ﷺ نماز میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ: ''اے اللہ! ان بے بسوں کے لئے راہِ نجات مقدر فرما۔'' بعض صحابہ حبشہ اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لئے نکلے اور منزلِ مراد تک پہنچنے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں ہجرت کا اجر ضرور ملے گا۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ اگر کوئی تجارت کی توسیع، روزگار کے وسیع امکانات اور شادی یا کسی بھی دنیوی مقصد کے لئے ترک وطن کرے تو اس پر ''ہجرت شرعی'' کا اطلاق نہیں ہوگا۔ اسی لئے فتح مکہ کے بعد جب کہ دار الاسلام بن گیا تو حضور ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ''لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ۔'' یعنی فتح مکہ کے بعد اب ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ البتہ جب کبھی اور جہاں کہیں ایسے حالات پیدا ہوں گے، ہجرت کی شرعی ضرورت باقی رہے گی، چنانچہ حضور ﷺ کا فرمان ہے: جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا، ہجرت کا سلسلہ بند نہیں ہوگا، یعنی بوقت ضرورت ہجرت قیامت تک جاری رہے گی۔

وَ إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَ إِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ

Marfat.com

مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۣ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ
وَّرَآىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا
حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ
اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ
بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ
خُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ
الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا
الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي
ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ
تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

''اور جب تم سفر کے لئے نکلو تو تم پر کچھ حرج نہیں کہ نماز کو قصر کر کے پڑھو، بشرطیکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کفار تمہیں اذیت پہنچائیں گے، بلاشبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور (اے حبیب!) جب آپ (حالت جنگ میں) ان کے درمیان موجود ہوں اور نماز پڑھانے لگیں تو ایک گروہ مسلح ہو کر آپ کی اقتداء میں کھڑا ہو جائے، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں تو تمہارے پیچھے (مورچے پر) چلے جائیں، اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آ کر ہوشیار اور مسلح ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز پڑھے، کافروں کی یہ تمنا ہے کہ تم کسی طرح اپنے ہتھیاروں اور ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ اور وہ یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں، اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہے یا تم بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو، ہاں (اس کے باوجود دشمن سے) ہوشیار رہو، بے شک اللہ نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پس جب تم نماز پوری کر لو تو کھڑے، بیٹھے اور

Marfat.com

پہلوؤں کے بل (لیٹے ہر حالت میں) اللہ کو یاد کرتے رہو، پھر جب تم (دشمنوں کی جانب سے) مطمئن ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق) نماز ادا کرو، بلاشبہ اہل ایمان پر نماز، اوقات مقررہ میں ادا کرنا لازم ہے۔ اور کافروں کی تلاش میں کمزوری نہ دکھاؤ، اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی تو تمہاری طرح تکلیف پہنچتی ہے، حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کی ذات سے (اجر و ثواب کی) وہ امید رکھتے ہو جو وہ (ہرگز) نہیں رکھتے، اور اللہ تعالیٰ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے‘‘۔

مشکل الفاظ کے معانی

اِذَا ضَرَبْتُمْ	جب تم زمین میں سفر کرو	جُنَاحٌ	گناہ، حرج
اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ	یہ کہ تم نماز قصر پڑھو	اَنْ یَّفْتِنَكُمْ	یہ کہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے
فَلْتَقُمْ	پس چاہئے کہ کھڑا ہو	طَآئِفَةٌ	گروہ، جماعت
وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ	اور انہیں چاہئے کہ اپنے ہتھیار اٹھائے رکھیں	مِنْ وَّرَآئِكُمْ	تمہارے پیچھے
وَلْتَاْتِ	اور چاہئے کہ آئے	لَمْ يُصَلُّوْا	جنہوں نے نماز نہیں پڑھی
فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ	انہیں چاہئے کہ آپ کے ساتھ نماز پڑھیں	وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ	اور انہیں چاہئے کہ اپنا بچاؤ کئے رکھیں، ہوشیار رہیں
اَسْلِحَةٌ	’’سلاح‘‘ کی جمع ہتھیار	اَمْتِعَةٌ	متاع کی جمع سامان
فَيَمِيْلُوْنَ	تم پر ٹوٹ پڑیں	مَّيْلَةً وَّاحِدَةً	ایک دم

Marfat.com

اَذًی	تکلیف	اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَکُمْ	یہ کہ اپنے ہتھیار اتار کے رکھو
فَاِذَا قَضَیْتُمْ	جب تم ادا کر چکو، پوری پڑھ لو	قُعُوْدً	بیٹھنا
جُنُوْب	''جنب'' کی جمع، پہلو، کروٹ	فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ	پس جب تم بے خوف ہو جاؤ، خطرہ ٹل جائے
کِتٰبًا	فرض، لکھا ہوا	مَّوْقُوْتًا	(ہر وہ کام جو) وقت کی پابندی کے ساتھ کرنا لازم ہو

تفسیر

آیت نمبر ۱۰۱ میں ''نماز قصر'' کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

قصر کا معنی ومفہوم

امام راغب اصفہانی بیان کرتے ہیں کہ ''قصر'' طول کی ضد ہے (یعنی چھوٹا)۔ لغت عربی میں ''قَصْرُ الشَّئِ عَلٰی کَذَا'' کے معنی ہیں: ''کسی چیز پر اقتصار کرنا (یعنی رک جانا) اور اس سے تجاوز نہ کرنا۔'' اصطلاحِ شریعت میں ''قصرِ صلوٰۃ'' کے معنی ہیں ''شرعی رخصت کی بناء پر فرض نماز میں ''تخفیف کا حکم''۔ شرعی رخصت سے مراد بندۂ مومن کا حالت سفر میں ہونا۔

قصر کی علت

آیۂ مبارکہ میں نماز کی ''رخصت قصر'' کی علت سفر اور دشمن کے خوف کو قرار دیا گیا ہے، لیکن ائمہ مجتہدین کا اس پر اجماع ہے کہ ''رخصت قصر'' کی علت صرف سفر ہے، دشمن کے خوف کی قید محض اتفاقی ہے، کیونکہ ''صلوٰۃ الخوف'' کا ذکر اگلی آیت میں الگ سے کیا گیا ہے۔ اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ ''سفرِ محض'' ہی ''علتِ قصر'' ہے، خواہ اس میں مشقت

Marfat.com

ہو یا نہ ہو، یعنی نماز میں قصر اور روزے میں رخصتِ افطار کے لئے سفر شرعی کا ہونا ہی کافی ہے، خواہ وہ کتنا ہی پر آسائش کیوں نہ ہو۔

مسافت قصر

اس سے مراد وہ کم از کم مسافت ہے، جس کے سفر پر روانہ ہوتے ہی سفر کے شرعی احکام عائد ہو جاتے ہیں، یعنی نماز میں قصر، روزے میں افطار کی اجازت، موزوں پر مسح کی مدت اور عورت پر بغیر محرم کے سفر کی ممانعت وغیرہ۔ اس سلسلے میں مختلف مکاتب فکر اور مسالک کا مسلمہ معیار حسب ذیل ہے:

فقہ حنفی

احناف نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ:

''عورت کے لئے محرم کے بغیر تین دن کا سفر جائز نہیں (صحیح بخاری)۔ اس کی تفصیل میں ائمہ مجتہدین نے کہا کہ تین دن اونٹ پر یا پیادہ ایسا سفر، جس میں رات کو آرام، صبح کو سفر، دوپہر کو قیلولہ اور نمازوں کے اوقات میں نماز پڑھ سکے۔ قدیم علماء کے اس سلسلے میں تین اقوال ہیں: ۱۵ فرسخ، ۱۸ فرسخ اور ۲۱ فرسخ، علامہ ابن عابدین شامی نے ۱۸ فرسخ کو متوسط اور ''مفتیٰ بہ'' قرار دیا ہے۔ ایک فرسخ میں تین شرعی میل (بحساب ۲۰۰۰ گز فی میل) ہوتے ہیں اور ۱۸ فرسخ کے ۵۴ شرعی میل، ۶۱ میل ۲ فرلانگ ۲۰ گز یا ۹۸ء۷۳۴ کلومیٹر ہوتے ہیں۔

فقہ شافعی و حنبلی

امام محی الدین یحییٰ بن شرف نووی نے دو دن کے سفر کو معیار قرار دیا ہے اور وہ اس کی مقدار چار برد بحساب چار فرسخ فی بریدہ بتاتے ہیں، تو اس طرح یہ سولہ فرسخ اور ۴۸ میل شرعی (بحساب ۲۰۰۰ گز فی میل) یا تقریباً ۵۴ میل انگریزی بنتے ہیں۔

Marfat.com

فقہ مالکی

علامہ ابن رشد مالکی نے ایک دن کے سفر پر بھی قصر اجازت دی ہے۔

ظاہریہ

داؤد ظاہری کے متبعین یعنی غیر مقلدین مطلق سفر کو قصر کی علت قرار دیتے ہیں، لہٰذا ان کے نزدیک آدمی شہر سے ایک میل یا کلومیٹر بھی باہر نکل جائے تو قصر پڑھ سکتا ہے۔

قصر کی ابتداء وانتہاء

چاروں ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ مسافر جب اپنے شہر کی حدود (بڑے شہروں میں بلدیاتی حدود) سے نکل جائے تو قصر شروع ہو جائے گی اور جب واپسی پر حدود شہر میں داخل ہو جائے گا تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

مدت قصر

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اگر دورانِ سفر کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ قیام کا ارادہ کر لے، تو وہ جگہ ''وطن اقامت'' کہلاتی ہے اور اسے وہاں پر پوری نماز پڑھنی ہوگی جبکہ باقی تینوں ائمہ کے نزدیک جہاں چار دن قیام کا ارادہ کر لے تو پوری نماز پڑھنی ہوگی۔

وجوب قصر میں مذاہب

امام شافعی کے نزدیک حالت سفر میں قصر اور ترکِ قصر دونوں جائز ہیں، لیکن قصر افضل ہے، امام احمد بن حنبل اور امام مالک کے نزدیک قصر مباح ہے، یعنی دونوں جانب برابر ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک سفر میں قصر واجب ہے اور ترک گناہ۔ یعلی ابن امیہ کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ہم حالت امن میں قصر کیوں پڑھتے ہیں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ یہی بات جب ہم نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''یہ تم پر اللہ کا انعام ہے تو اس کے انعام کو قبول کرو یعنی رد نہ کرو۔'' یہاں پر حدیث میں ''تصدق'' کا لفظ آیا ہے، جو قرآن مجید میں

Marfat.com

''حق اور مطالبے'' کو ساقط کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، یعنی گویا سفر میں شارع نے از راہِ لطف و کرم پوری نماز کا مطالبہ ساقط کر دیا ہے، اب اصل مطالبہ شرعی صرف دو رکعات ہی ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کریم کے اکرام و انعام کا رد کرنا ویسے بھی خلافِ ادب ہے، جیسے ایام قربانی میں ''ضیافت الٰہی'' کی وجہ سے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

اور اس کے علاوہ کسی ایک بھی صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے حالت سفر میں قصر نہ پڑھی ہو بلکہ پوری نماز پڑھی ہو۔ سفر حج کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب پوری نماز پڑھی تو ان سے سبب دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: ''میں نے مکہ میں شادی کر لی ہے'' اور جہاں انسان شادی کر لے، وہ بھی اس کا وطن ہو جاتا ہے اور وہاں پوری نماز پڑھنی پڑتی ہے۔

فرائض میں قصر

چار رکعت والے فرائض میں قصر لازم ہے، یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں صرف دو فرض پڑھنے ہوں گے، مغرب کے تین فرض اور عشاء کے تین وتر پورے پڑھنے ہوں گے۔

سنن میں قصر

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سفر میں ''سنن مؤکدہ'' پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ احناف کے نزدیک جب سفر جاری ہو تو سنتیں چھوڑ دے، البتہ فجر کی سنت ضرور پڑھے، کیونکہ یہ واجب کے قریب تر ہے، اور جہاں عارضی طور پر ٹھہر جائے وہاں سنتیں پڑھ لینا افضل ہے۔

سفر معصیت کے احکام

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ''قصر'' کی علت ''سفر'' ہے، اس لئے سفر کی نوعیت یا مقصد کوئی بھی ہو، قصر کی رخصت اس کے لئے ثابت ہوگی، خواہ واجب ہو جیسے سفر حج یا سنت ہو جیسے سفر عمرہ یا عیادت وغیرہ کا سفر، یا مباح ہو۔ جیسے کاروباری سفر یا معصیت ہو جیسے چوری یا کسی اور معصیت کے لئے سفر، اور سفر پر اجر یا گناہ کے احکام اس کی نوعیت

Marfat.com

کے اعتبار سے ہوں گے۔ جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک سفر معصیت پر قصر کی رخصت کا اطلاق نہیں ہوگا۔

صلوٰۃ الخوف کے احکام

آیت نمبر ۱۰۲ میں ''صلوٰۃ الخوف'' کا ذکر ہے اور قرآن نے اسے کافی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ علامہ ابوالحسن مرغینانی (مصنف ہدایہ) فرماتے ہیں:

جب میدانِ جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مجاہدین کو دو گروہوں میں تقسیم کر دے۔ ایک گروہ امام کی اقتداء میں با جماعت نماز شروع کرے اور دوسرا گروہ دشمن کے سامنے مورچہ بند رہے، جب پہلی رکعت دوسرے سجدے پر مکمل ہو جائے تو یہ گروہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے سامنے چلا جائے اور دوسرا گروہ آ کر امیر کی اقتدا میں دوسری رکعت میں شامل ہو جائے، امیر دو رکعت مکمل ہونے پر تشہد کے بعد سلام پھیر دے اور یہ گروہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے سامنے چلا جائے۔ اور پہلی جماعت آ کر الگ الگ بغیر قرأت کے اپنی رکعت ثانی جو باقی رہ گئی تھی مکمل کر کے سلام پھیر دے، یہ جماعت لاحق ہے (لاحق اس مقتدی کو کہتے ہیں جس کی نماز کا پچھلا حصہ رہ گیا ہو)۔ اس کے بعد وہ جماعت آئے جس کی پہلی رکعت رہ گئی تھی، اور ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، یہ جماعت مسبوق ہے، (مسبوق اس مقتدی کو کہتے ہیں جو پہلی رکعت میں امام کے ساتھ شامل نہ ہو سکا)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے اسی طریقے پر ''صلوٰۃ الخوف'' پڑھی ہے۔

علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی نے تفسیر جامع القرآن میں ''صلوٰۃ الخوف'' کی مختلف ۲۴ صورتوں کا ذکر کیا ہے اور علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری نے ۱۴ صورتوں کا تذکرہ کیا ہے۔

''صلوٰۃ الخوف'' کی یہ صورتیں اس وقت اختیار کی جائیں گی جب دشمن کا خوف مسلط ہو لیکن اگر عملاً معرکہ برپا ہو اور گھمسان کا رن پڑ رہا ہو تو پھر جہاں اور جیسے بن پڑے نماز پڑھ لینی چاہئے، چاہے سوار ہو یا پیادہ ہو، رکوع و سجود نہ کر پائے تو اشارے سے پڑھ لے،

Marfat.com

بعض اوقات دشمن کو سامنے رکھنے کی وجہ سے قبلے کی جانب پیٹھ ہو جاتی ہے تو اس وقت اسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے، یہ ائمہ ثلاثہ کا مسلک ہے۔

امام اعظم سے بھی علامہ قرطبی نے ایک قول اس کے مطابق نقل کیا ہے۔ لیکن ائمہ احناف کی متفقہ رائے انہوں نے یہ بھی نقل کی ہے کہ شدید ترین خطرے کے صورت میں نماز قضا کر لینی چاہئے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر چار نمازیں قضا کر لی تھیں اور پھر ترتیب سے انہیں بطور قضا کے ادا فرمایا۔

امام ابو یوسف کا نظریہ

امام ابو یوسف اور حسن بن زیاد کے نزدیک ''صلوٰۃ الخوف'' حضور انور ﷺ کے خصائص میں سے ہے، کیونکہ آیت مذکورہ بالا میں قرآن نے فرمایا'' جب آپ ان میں موجود ہوں اور انہیں نماز پڑھائیں۔'' لیکن جمہور کی رائے یہی ہے کہ احکامِ شرعیہ کا مورد (سبب نزول) تو خاص ہوتا ہے لیکن حکم عام ہوتا ہے اِلاّ یہ کہ خصوصیت پر کوئی دلیل موجود ہو۔

صلوٰۃ الخوف کا فلسفہ اور حکمت

بظاہر تو انسان سوچتا ہے کہ جب جان کے لالے پڑے ہوں تو نماز کا ہوش کسے ہوگا اور جان کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے۔ لیکن قرآن نے ''صلوٰۃ الخوف'' کا تصور و حکم دے کر یہ باور کرایا کہ وہ جان کس کام کی جو اپنے رب کی اطاعت سے غافل ہو جائے اور جہاد اور کفار پر غلبے کا بھی یہی مقصد ہے کہ اللہ کی زمین اور اللہ کے بندوں پر اللہ کی شریعت نافذ کی جائے اور نظامِ اسلام کا سب سے اہم رکن نماز ہے۔

دوسری اہم بات یہ کہ امام و امیر کی اقتداء و اطاعت، جماعت اور جمعیت کو مشکل ترین لمحات میں بھی قائم رکھنے کی ترغیب دی ہے تو عام حالات میں اس سے غافل رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

چوکس رہنے کا حکم

آیت نمبر ۱۰۲ میں اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دفاع سے کبھی غافل

Marfat.com

نہیں رہنا چاہیے۔ بارش ہو، آندھی اور طوفان آئے، بیماری کا غلبہ ہو جائے یا حالات کیسے ہی سنگین کیوں نہ ہوں، مسلمانوں کو ہر حالت میں چوکس، ہوشیار اور ہتھیار بند رہنا چاہیے اور اسلحہ ہر وقت فائرنگ پوزیشن (Red Alert) میں ہو۔

نماز

عبادتِ موقوت: جس عبادت کی ادائیگی کے لئے وقت کی ابتداء وانتہاء کا تعین کر دیا گیا ہو، اسے عبادت موقوت یا موقت کہتے ہیں اور نماز ایسی ہی عبادت ہے۔ اس لئے وقت مقررہ سے پہلے ادا بھی کر دی جائے تو ادا نہیں ہوگی بلکہ اس کا اعادہ کرنا ہوگا۔ اسی طرح مقررہ وقت کے اندر ادا نہ کی گئی ہو اور وقت گزر جائے تو ''قضاء'' ہو جائے گی۔

جمع بین الصلوٰتین

تاہم میدانِ عرفات میں امام الحج کی اقتداء میں مسجد نمرہ میں عصر کی نماز مقدم کر کے ظہر کی نماز کے ساتھ باجماعت پڑھی جاتی ہے اور مزدلفہ میں نمازِ مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنے کا حکم ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اسی طرح ثابت ہے۔ البتہ امام شافعی کے نزدیک شدید بارش میں ''جمع بین الصلوتین'' جائز ہے، خواہ جمع تقدیم ہو جیسے ظہر کے وقت میں ظہر وعصر ایک ساتھ ملا کر پڑھیں یا جمع تاخیر جیسے مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ایک ساتھ پڑھی جائیں۔ امام مالک سے تین قول مروی ہیں، عدم جواز، جواز اور کراہت۔

احناف کے نزدیک عرفات کے علاوہ اور کسی بھی موقع پر ''جمع بین الصلوتین'' جائز نہیں ہے۔ البتہ ''جمع صوری'' جائز ہے یعنی یہ کہ جیسے ظہر کی نماز مؤخر کر کے آخری وقت میں پڑھ لی جائے اور پھر جوں ہی عصر کا وقت شروع ہوا ابتدائی وقت میں عصر پڑھ لی جائے۔

آیت نمبر ۱۰۳ میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ دشمن کے مقابلے میں سستی اور کمزوری کا مظاہرہ نہ کرو، کیونکہ جنگ اور حالت جنگ جس طرح تمہارے لئے رنج والم کا باعث ہے بالکل اسی طرح کفار مبتلائے مصیبت رہتے ہیں۔ جبکہ ان کی صرف یہی دنیا ہے اور

Marfat.com

مسلمانوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کی ابدی اور دائمی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو ان کی منتظر ہیں۔

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَ
لَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا
رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ
مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا
يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فَمَن يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾

"(اے حبیب!) بلاشبہ ہم نے آپ پر کتاب برحق نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے عطا کردہ علم (یقینی) کے مطابق فیصلہ کریں اور آپ خائنوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنیں۔ اور آپ اللہ سے بخشش مانگئے، یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور آپ ان لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت خیانت کرنے والا گنہگار کو پسند نہیں فرماتا۔ وہ لوگوں سے تو چھپانا چاہتے ہیں لیکن اللہ سے تو نہیں چھپا سکتے (کیونکہ) جب وہ رات کے وقت چھپ کر ایسی باتوں کے مشورے کرتے ہیں جو اسے پسند نہیں، تو وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ ان کے سب کاموں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ سنتے ہو! تم وہ لوگ ہو کہ دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے تم نے جھگڑا کر لیا (مگر کل) قیامت کے دن ان کی طرف اللہ سے کون جھگڑا کرے گا یا کون ان کا وکیل ہو گا؟"

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ	جو اللہ نے آپ کو دکھایا	لِّلْخَآئِنِيْنَ	خائن کی جمع، خیانت کرنے والا
خَصِيْمًا	(کسی کی حمایت میں) جھگڑنے والا	وَلَا تُجَادِلْ	اور مت جھگڑ
يَخْتَانُوْنَ	خیانت کرتے ہیں	خَوَّانًا	بہت زیادہ خیانت کرنے والا
اَثِيْمًا	گنہگار	يَسْتَخْفُوْنَ	چھپاتے ہیں، شرماتے ہیں
يُبَيِّتُوْنَ	رات بھر (مشورہ) کرتے ہیں	لَا يَرْضٰى	وہ پسند نہیں کرتا

تفسیر

یہاں ہم جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری کی تفسیر ضیاء القرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اس کا شانِ نزول من وعن نقل کر رہے ہیں۔

سبب نزول

یہ چند آیات ایک واقعہ کے متعلق نازل ہوئیں جو عہد رسالت میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ انصار کے بنی ظفر قبیلہ کے ایک شخص مسمی طعمہ بن ابیرق نے اپنے ہمسایہ قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے مکان میں نقب لگا کر کچھ زرہیں اور آٹے کی بوری چرا لی اور ایک یہودی زید بن سمین کے ہاں جا کر رکھ آیا۔ صبح ہوئی اور حضرت قتادہ کو جب چوری کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے پڑوسی طعمہ سے دریافت کیا، اس نے صاف انکار کر دیا اور قسم اٹھائی کہ مجھے اس کے متعلق علم تک نہیں۔ اتفاق یہ ہوا کہ آٹے کی بوری میں سوراخ تھا جس سے آٹا گرتا گیا۔ انہوں نے اس گرے ہوئے آٹے کے نشانات کا پیچھا کیا۔ چنانچہ وہ یہودی کے مکان تک

Marfat.com

پہنچ گئے۔ تلاش کرنے پر مال مسروقہ برآمد ہو گیا۔ اس یہودی نے کہا کہ میں چور نہیں بلکہ میرے پاس طعمہ یہ چیزیں رکھ گیا ہے۔ کئی یہودیوں نے اس کی تصدیق کی۔ طعمہ کے قبیلہ والوں نے کہا چلو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چلیں۔ چنانچہ سب حاضر ہوئے۔ بنوظفر کو اب علم ہو چکا تھا کہ چور یہودی نہیں بلکہ طعمہ ہے لیکن اپنی بدنامی کے خوف سے وہ طعمہ کو ہر طریقہ سے بری ثابت کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے اس کی حمایت میں بڑی سرگرمی دکھانے لگے۔ حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بھی عرض کرنے لگے کہ اگر فیصلہ طعمہ کے خلاف ہوا تو بے چارا ہلاک ہو جائے گا اور ذلت و رسوائی کی کوئی حد نہ رہے گی۔ اور یہودی جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے وہ صاف بری ہو جائے گا۔ حضور کو بھی خیال گزرا کہ بنو ظفر جو مسلمان ہیں سچے ہوں گے۔ چنانچہ کوئی فیصلہ صادر ہونے سے پہلے وحی الٰہی پہنچ گئی جس سے حقیقت حال آشکارا ہو گئی بعد میں طعمہ کا انجام یہ ہوا کہ وہ وہاں سے بھاگ کر مکہ چلا گیا۔ ایک رات وہاں نقب لگا رہا تھا کہ دیوار گر پڑی اور نیچے دب کر ہلاک ہو گیا۔ ارشاد ربانی ہوا: ''ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ اتاری ہے'' تاکہ آپ اس علم یقینی کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا کریں جو آپ کو اپنے رب کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ الشیخ رشید رضا لکھتے ہیں ''وَتَسمِيَةُ اِعْلَامِهٖ تَعَالٰى لِنَبِيِّهٖ بِالْاَحْكَامِ اِرَاءَةً يُشْعِرُ بِاَنَّ عِلْمَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهَا يَقِيْنِيٌّ كَالْعِلْمِ بِمَا يَرَهٗ بِعَيْنِهٖ فِي الْجِلَاءِ وَالْوُضُوحِ (المنار)۔'' یعنی احکام کے متعلق جو علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو عطا فرمایا اس کی تعبیر ارآءۃ (دکھا دینا) سے کی ہے تاکہ یہ پتا چل جائے کہ اس علم میں ظن و گمان کا احتمال نہیں رہا بلکہ یہ علم ایسا یقینی اور قطعی ہے جیسے کسی چیز کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا جاتا ہے۔ اب آپ خود انصاف فرما دیں کہ جس ذاتِ قدسی صفات کے سامنے آنے والے ہر حجاب کو اٹھانے والا اللہ تعالیٰ ہو اس کے علم وسیع پر ہم ایسوں کو زیب دیتا ہے کہ اعتراض کرتے پھریں؟

نبی کا فیصلہ، اللہ کا فیصلہ

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ: '' تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اللہ کے عطا کردہ

Marfat.com

علم کی روشنی میں فیصلہ کریں۔"

بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ کے معنی "جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے۔" یہاں "ار آ ء ۃ" (دکھانے) سے مفسرین کرام نے وحی والہام مراد لیا ہے جو علم کا سب سے قطعی، یقینی اور ہر قسم کے شائبہ شک سے پاک ذریعہ ہے، اور جس کا ذریعہ، مصدر اور منبع اللہ تعالیٰ کی ذات کریم ہے۔ اور اس "علم وحی" کو "ار آ ء ۃ" سے اس لئے تعبیر کیا کہ مادی ذرائع علم میں سب سے زیادہ معتبر ذریعہ علم "رؤیت" (دیکھنا) ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی وحی کی رہنمائی اور روشنی میں ہوتے تھے، چنانچہ نبی کا فیصلہ دراصل اللہ ہی کا فیصلہ ہے کیونکہ وہ ہر بات وحی ربانی کی روشنی میں کرتے تھے۔ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حقائقِ امور پر مطلع فرماتا تھا۔ اور ان کلمات سے قبل نزولِ قرآن کا ذکر فرما کر یہ بھی بتا دیا کہ قرآن ہی سارے علوم کا سرچشمہ ہے۔ حقائق پر فیصلہ کرنا اور ہر فیصلے کا غلطی سے مبرا ہونا "خاصۂ نبوت" ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر کسی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے اس پر فیصلہ کیجئے تو آپ نے فرمایا: "یہ صرف نبی کی خصوصیت ہے، عام منصف اور حاکم تو شہادتوں اور واقعات کی روشنی میں فیصلہ کرتا ہے"۔

توکیل بالخصومت

وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا: اور آپ خائنوں کے حامی اور طرف دار نہ بنیں۔

امام رازی اور دیگر مفسرین نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جب قرآن میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب فرما کر کوئی "نہی" وارد ہوئی ہو یا کسی بات سے منع کیا گیا ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ العیاذ باللہ! آپ وہ کام کر رہے تھے یا کرنے والے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس طرح آپ کی ذات شروع ہی سے ان قبیح باتوں سے بہت منزہ اور پاک ہے، اسی شانِ عصمت کو ہمیشہ قائم و دائم رکھئے۔ کیونکہ اگر نبی کی عصمت کے بارے میں ادنیٰ سا بھی شائبہ پیدا ہو جائے تو دین و شریعت کا اعتبار اٹھ جائے گا اور وحی ربانی کی تقدیس

Marfat.com

مجروح ہوگی۔

دوسری توجیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے قرآن میں بیشتر مقامات پر دراصل نبی مکرم ﷺ کے توسط سے امت کو تعلیم دی ہے۔ اسی آیۂ مبارکہ سے ''فقہاء امت'' نے پیشۂ وکالت کے لئے ایک رہنما اصول وضع کیا ہے۔ وہ یہ کہ مظلوم، مستغیث، مدعی یا مدعی علیہ کی وکالت جائز ہے اور شریعت میں اس کی اجازت ہے، لیکن ''توکیل بالخصومت'' جائز نہیں ہے۔ یعنی یہ کہ مؤکل اپنے وکیل کو صرف اس امر کا اختیار دے کہ ''فریق مخالف'' کی جو بھی بات میرے خلاف جارہی ہو یا میرے مفاد کے خلاف ہو، اس امر سے قطع نظر کہ وہ فی الواقع درست ہے یا نہیں، اسے رد کردو۔ کیونکہ اس سے بعض صورتوں میں حق کا رد کرنا لازم آتا ہے جو شرعاً ناجائز ہے۔

البتہ اس اختیار کے ساتھ وکالت کی جائے کہ ہر حق بات کو تسلیم کرلو اور ہر ناحق کو رد کر لو، تو جائز ہے بلکہ یہ باعث اجر ہے۔

آیۂ مبارکہ میں جمع کا صیغہ استعمال کر کے ''خائنین'' کہا گیا ہے حالانکہ اس واقعہ میں تو خائن ایک ہی شخص تھا، اس سے اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ ''خائن'' کا حمایتی اور طرف دار بھی خائن ہوتا ہے اور اس شخص کی حمایت میں اس کا پورا قبیلہ کھڑا ہوگیا تھا۔

استغفار نبی کا محمل

وَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اللہ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''اور اللہ سے بخشش مانگئے''، حالانکہ نبی تو گناہوں سے کلی طور پر معصوم ہوتا ہے تو استغفار کا کیا مطلب ہے؟ قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری اور دیگر مفسرین نے اس کی توجیہات اور محمل بیان کیے ہیں، مثلاً (۱) معصوم کا استغفار بلندیٔ درجات کے لئے ہوتا ہے۔ (۲) مقامِ عصمت پر قائم رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت کی التجا ہوتی ہے۔ (۳) نعمت عصمت کا تشکر ہے۔ (۴) بحیثیت شارع بیان جواز کے لئے جو ''خلاف اولیٰ'' کام آپ کو کرنے پڑتے ہیں، اگرچہ فی نفسہ وہ مباح ہوتے ہیں، لیکن ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَار سَیِّاٰتُ الْمُقَرَّبِیْنَ''

Marfat.com

کے مصداق آپ کے مقام رفیع کے شایانِ شان نہیں ہوتے، اس لئے آپ استغفار فرماتے ہیں۔ (۵) اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ گنہگاران امت کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔ (۶) تعلیم امت کے لئے استغفار فرماتے ہیں، وغیرہ

اپنے آپ سے خیانت کرنے کا مفہوم

آیت نمبر ۱۰۷ میں فرمایا کہ "جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، ان کی حمایت نہ کیجئے، حالانکہ بظاہر اپنے آپ سے خیانت کوئی نہیں کرتا، مفسرین کرام نے بتایا کہ "اپنے آپ پر ظلم" "اپنی ذات سے دھوکہ" اور "اپنے آپ سے خیانت" کا مطلب یہ ہے کہ آخر کاران "اعمال سیئہ" کا وبال انہیں پر نازل ہوگا۔

اللہ سے چھپانا ناممکن ہے

آیت نمبر ۱۰۸ میں فرمایا کہ "وہ لوگوں سے اپنی معصیتوں کو چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپاتے۔" یہ برائی سے روکنے کا انتہائی حکیمانہ انداز ہے کہ انسان اپنے جرم کو دو وجہ سے لوگوں سے چھپاتا ہے یا تو اس لئے کہ رسوائی سے شرماتا ہے اور یا اس لئے کہ قانون کی گرفت میں نہ آئے اور سزا سے بچ جائے۔ تو یہ انسان کی کس قدر گراوٹ ہے کہ مخلوق سے شرمائے اور خالق سے نہ شرمائے، کیونکہ خالق تو اسے ہر حال میں ہر جگہ دیکھتا ہے، اور دوسرا یہ کہ دنیا کی سزا سے تو انسان "بہ لطائف حیل" بچ سکتا ہے، اللہ کی پکڑ سے کیسے بچے گا؟

پھر اس پر مزید زور دے کر فرمایا کہ نادان لوگو! دنیا میں تو تم ظالموں، خائنوں، غاصبوں اور مجرموں کی مدافعت میں "حجت بازیاں" کر لو گے، لیکن ذرا سوچو تو سہی کہ کل احکم الحاکمین کی عدالت میں کس کی مجال ہوگی کہ ظالم اور خائن کا حامی بن کر آئے کیونکہ وہ تو سَرِيْعُ الْحِسَابِ (جلد حساب لینے والا) ہے، وہ تو ذُوانْتِقَامٍ (بڑا سخت انتقام لینے والا) ہے، اس کی پکڑ تو بڑی سخت ہے، سوچو، غور کرو، ہوش میں آؤ اور ظالموں کا ساتھ نہ دینا چھوڑ دو۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا

Marfat.com

رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾

''اور جو شخص کوئی برا کام کر گزرے یا اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھے، پھر اللہ سے عشق مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی کی ذات پر ہے اور اللہ بہت جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ جو شخص کسی خطا یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اس کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے تو بلاشبہ اس نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر لیا''۔

تفسیر

آیت نمبر ۱۱۰ میں ''اپنے آپ پر ظلم کرنے کے بعد'' توبہ کا ذکر ہے، اس پر گزشتہ آیات میں تفصیل سے بحث ہو چکی ہے، آیت نمبر ۱۱۱ کا مفہوم بھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اگرچہ وقتی طور پر مجرم دوسروں پر ظلم کے پہاڑ توڑتا ہے لیکن آخر کار اس کی سزا خود اسی کو بھگتنی پڑتی ہے۔

''خطاء'' اور ''اثم'' کا فرق:

آیت نمبر ۱۱۲ میں ''خطاء'' اور ''اثم'' (گناہ) کا ذکر ہے، مفسرین کرام اور فقہاء عظام نے ان کا جو تقابلی مفہوم بیان کیا ہے وہ یہ ہے:

(۱) گناہ صغیرہ کو خطاء کہتے ہیں جو اتفاقاً سرزد ہو جائے، لیکن اگر صغیرہ پر اصرار کیا جائے یعنی بار بار ارتکاب کیا جائے تو ''کبیرہ'' بن جاتا ہے اور یہ ''اثم'' ہے۔

(۲) جو گناہ بلا قصد و ارادہ سرزد ہو جائے تو ''خطا'' ہے اور قصداً ارتکاب کیا جائے تو یہ ''اثم'' ہے۔

تہمت لگانا بڑا جرم ہے

اس آیۂ مبارکہ میں فرمایا کہ جو کوئی ارتکابِ گناہ کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ پر ڈال

Marfat.com

دے تو یہ دوہرا جرم ہے، ایک ارتکاب گناہ اور دوسرا ''بہتان'' و ''افتراء''۔ ایسے لوگوں کے لئے قرآن نے فرمایا: وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ اور وہ ضرور اپنے گناہوں کا بوجھ اٹھائیں گے اور بے قصور مظلومین اور ناروا تہمت کا نشانہ بننے والوں کے گناہوں کا بوجھ بھی، ''تقاضائے انصاف'' کی تکمیل کے لئے اٹھائیں گے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

''اور (اے حبیب!) اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ تو آپ کو بہکانے کا ارادہ کر چکا تھا، حالانکہ ''درحقیقت'' وہ خود فریبی میں مبتلا تھے اور وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور آپ کو وہ (سب) سکھا دیا جو کچھ آپ نہ جنتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔ ان کی اکثر خفیہ سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہے، ہاں اگر کوئی صدقے کا یا کسی نیک کام یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا مشورہ دے (تو اس کی بات اور ہے) اور جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے تو عنقریب ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَهَمَّتْ	ضرور ارادہ کر لیتے، یا کر لیا تھا	نَجْوٰى	سرگوشی کرنا، کانا پھوسی، خفیہ مشورے

Marfat.com

اَبْتِغَآءَ	چاہنا	مَرْضَاتِ	خوشنودی

تفسیر

آیت نمبر ۱۱۳ میں جس گروہ کا تذکرہ ہے، اس سے مراد انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے لوگ ہیں جو "طعمہ بن ابیرق" کے جرم کو جاننے کے باوجود، اس کے تحفظ کے لئے یہودی "زید بن سمین" کو پھانسنا چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ حضور ایسا کریں لیکن آپ کی شانِ عدل اور مقام عصمت سے یہ ممکن ہی نہ تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل اور رحمت ہمیشہ آپ پر سایہ فگن رہتی تھی اور آپ کی عصمت کی محافظ تھی۔

علامہ آلوسی کی توجیہ

علامہ محمود آلوسی نے امام راغب کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھے، ان کی اس خواہش پر "اضلال" (بہکانا) کا اطلاق محض صورۃً کیا گیا ہے، اپنے حقیقی معنی پر محمول نہیں ہے کیونکہ کسی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان سے یہ متصور نہیں ہوگا کہ وہ اللہ کے رسول کو بہکانے کا ارادہ کرے۔ بلکہ وہ اپنی جگہ صدق دل سے یہ سمجھتے تھے کہ "یہودی" کے مقابلے میں، واقعات وحقائق سے قطعِ نظر، بہرصورت مسلمان کی حمایت کرنی چاہئے لیکن قرآن نے اس مؤقف کو رد کر دیا، چنانچہ اس تفسیر کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا: "اگر آپ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ آپ کو بہکانے کا ضرور قصد کر لیتا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کا حکم سن کر یہ ارادہ ترک کر دیا تھا۔

علم نبوت کی وسعت کا بیان

اس مقام پر امام رازی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے علم کے بارے میں فرمایا: "اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔" بلکہ ربِ ذوالجلال نے پوری کائنات کے بارے میں فرمایا: "(اے حبیب!) کہہ دیجئے دنیا کی ساری متاع بہت قلیل ہے۔" لیکن اسی ذات کریم نے اپنے حبیب کریم ﷺ کے بارے میں فرمایا: "اور آپ کو سکھایا جو کچھ آپ

Marfat.com

نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔'' اس سے علوم نبوت کی وسعت و جامعیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن اور سنت کی روشنی میں ﷺ کے علم کی وسعت

رسول اللہ ﷺ کو اللہ نے تمام مخلوقات سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے اور آپ کا یہ علم، غیب اور شہادت دونوں کو محیط ہے اور یہ علم تدریجی ہے، اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کے علم میں تا حیات اضافہ فرماتا رہا۔ اسی علم کو علماء اہل سنت "علمِ کُلّی" اور "علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ علم کلی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کل ''معلومات الٰہیہ'' کا علم ہے، کسی مخلوق کے لئے اس علم کو ماننا نہ صرف محال ہے بلکہ شرک ہے۔

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: کسی علم کی حضرت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذاتِ پاک میں حصر اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے:

اول: علم کا ذاتی ہونا کہ بذاتِ خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم: علم کا غنا کہ کسی آلہ جارحہ وتدبیر فکر ونظر والتفات وانفعال کا اصلاً محتاج نہ ہو۔

سوم: علم کا سرمدی ہونا کہ ازلاً ابداً ہو۔

چہارم: علم کا وجوب کہ کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم: علم کا اثبات واستمرار کہ کبھی کسی وجہ سے اس میں تغیر، تبدل، فرق اور تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم: علم کا اقصیٰ غایت کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات، ذاتیات، اعراض، احوالِ لازمہ، مفارقہ، ذاتیہ، اضافیہ، ماضیہ، آتیہ (مستقبلہ) موجودہ، ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے۔

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل وعلا سے خاص اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی، یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجوہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں ہے جو کسی غیر اللہ کے لئے، عقولِ مفارقہ ہوں خواہ نفوسِ ناطقہ، ایک ذرے کا ایسا علم ثابت

Marfat.com

کرے یقیناً اجماعاً کافر مشرک ہے۔ (الصمصام، ص ٦)

نیز امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کر دی ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علم الٰہی سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہو سکتی جو ایک قطرہ کے کروڑویں حصہ کو سمندر سے ہے، کیونکہ یہ نسبت متناہی (FINITE) کی متناہی کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی (INFINITE) کی متناہی سے۔ (الملفوظ، ج ١، ص ٦)

خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات کے علوم کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ کا علم ایسا ہے جیسے قطرہ کے مقابلہ میں سمندر ہو اور اللہ کے علم کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ اور سمندر میں ہوتی ہے۔ کیونکہ قطرہ اور سمندر میں متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور آپ کے علم کی اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل کی اور ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان ایک مجلس میں کھڑے ہوئے پھر آپ نے ابتداءِ خلق سے خبریں بیان کرنا شروع کیں، حتیٰ کہ جنتیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے اور جہنمیوں کے اپنے ٹھکانوں تک جانے کی خبریں بیان کیں۔ جس شخص نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے اس کو بھلا دیا۔ (صحیح بخاری، ج ١، ص ٤٥٣)

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم میں ایک تقریر فرمائی اور اس میں قیامت تک کے ہونے والے تمام امور بیان فرما دیئے جس شخص نے اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے نہ جانا اس نے نہ جانا۔ (صحیح بخاری، ج ٢، ص ٩٩٧)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: ''حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر کا وقت آ گیا پھر منبر سے اترے اور ظہر کی نماز پڑھائی اور پھر منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر کا وقت آ گیا، پھر آپ منبر سے اترے اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ نے منبر پر چڑھ کر ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پھر آپ نے ہمیں تمام ''ما کان و ما یکون'' کی خبریں دیں سو جو ہم میں زیادہ حافظہ والا تھا اس کو ان کا زیادہ علم تھا۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۹۰)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور آپ نے قیامت تک ہونے والے ہر واقعہ اور ہر چیز کی ہمیں خبر دے دی، جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

(جامع ترمذی، ص ۳۱۹)

امام مسلم روایت کرتے ہیں: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لئے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق اور مغارب کو دیکھ لیا۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۹۰)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے نیز امام ابوداؤد اور امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز میں آنے کے لئے دیر کی، حتیٰ کہ قریب تھا کہ ہم سورج کو دیکھ لیتے، پھر رسول اللہ ﷺ جلدی سے آئے اور نماز کی اقامت کہی گئی، رسول اللہ ﷺ نے مختصر نماز پڑھائی، پھر آپ نے سلام پھیر کر با آواز بلند ہم سے فرمایا جس طرح اپنی صفوں میں بیٹھے ہو، بیٹھے رہو، پھر ہماری طرف مڑے اور فرمایا: میں اب تم کو یہ بیان کروں گا کہ مجھے صبح کی نماز میں آنے سے کیوں دیر ہو گئی، میں رات کو اٹھا اور وضو کر کے میں نے اتنی رکعات نماز پڑھی جتنی میرے لئے مقدر کی گئی تھی پھر مجھے

Marfat.com

نماز میں اونگھ آ گئی، اچانک میں نے اچھی صورت میں اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو دیکھا، اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے کہا اے میرے رب میں حاضر ہوں، فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا، آپ نے کہا: میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ (قدرت) میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور اس کے پوروں کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے اس کو جان لیا، (الحدیث)۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے، میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، ص ۴۶۶)

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے (خواب میں) اپنے رب کو حسین صورت میں دیکھا، میرے رب نے کہا اے محمد! میں نے کہا حاضر ہوں یا رب! فرمایا ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں، میں نے کہا اے میرے رب! میں نہیں جانتا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ (قدرت) میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پھر میں نے جان لیا جو کچھ مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ (جامع ترمذی، ص ۴۶۶)

امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی ﷺ نے فرمایا: آج رات کو نیند میں میرا رب عزوجل حسین صورت میں میرے پاس آیا اور فرمایا: اے محمد! کیا تم جانتے ہو کہ ملاء اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ حضرت ابن عباس کہتے ہیں: آپ نے فرمایا نہیں! نبی ﷺ نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں نے ان تمام چیزوں کو جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں۔

(مسند احمد، ج ۱، ص ۳۸۶)

امام احمد بن حنبل نے ایک اور سند سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ

Marfat.com

الفاظ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے سینہ میں محسوس کیا حتیٰ کہ میرے لئے وہ تمام چیزیں منکشف ہوگئیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمینوں میں ہیں۔ (مسند احمد، ج ۴، ص ۶۶)

حافظ الہیثمی ذکر کرتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے میرے لئے دنیا اٹھا کر رکھ دی اور میں دنیا کو اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کو دیکھ رہا ہوں، جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے، ہر چند کہ اس حدیث کے راوی ضعیف ہیں لیکن ان کی توثیق کی گئی ہے۔ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۸۱)

ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے لئے علم غیب کا ثبوت بالکل واضح ہے، لیکن اس کے باوجود علماء حق نے احتیاط کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ غیر اللہ کے لئے مطلقاً ''عالم الغیب'' نہ بولا جائے، کیونکہ اس سے ظاہراً ''علم غیب ذاتی'' کا تصور ذہن میں آتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص ہے، رسول اللہ ﷺ کے لئے یہ لکھا اور بولا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب کا علم عطا فرمایا یا علوم غیبیہ عطا فرمائے، اس کو ''علم غیب عطائی'' کہتے ہیں۔ چنانچہ امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں: ''علم غیب عطا ہونا اور، اور لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق اور، اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندۂ مومن کی نسبت صریح لفظ "یعلم الغیب" وارد ہے، '' کما فی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح للملا علی القاری''، بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے: ''کان یعلم علم الغیب'' (یعنی وہ علم غیب جانتے تھے)، مگر ہماری تحقیق میں لفظ ''عالم الغیب'' کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۹، ص ۸۱)

Marfat.com

امورِ خیر کے لئے مشاورت رضائے الٰہی کا باعث ہے

آیت نمبر ۱۱۴ میں ''نجویٰ'' کی مذمت بیان کی گئی ہے، لیکن اس سے وہ سرگوشیاں، راز و نیاز کی باتیں اور مشورے مراد ہیں جو کسی خلاف شرع کام کے لئے ہوں، البتہ امورِ خیر کے لئے مشاورت ''رضائے الٰہی'' کا باعث ہے۔ آیت میں تین باتیں ذکر کی گئی ہیں (۱) صدقہ (۲) معروف (۳) مسلمانوں کے درمیان مصالحت۔

امام رازی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ خیر کی دو قسمیں ہیں، ایک ایصالِ منفعت یعنی فائدہ پہنچانا، اس کی پھر دو صورتیں ہیں، پہلی صورت مادی فائدہ پہنچانا، آیت میں اسے ''صدقہ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، دوسری صورت ''روحانی'' فائدہ پہنچانا، آیت میں اسے ''معروف'' سے تعبیر کیا گیا ہے، تیسرا ''دفع مضرت'' یعنی ضرر سے بچانا، اسے آیت میں اِصۡلَاحٍۢ بَیۡنَ النَّاسِ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علامہ محمود آلوسی نے کہا کہ ''معروف'' نیکی کی تمام صورتوں پر محیط ہے، جیسے مصیبت زدہ کی اعانت، ''دعوت الی الخیر'' وغیرہ اور ''صدقہ'' عرف میں تو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو کہتے ہیں، لیکن متعدد احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے دو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے اور فساد مٹانے کو ''صدقہ'' بلکہ ''افضل الصدقات'' کہا ہے اور صوم و صلوٰۃ جیسی عبادت سے تعبیر کیا ہے۔ صحیحین کی روایت میں حضور نے فرمایا: جو شخص دو افراد میں فساد ختم کرنے اور نفرت مٹانے کے لئے ایک دوسرے کے بارے میں خیر خواہی کی خلاف واقعہ باتیں منسوب کرے تو وہ ''کذاب'' نہیں کہلائے گا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ''حالت جنگ''، ''دو افراد کے درمیان صلح'' اور ''میاں بیوی کے اظہار محبت'' میں مبالغہ آرائی کی رخصت دی ہے، بلکہ آیہ کریمہ میں اسے اجر عظیم کا ذریعہ بتایا ہے۔

وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۱۱۵﴾

''اور جو راہ راست واضح ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ

Marfat.com

سے الگ تھلگ راستہ اختیار کرے تو ہم اسے اس طرف پھیر دیں گے جدھر وہ خود پھرا ہے اور اسے ہم جہنم میں داخل کر دیں گے اور وہ (بہت) برا ٹھکانا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

مَنْ يُّشَاقِقِ	جو مخالفت کرے	نُوَلِّهٖ	ہم اسے پھیر دیں گے
مَاتَوَلّٰی	(جدھر) وہ پھرا		

تفسیر

سنت واجماع کی حجیت

طعمہ بن ابیرق کے واقعہ کے سیاق وسباق میں اس آیۂ مبارکہ کا مفہوم واضح ہوتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے اختلاف اور مومنوں کی (اجماعی) راہ سے الگ تھلگ ہو جانے والوں کا انجام جہنم بتایا ہے، بہ الفاظ دیگر "سنت" اور "اجماع امت" دلیل شرعی ہیں اور جو چیز "سنت" یا "اجماع امت" سے ثابت ہو اس کی مخالفت حرام اور انجام جہنم ہے۔ امام رازی اور امام قرطبی نے لکھا ہے کہ کسی نے امام شافعی سے پوچھا کہ قرآن میں "حجیت اجماع" کی دلیل کون سی ہے؟ انہوں نے تین سو مرتبہ از اول تا آخر قرآن مجید پڑھا اور پھر انہیں شرح صدر ہو گیا کہ یہ آیت "اجماع" کے حجت ہونے کی دلیل ہے۔ "اجماع" (Consesus) سے مراد ہے کسی شرعی مسئلے پر امت کے اہل اجتہاد، اہل فتویٰ، فقہاء اہلِ بصیرت کا متفق ہو جانا، اگر سب متفق ہو جائیں تو "اجماع کلی" کہلاتا ہے، جیسے خلافت صدیق اکبر، نماز تراویح کی جماعت، جمع قرآن، موجودہ دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جانا وغیرہ اور اگر اکثریت کا اتفاق ہو جائے تو "اجماع اکثری" کہلاتا ہے۔

اس آیۂ مبارکہ کے مضمون کی تائید میں کئی احادیث مبارکہ ہیں، مثلاً:

(۱) لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ: میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔

(۲) يَدُ اللّٰهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ: جماعت کی اجماعی رائے کو اللہ کی تائید حاصل

Marfat.com

ہوتی ہے۔

(۳) مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ: جو جماعت سے الگ ہوا وہ جہنم میں گرا۔

(۴) عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ: جماعت کو لازم پکڑو۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ
يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ إِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ إِلَّآ
إِنٰثًا ۚ وَ إِنْ يَّدْعُوْنَ إِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ
لَأَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّ لَأُضِلَّنَّهُمْ وَ لَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَ
لَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْأَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ
يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَ لِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾
يَعِدُهُمْ وَ يُمَنِّيْهِمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ أُولٰٓئِكَ
مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾

''بلاشبہ اللہ (اس جرم کو تو) نہیں بخشتا کہ اس کا کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے کم تر (جرم) کو جس کے لئے چاہے معاف فرما دے، اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ یہ مشرک اللہ کے سوا دیویوں ہی کے پجاری ہیں اور یہ سرکش شیطان ہی کو پوجتے ہیں۔ اللہ نے اس پر لعنت کی اور (شیطان نے) کہا: میں تیرے بندوں میں سے مقرر حصہ ضرور لوں گا۔ اور میں انہیں ضرور بہکاؤں گا اور ضرور انہیں آرزوؤں کا (اسیر) بناؤں گا اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا تو وہ لازماً جانوروں کے کان چیرتے رہیں گے، اور میں انہیں حکم دوں گا تو وہ ضرور اللہ کی بنائی ہوئی صورت کو تبدیل کریں گے، اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا تو وہ کھلے خسارے میں رہا۔ شیطان ان سے (جھوٹے) وعدے کرتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سراسر فریب ہیں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے نجات

Marfat.com

کی کوئی راہ نہیں پائیں گے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ	اس (اللہ) کے سوا عبادت کرتے ہیں	مَّفْرُوْضًا	مقررہ
لَاُضِلَّنَّهُمْ	میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا	لَاُمَنِّيَنَّهُمْ	میں ضرور انہیں آرزوئیں دلاؤں گا
اُمْنِيَّةَ	جھوٹی آرزو	فَلَيُبَتِّكُنَّ	وہ ضرور چیریں گے
اٰذَانَ	"اذن" کی جمع کان	الْاَنْعَامِ	چوپائے، مویشی
خُسْرَانًا	نقصان، غرور، دھوکا، فریب	مَاْوٰى	ٹھکانا
مَحِيْصًا	بچنے کی جگہ		

تفسیر

ماسوائے شرک ہر گناہ قابل معافی ہے

شرک کی تعریف گذشتہ سطور میں گذر چکی ہے، آیت نمبر ۱۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شرک نا قابل معافی جرم ہے اور اس کے سوا کسی بھی درجے کا گناہ ہو، اس کی معافی ممکن ہے، لیکن یہ مغفرت بندے کا استحقاق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی نگاہِ کرم پر موقوف ہے، تاہم بندے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ اپنے رب سے مسلسل مغفرت کی التجا کرتا رہے۔

"اناث" سے مراد معبودان باطلہ ہیں

آیت نمبر ۱۱۷ میں مشرکوں کے معبودانِ باطلہ کو "اناث" (عورتیں) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مفسرین کرام نے اس کی جو توجیہات بیان فرمائی ہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) یہ کہ مشرکوں کے بیشتر معبودانِ باطلہ کے نام "صیغہ تانیث" (Feminine

Marfat.com

(Form) پر تھے، جیسے لات، منات، عزیٰ وغیرہ

(۲) ہر قبیلے کے مخصوص بت کو "رَبَّةُ بنی فلاں" یا "اُنثٰی بنی فلاں" کہا جاتا تھا، اُنثٰی بمعنی عورت یا مونث، اس لئے ہم نے اس لفظ کا ترجمہ "دیویاں" کیا ہے اور "دیوی" کا تصور ہندومت میں بھی ہے۔

(۳) مشرکین مکہ ملائکہ کو بھی "بنات اللہ" (اللہ کی بیٹیاں) کہتے تھے۔

(۴) پتھر کے بت ہوں یا خود ساختہ مٹی کے بنے ہوئے، یا آگ، سورج وغیرہ عربی زبان میں "جمع غیر ذوی العقول" کو مؤنث کے صیغے سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۵) عورت میں انفعالیت (اثر پذیری) ہے، اس لئے وہ بتوں کو انثیٰ یا عورت سے تعبیر کرتے تھے۔

"شیطان مَرِید" کی عبادت

"تمرد" کے معنی سرکشی اور طغیان کے ہیں۔ "شیطان مَرِید" کے معنی ہیں شیطان جس نے اپنے خالق کا حکم ماننے کے بجائے سرکشی کی۔ چونکہ سب "معبودانِ باطلہ" کے پجاری دراصل شیطان کے چیلے اور غلام ہیں، اس لئے انہیں شیطان کے پجاری کہا گیا ہے۔ کیونکہ شیطان نے بارگاہِ الوہیت سے دھتکارے جانے کے موقع پر کہا تھا، کہ میں بنی آدم کو بہکاؤں گا، ورغلاؤں گا اور صراط مستقیم پر گھات لگا کر بیٹھوں گا۔

شیطان کے تزویری حربے

آیت نمبر ۱۱۸ میں بھی شیطان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ "میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصہ ضرور لوں گا" اور آیت نمبر ۱۱۹ تا ۱۲۱ میں ابلیس لعین کے تزویری حربے اور ان کا انجام بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) "اُمْنِيَّةٌ" کے معنی ہیں "جھوٹی امید" اور اس کی جمع ہے "امانی"۔ امام المفسرین امام رازی فرماتے ہیں: بندے کو گمراہ کرنے کا سب سے بڑا شیطانی حربہ، بندے کے دل میں جھوٹی امیدوں اور آرزوؤں کے محلات تعمیر کرنا ہے، اس کے نتیجے میں دو خصلتیں جنم لیتی

Marfat.com

ہیں، حرص اور امید، اور یہ دونوں چیزیں تمام ''اخلاق ذمیمہ'' کی علت لازمہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان جوں جوں بوڑھا ہوتا ہے، اس کے اندر دو چیزیں جوان ہوتی جاتی ہیں اور وہ ہیں ''حرص اور امید''۔ حرص کے نتیجے میں دین اور دنیا کے سارے مصائب انسان پر مسلط ہو جاتے ہیں اور جوں جوں حرص بڑھتی ہے تو انسان اس کے حصول کے لئے اللہ کی معصیت اور مخلوق کو ایذا پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ اور جب ''امید'' کا دامن دراز ہوتا چلا جاتا ہے تو انسان آخرت کو بھول جاتا ہے اور طلب دنیا میں غرق ہو جاتا ہے اور توبہ سے محروم ہو جاتا ہے، اس پر کوئی وعظ و نصیحت کارگر نہیں ہوتی۔

(۲) بحیرہ

مختلف روایات کے مطابق (۱) جب کسی اونٹنی کے پانچ بچے ہو جاتے اور پانچواں نر ہوتا، تو مشرکین عرب اس کا کان چھید کر اسے بت کے نام پر وقف کر دیتے اور اسے اپنے اوپر حرام سمجھتے۔

(۲) جب کسی نر اونٹ سے دس اونٹنیوں کو حمل ہو جاتا تو اس کے کان چھید کر اسے بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اسے وہ ''بحیرہ'' کہتے تھے۔ اس کے علاوہ ''حام اور'' وصیلہ'' بھی ہوتے۔ قرآن نے اس کا ذکر شیطان کے اس ادعاء کی صورت میں کیا کہ میں ''ان سے چوپایوں کے کان میں چیرا یا چھید ڈلواؤں گا۔''

(۳) اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بگاڑنا

(الف) اس ''تغیر خلق'' کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اللہ نے کسی چیز کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، اسے فاطر (پیدا کرنے والے) کی منشا کے برعکس استعمال کرنا۔ اس میں بتوں اور معبودانِ باطلہ کی پرستش بھی شامل ہے۔

(ب) آنکھیں پھوڑنا، کان کاٹنا (یعنی مسخ صورت یا مثلہ)، ہم جنس پرستی، گودنا، عورتوں کا مردوں سے اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنا، فطرت کی تقسیم کار اور فطری ذمہ داریوں کو بدل دینا وغیرہ۔

Marfat.com

شیطان کے وعدے فریب وسراب

آیت نمبر ۱۲۰ میں بتایا کہ شیطان کے وعدے فریب ہیں، سراب ہیں، سراسر نقصان ہیں اوران کا انجام جہنم ہے اور شیطان کے پیروکاروں کے لئے پھر کوئی راہِ نجات اور جائے امان نہیں ہوگی۔

وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَاۤ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَ لَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم عنقریب انہیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (یہ) اللہ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچی بات اور کس کی ہوسکتی ہے۔ (نجات) نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، (سو) جو کوئی برائی کرے گا، اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور وہ اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی پائے گا نہ مددگار۔ اور جو نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اور وہ صاحب ایمان بھی ہو، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَبَدًا	ہمیشہ	اَصْدَقُ	سب سے سچا
ذَكَرٍ	مرد	اُنْثٰى	عورت

Marfat.com

تفسیر

اللہ کا وعدہ سچا ہے

آیت نمبر ۱۲۲ میں بتایا گیا کہ اہل ایمان اور صالحین کے ساتھ اللہ نے جو جنت کی ابدی راحتوں اور دائمی نعمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے، وہ حق ہے اور پورا ہو کر رہے گا، جب کہ شیطان کے پیروکار آخرت میں کف افسوس ملتے رہ جائیں گے۔

نجات کا انحصار خود فریبی پر نہیں ہے

آیت نمبر ۱۲۳ میں بتایا گیا کہ اخروی فلاح کا انحصار لوگوں کے اپنے مفروضوں اور خود ساختہ دعووں پر نہیں ہوگا بلکہ اللہ کے اٹل ''قانونِ مکافاتِ عمل (NATURAL LAW OF RETAILIATION'' پر ہوگا۔ کفار مکہ کی خوش فہمی یہ تھی کہ یہ ''بت اللہ کی بارگاہ میں ہمارے سفارشی ہوں گے'' اور ''ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں گے۔'' یہود و نصاریٰ کا دعویٰ یہ تھا ''کہ ہم اللہ کے بیٹے اور محبوب ہیں'' اور ''بالفرض اگر ہمیں دوزخ میں جانا پڑا تو چند دنوں کی بات ہوگی۔'' قرآن نے کہا: ''اپنے باطل دعوؤں کی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو؟''

اور اگر خدانخواستہ مسلمان بھی عمل سے عاری ہو کر بلکہ عملاً احکام الٰہی سے بغاوت کر کے محض خوش فہمیوں کے سہارے چلتے رہے کہ آخرت کی فلاح صرف ان کے لئے ہے، تو وہ بھی اس آیت کے بجا طور پر مخاطب ہیں اور انہیں بھی اپنے طرزِ عمل اور اندازِ فکر کی اصلاح کرنی چاہیے۔ آیت نمبر ۱۲۴ میں اس مضمون کا تقریباً اعادہ ہے۔ امام رازی، امام قرطبی اور دیگر مفسرین نے اس مقام پر لکھا ہے کہ جب مسلمانوں نے یہ سنا ''جو برائی کرے گا وہ اس کا بدلہ پائے گا'' تو انہیں رنج و ملال ہوا، حضور ﷺ نے ان کی تسلی و تشفی کے لئے فرمایا کہ ''ایک برائی کی سزا اس کی مثل ہے، جبکہ نیکی کی جزا دس گنا یا اس سے زائد ملے گی''۔

وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

Marfat.com

فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

''اور اس شخص سے بہتر دین کس کا ہوسکتا ہے جس نے اپنا رخ (اطاعت) اللہ کے سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور اس نے دین ابراہیم کی پیروی کی جو ہر باطل سے ہٹ کر حق کی طرف مائل تھے، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنا لیا تھا۔ اور جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے، اللہ ہی کا ہے، اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَحْسَنُ	اچھا، بہترین	اَسْلَمَ وَجْهَهٗ	اپنا ''رخِ اطاعت'' جھکایا
مُحْسِنٌ	نیکوکار	حَنِيْفًا	باطل سے ہٹ کر حق کی طرف مائل ہونے والا
خَلِيْلًا	خالص و مخلص دوست		

تفسیر

دین حنیف، ملت ابراہیمی

ختم الرسلین محمد مصطفیٰ ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور آپ کا فرمان ہے: ''اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ'' یعنی میں اپنے باپ ابراہیم کی دعاؤں کا ثمر ہوں۔ حضرت ابراہیم کی شخصیت انبیاء کرام میں ایک محور و مرکز اور نقطۂ اتصال ہے، یہی وجہ ہے کہ تمام الہامی کتب کے ماننے والے اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کی طرف منسوب کرتے تھے، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا قریش مکہ، لیکن قرآن نے فیصلہ کن بات کہی کہ ''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی (اور نہ ہی مشرک) بلکہ وہ مسلم تھے اور دین حنیف کے پیروکار تھے۔'' دین حنیف، ملت ابراہیمی اور اسلام سب اصطلاحات معنیً قریب تر ہیں، حنیف سے مراد ایسے دین کا ماننے والا (مسلم) جو باطل کے ہر تصور اور عقیدے سے دور ہو، افراط

Marfat.com

وتفریط سے پاک ہو اور صرف ''دین حق'' کی طرف مائل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کے اصل پیروکار مسلمان ہیں، بلکہ اللہ کے فرستادہ سارے انبیاء کرام دین اسلام ہی کے داعی تھے۔ دین، ان عقائد واقدار کا نام ہے جو تمام انبیاء کرام کی شریعتوں میں اصل الاصول اور مشترکہ عقائد وعبادات کے طور پر شامل رہیں۔ البتہ ''شریعت'' ان تفصیلی احکام کا نام ہے جن میں اللہ کی حکمت اور ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ جاری رہا۔ اللہ کا ارشاد ہے: ''ہم نے تم میں سے ہر ایک (صاحب شریعت رسول) کے لئے ایک شریعت اور دستور عمل مقرر کیا۔'' (المائدہ: ۴۸) تا آنکہ ختم الرسل پر آ کر یہ سلسلہ کامل، مکمل، جامع اور حتمی وقطعی شکل اختیار کر گیا۔

دین اور ملت عام طور پر مترادف الفاظ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، لیکن ان میں تھوڑا سا اعتباری فرق ہے، یعنی اصولی عقائد ونظریات کو دین کہتے ہیں اور ان کے ماننے والوں کو ''ملت'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

خلیل، لقب ابراہیم

''خلیل اللہ'' حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتیازی لقب ہے، امام رازی نے لکھا ہے کہ خلیل کے معنی ہیں: جو محبت، دوستی اور تعلق میں خالص ہو، جس کے دل میں محبوب کے سوا کسی اور کے لئے جگہ نہ ہو یا جو ایک دوسرے کے ''محرم راز'' ہوں۔

وَ يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَ مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ

Marfat.com

تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَ لَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ
تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا
كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ
اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ﴿۱۳۰﴾

"(اے حبیب!) لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ مانگتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ان کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے، (اور تمہیں ان احکام کی طرف بھی متوجہ فرماتا ہے) جو قرآن میں (پہلے سے) تم پر پڑھے جارہے ہیں، ان یتیم عورتوں کے بارے میں جنہیں تم ان کا مقررہ (شرعی) حق نہیں دیتے، اور ان سے (خود ہی) نکاح کی بھی خواہش رکھتے ہو، اور (ایسے ہی) کمزور و بے بس بچوں کے بارے میں بھی، اور یہ کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو، اور جو (بھی) تم بھلائی کے کام کرو گے، تو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ محسوس ہو، تو کوئی حرج نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کریں اور صلح ہی بہتر ہے اور دلوں میں بخل (کا مادہ) رکھا گیا ہے، اور اگر تم احسان کرو اور تقویٰ پر کاربند رہو تو بلاشبہ اللہ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ اور تم شدید خواہش کے باوجود بھی عورتوں کے درمیان (کامل) انصاف نہیں کر پاؤ گے (لیکن ایسا بھی نہ ہو) کہ ایک کی جانب بالکل ہی جھک جاؤ (اور) دوسری کو لٹکتا چھوڑ دو، اور اگر تم (اپنا رویہ) درست کر لو اور پرہیزگار بن جاؤ تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ اور اگر (خدانخواستہ) دونوں (میاں بیوی) میں تفریق ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت (رزق و عطا) سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، اور اللہ نہایت وسعت والا بڑی حکمت والا ہے"۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

یَسْتَفْتُوْنَکَ	آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں	اِسْتِفْتَاء	فتویٰ مانگنا
یُفْتِیْکُمْ	وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے	اِفْتَاء	فتویٰ دینا
مَایُتْلٰی عَلَیْکُمْ	جوتم پر تلاوت کیا جاتا ہے	لَاتُؤْتُوْنَھُنَّ	تم ان کونہیں دیتے
مَاکُتِبَ لَھُنَّ	جوان کے لئے لکھ (مقرر کر) دیا گیا ہے	تَرْغَبُوْنَ	تم رغبت رکھتے ہو
اَلْقِسْطُ	انصاف	خَافَتْ	ڈرتی ہے
بَعْل	شوہر	الشُّحَّ	موجود کر دیا گیا ہے، پیدا کر دیا گیا ہے
اُحْضِرَتِ	بخل	لَوْحَرَصْتُمْ	اگر چہ تم شدت سے چاہتے ہو، ''شدت خواہش'' کو بھی حرص کہتے ہیں
فَلَاتَمِیْلُوْا	یہ کہ تم جھک جاؤ	فَتَذَرُوْھَا	پس اسے چھوڑ دو
کَالْمُعَلَّقَۃِ	لٹکتی ہوئی (HANGING)	یُغْنِ	غنی کر دے گا
سَعَتِہٖ	کشائش (رزق)		

تفسیر

سیاق وسباق

گزشتہ صفحات میں یہ مضمون گزر چکا ہے، لیکن آنے والی آیات کی تفہیم کے لئے اس کا مختصراً اعادہ ضروری ہے، سنت الٰہیہ بھی یہی ہے کہ بعض احکام کی اہمیت کے پیش نظر انہیں

Marfat.com

مختلف انداز سے جابجا بار بار قرآن میں دہرایا جاتا ہے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ:

عہدِ جاہلیت اور ابتداء اسلام میں جب بعض لوگوں کی ولایت (Guardianship) میں غیر محرم یتیم بچیاں آجاتیں تو:

(الف) اگر وہ حسین وجمیل اور مالدار ہوتیں تو ان سے خود نکاح کر لیتے لیکن ان کا مہر اور نان ونفقہ ادا نہ کرتے اور نہ ہی ان کے حقوق دلانے کے لئے کوئی ان کا حمایتی بنتا۔

(ب) اگر وہ مالدار تو ہوتیں، لیکن صورت وشکل یا کسی اور سبب سے خود انہیں ان سے نکاح میں رغبت نہ ہوتی، تو نہ خود ان سے نکاح کرتے اور نہ ان کی خواہش کے مطابق کسی اور سے ان کا نکاح کراتے تا کہ ان کا موروثی مال ہمیشہ انہی کے تصرف میں رہے۔

(ج) یا مال کی لالچ میں نکاح تو کر لیتے لیکن ان کے حقوق کی ادائیگی میں انصاف قائم نہ کرتے۔

عورتوں کے بارے میں استفتاء وافتاء

اس مقام پر امام فخر الدین رازی نے جو بحث درج فرمائی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بات تو روایات سے ثابت نہیں ہے کہ واقعی انہوں نے یتیم ومظلوم عورتوں کے حقوق کی بابت دریافت کیا ہو، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ کریمی نے یتیم عورتوں کی حالت زار کو ''سوالِ مجسم'' سے تعبیر کیا ہو یا ممکن ہے بعض عورتوں نے حضور سے آکر اپنی حالتِ زار بیان کی۔استفتاء، فتویٰ پوچھنے کو کہتے ہیں اور افتاء فتویٰ دینے کو۔تو اللہ نے فرمایا: کچھ احکام تو تمہارے پاس پہلے سے قرآن مجید میں موجود ہیں اور تم شب وروز ان کی تلاوت کرتے ہو، لیکن تاکید مزید کے طور پر ایک بار پھر تمہیں حکم دیتا ہوں کہ یتیم عورتوں اور بے بس وبے کس بچوں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو، اور جن یتیم بچیوں سے تمہیں نکاح کا شوق ہے، ان کے حقوق بھی ادا کرو۔

Marfat.com

زوجین میں مصالحت

گزشتہ آیات میں عورتوں کے "نشوز" (نافرمانی) کا ذکر اور دونوں خاندانوں کے بزرگوں کو مصالحت کی سعی کرنے کی تعلیم دی گئی تھی۔ آیت نمبر ۱۲۸ میں یہ بتایا کہ "نشوز" کا باعث بعض اوقات شوہر بھی ہوتا ہے، وہ اپنی درشت مزاجی، بداخلاقی اور حرص وہوس کے باعث عورت کی زندگی اجیرن کر دیتا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بھی صلح وصفائی کی کوشش ضرور کرنی چاہئے اور شوہر کو ادائیگی حقوق کی ہر ممکن تلقین کرنی چاہئے تاکہ بسا بسایا چمن اجڑنے سے بچ جائے۔ نافرمان بیوی کو "ناشزہ" (Reculcitrant Woman) اور شقی القلب ظلم شعار شوہر کو "زوج متعنت" (Obstinate) کہتے ہیں۔

متعدد ازواج کے درمیان عدل

بعض امور میں انسان بے اختیار اور دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے، یہ کیفیت دو بیویوں میں سے کسی ایک کے "غلبۂ محبت" کے باعث بھی ہوتی ہے، اور اولاد میں سے کسی ایک کی طرف ماں باپ کا دل زیادہ مائل ہوتا ہے۔ یہ عین تقاضائے فطرت ہے، چنانچہ قرآن نے آیت نمبر ۱۲۹ میں فرمایا: ازواج کے درمیان کامل عدل قائم کرنا بعض اوقات انسان کے بس سے باہر ہوتا ہے اور شاید اللہ اسے معاف فرمادے، لیکن جو کچھ انسان کے بس میں ہے، اس کا انسان لازماً مکلف اور جواب دہ ہے اور وہ ہے ازواج میں نان نفقے، رہن سہن کے حالات، ایام کی تقسیم اور ظاہری رویے میں عدل قائم کرنا، اس کی اجازت کسی بھی صورت میں نہیں ہے کہ ایک ہی بیوی کے ہو کر رہ جاؤ اور دوسری کو کلی طور پر نظر انداز کر دو۔

اللہ کی غیبی تائید و امداد

اگر خدانخواستہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ سعی بسیار کے باوجود میاں بیوی کا حدود شرعی کے اندر رہتے ہوئے ازدواجی زندگی گزارنا ممکن نہیں رہا، تو حدودِ شرع پامال کرنے کے بجائے شریعت نے تفریق، طلاق، خلع اور فسخ نکاح کے راستے کھلے رکھے ہیں۔ چنانچہ

Marfat.com

آیت نمبر ۱۳۰ میں فرمایا کہ اگر تمام تر سعی اور "اتمامِ حجت" کے بعد زوجین میں تفریق ہو جائے تو کوئی بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے دونوں کے لئے انعام وعطا اور خوش نصیبی کے ایسے امکانات مقدر فرمادے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھول جائیں اور ایک نئی خوش وخرم اور قابل رشک زندگی گزاریں۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾

"اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ ہی کا ہے، اور بے شک ہم نے تمہیں اور انہیں بھی، جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، حکم دیا کہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور اگر تم کفر کرو تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اللہ ہی کا ہے، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور سزاوار حمد وثناء ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔ اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں (صفحہ ہستی سے) مٹا کر دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس پر قادر ہے۔ اور جو شخص (صرف) دنیا کی جزا چاہتا ہے تو اللہ کے پاس تو دنیا وآخرت (دونوں) کا اجر ہے، اور اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

وَصَّيْنَا	ہم نے حکم دیا ہے	حَمِيْدًا	لائق تعریف، جس کی تعریف کی جائے

Marfat.com

يُذْهِبْكُمْ تمہیں لے جائے گا، مٹا دے گا يَأْتِ لے آئے گا

تفسیر

اللہ تعالیٰ کا اقتدار کلی

ان آیات میں یہ جملہ تین بار دہرایا گیا ہے کہ "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔" یعنی انسان اور ساری کائنات کا مالک حقیقی صرف وہی ہے۔ جان، مال، اولاد، اقتدار اور جسمانی و ذہنی قویٰ کی صورت میں انسان کے پاس جو کچھ بھی ہے، اس کا مالک صرف اللہ ہے۔ انسان کو ان ساری نعمتوں پر تصرف کا اختیار دیا گیا ہے، کسی چیز پر انسان کی "ملکیت" کا اطلاق صرف مجازاً ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بندہ درہم و دینار یا اقتدار اور زر و جواہر کا پجاری بن جائے یا اپنے آپ کو ایسا مالک و مختار سمجھ بیٹھے کہ جس سے پوچھنے والا کوئی نہیں، تو یہ اس کی بھول ہے۔

امام رازی نے دوسرا نکتہ یہ بتایا کہ نعمتوں میں کھو جانا اور منعم (نعمت عطا کرنے والے) کو بھول جانا، یہ انسان کی نادانی ہے، اگر وہ نعمت دے سکتا ہے تو اسے چھین بھی سکتا ہے، اللہ کے غضب سے ڈرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا "ابدی تازیانہ عبرت" حرکت میں آئے اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر یہ کارخانہ قدرت کسی اور کے تصرف میں دے دے، کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

اور آیت نمبر ۱۳۴ میں بتایا کہ صرف جزائے دنیا کا طلب گار ہونا، انسان کی کوتاہ بینی، کم ظرفی اور کج فہمی ہے۔ اللہ کے پاس تو دنیا و آخرت دونوں کے خزانے، نعمتیں اور جزا ہے، تم اپنا دامن طلب کیوں تنگ کرتے ہو۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
الْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ
يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا
بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا ثُمَّ ازْدَادُوا
كُفْرًا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًا ﴿١٣٧﴾

''اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو، اللہ (کی رضا) کے لئے گواہی دو خواہ اس کی زد تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ یا رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ ہو۔ خواہ (صاحب معاملہ) محتاج ہو یا مالدار، تو اللہ (تمہارے بہ نسبت) ان دونوں کا زیادہ خیر خواہ ہے، پس خواہش نفس کی پیروی میں انصاف (کا دامن) نہ چھوڑو، اور اگر تم لگی لپٹی بات کرو گے یا (شہادت سے) پہلو تہی اختیار کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے باخبر ہے۔ اے ایمان والو! اللہ پر، اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول (آخر الزماں) پر نازل کی اور (ہر) اس کتاب پر جو اس نے اس سے پہلے نازل کی ہے، ایمان لاؤ، اور جس نے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز قیامت کا انکار کیا، وہ گمراہی میں بہت دور جا نکلا۔ بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہو گئے، پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے، تو اللہ نہ تو ان کی بخشش فرمائے گا اور نہ انہیں راہ (راست) دکھائے گا''۔

مشکل الفاظ کے معنی

قَوّٰمِیْنَ	قائم رہنے والے	قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ	انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے
شُهَدَآءَ	شاہد کی جمع، گواہ	اَوْلٰی	قریب ترین، (احق) یعنی زیادہ حق دار، زیادہ مہربان

Marfat.com

اَلْهَوٰی خواہش نفس اِنْ تَلْوٗا لَوٰی یَلْوِیْ لَیًّا، لَوِیًّا، لُوِیًّا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا، سستی کرنا، پوشیدہ رکھنا، پھیر دینا

تفسیر

قیام عدل

آیت نمبر ۱۳۵ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی کائنات عدل، توازن، تناسب اور عدم تجاوز پر قائم ہے، اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا ''نظامِ تشریع'' بھی عدل پر قائم ہو، انسان اپنے دائرہ اختیار و اقتدار میں انصاف قائم کرے، سورہ الحدید کی پچیسویں آیۂ مبارکہ میں نظام رسالت اور نزول کتب کا مقصد عظیم بھی قیام عدل کو قرار دیا ہے۔ مشہور مقولہ ہے کہ کفر کی حکومت تو قائم رہ سکتی ہے لیکن ظلم کی حکومت قائم نہیں رہ سکتی، اس لئے فرمایا: ''عدل کو مضبوطی سے قائم کرو''۔

اداءِ شہادت دینی فریضہ

قیام عدل کے لئے ''نظامِ عدل'' لازمی ہے، کسی بھی عدالتی نظام میں مظلوموں کی دادرسی، ظالموں کی سرکوبی، حق داروں کے حقوق کی ادائیگی، اور امن وسلامتی کے قیام کے لئے ''شہادت'' ایک لازمی ضرورت ہے، کیونکہ اس کے بغیر عدل کا قیام ممکن ہی نہیں، آیۂ مبارکہ میں صرف اللہ کی رضا کے لئے شہادت حق کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر کسی کے حق کا ثبوت صرف ایک آدمی کی گواہی پر منحصر ہو تو فقہاء نے کہا کہ اس کے لئے شہادت ''فرض عین'' کا درجہ رکھتی ہے ورنہ فرضِ کفایہ ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۸۲ میں فرمایا: ''گواہوں کو جب گواہی کے لئے بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔''

سچی گواہی میں حائل رکاوٹیں

کسی بھی معاملے میں ''شہادتِ حق'' میں جو رکاوٹیں حائل ہو سکتی ہیں، آیۂ مبارکہ میں

Marfat.com

تقریباً ان کا احاطہ کردیا گیا ہے اور فرمایا کہ ''شہادتِ حق'' کے لئے ان رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاؤ، وہ رکاوٹیں یہ ہیں:

(۱) ذاتی مفاد کا تحفظ (۲) والدین اور رشتے داروں کے مفاد کی پاسداری (۳) اپنی دانست میں کسی محتاج پر ترس کھا کر اس کی جانبداری کرنا (۴) یا کسی مالدار یا صاحب اختیار کے لالچ، دھونس اور دباؤ میں آکر حق سے منہ موڑ لینا، آخری دو قسموں کے بارے میں فرمایا: ''اللہ تمہارے مقابلے میں ان کا زیادہ خیر خواہ ہے'' اور ان کی خیر خواہی قیامِ عدل میں ہے نہ کہ جانبداری میں۔ ہاں اگر مفلس و نادار پر تمہیں ترس آتا ہے تو اس کی مدد کرو، اس کا تاوان اور جرمانہ ادا کرو۔

شہادت سے گریز کی ممانعت

شہادتِ حق سے گریز کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ آدمی سرے سے گواہی دینے سے ہی گریز کرے یا واقعہ سے جان بوجھ کر لاعلمی کا اظہار کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور گواہی کو چھپاؤ نہیں، اور جو (سچی) گواہی کو چھپائے گا، تو اس کا ضمیر مجرم ہے'' (بقرہ آیت ۲۸۳) اس آیت میں اس صورت کو ''تُعْرِضُوْا'' سے تعبیر کیا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی مارے بندھے گواہی دینے تو آجائے لیکن صراحت کے ساتھ اظہارِ حق نہ کرے بلکہ ہیر پھیر کرے، لگی لپٹی بات کرے، واقعات و حقائق کو مسخ کر کے یا تحریف کے ساتھ بیان کرے تاکہ حق دار کا دعویٰ مشکوک اور مشتبہ ہو جائے، آیت میں اس کیفیت کو وَاِنْ تَلْوٗا سے تعبیر کر کے دونوں صورتوں کو عدل میں رکاوٹ کا باعث بتایا ہے۔

امام قرطبی کی دلچسپ نکتہ آفرینی

''شَهِدَ لِفُلَانٍ'' کے معنی ہیں ''کسی کے حق میں گواہی دینا''، اور ''شَهِدَ عَلٰی فُلَانٍ'' کے معنی ہیں: ''کسی کے خلاف گواہی دینا''، امام قرطبی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے ماں باپ کے خلاف عدالت میں سچی گواہی دیتا ہے تو اسے ماں باپ کی نافرمانی نہیں سمجھا جائے گا، بلکہ سچی گواہی دے کر ماں باپ کو ارتکابِ ظلم سے بچانا

Marfat.com

ہے اور یہ درحقیقت ماں باپ کے ساتھ ''نیکی'' ہے۔

''خیر القرون'' میں جب لوگوں کا تقویٰ، عدالت اور صداقت شک و شبہے سے بالاتر تھی، تو ماں باپ کی گواہی اولاد کے حق میں اور اس کے برعکس، میاں بیوی کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی اور بھائیوں کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی، معیوب بات نہیں تھی، بلکہ تسلیم کر لی جاتی تھی۔ لیکن پھر جوں جوں تقویٰ کا معیار گرتا چلا گیا اور مشتبہ امور سامنے آتے چلے گئے تو اسے حکمرانوں نے تہمت (شبہے اور الزام) سے پاک شہادت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

امام اعظم اور امام مالک نے کہا ہے کہ ایسے امور، جن میں مالی مفادات مشترک ہوں، میاں بیوی کی ایک دوسرے کے حق میں گواہی قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ یہ درحقیقت ایک طرح سے مدعی کی اپنے حق میں گواہی ہے۔

نظام عدل سے وابستہ حکام کی ذمہ داری

امام قرطبی نے لکھا ہے کہ حکام وقت اور منصفین پر شریعت نے قیام عدل کے سلسلے میں تین ذمہ داریاں عائد کی ہیں (۱) یہ کہ فیصلے کرنے میں وہ حقائق مقدمہ کو سامنے رکھیں اور خواہش نفس کی پیروی نہ کریں۔ قرآن میں فرمایا: ''لوگوں کے درمیان حق پر فیصلہ کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو (کہیں ایسا نہ ہو) کہ تم اللہ کی راہ سے دور ہو جاؤ۔'' کیونکہ ''اتباع ھوی'' ناحق فیصلے اور ظالمانہ فیصلے کا سبب بنتی ہے۔

(۲) فیصلے کرتے وقت صرف اللہ سے ڈرو، لوگوں سے نہ ڈرو۔

(۳) اللہ کی آیات کو قلیل و حقیر قیمت پر نہ بیچو، یعنی رشوت لے کر فیصلے نہ کرو۔

مومن سے مطالبہ ایمان کیوں؟

آیت نمبر ۱۳۶ میں ایمان و عقائد کا ذکر ہے۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوا ہے: ''اے ایمان والو! ایمان لے آؤ۔'' بظاہر یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ جو پہلے ایمان لا چکے ہیں، ان سے مطالبہ ایمان کیوں؟ امام رازی اس مقام پر دلچسپ نکات بیان فرماتے ہیں،

Marfat.com

ان میں چند یہ ہیں:

(۱) یہاں ایمان والوں کو ایمان پر استقامت و دوام کی تعلیم دی گئی ہے۔

(۲) یہ اہل کتاب سے خطاب ہے کہ پہلے تم حضرت موسیٰ، و دیگر انبیاء بنی اسرائیل اور توریت پر ایمان لائے تھے، اب ختم الرسل اور قرآن مجید پر بھی ایمان لاؤ۔

(۳) یہ منافقین کو خطاب ہے کہ پہلے تم نے صرف زبانی اقرار کیا تھا، اب تصدیق قلبی کے ساتھ ایمان لاؤ۔

(۴) یہاں کمالِ ایمان مراد ہے، یہی وجہ ہے کہ ایمان کے شعبہ جات سے زیادہ کفر کے شعبوں کو بیان کیا گیا ہے اور اس میں انکارِ ملائکہ اور انکارِ آخرت کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

ایمان و کفر کے تکرار کا سبب

آیت نمبر ۱۳۷ میں دو مرتبہ ایمان اور پھر دو بار کفر اور آخر میں زیادتی کفر کا ذکر ہے۔ امام قرطبی نے اس تکرار در تکرار کی حکمت بیان کی ہے: وہ بتاتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں ہے اور تکرار در تکرار کی توجیہ حسب ذیل ہے:

یہ کہ پہلے یہود حضرت موسیٰ پر ایمان لائے اور حضرت عزیر کا انکار کر دیا، پھر حضرت عزیر پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ کا انکار کر دیا، اسی طرح نصاریٰ حضرت موسیٰ وعیسیٰ پر ایمان لائے لیکن ان دونوں گروہوں نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا انکار کر دیا اور یہ کفر کا انتہائی درجہ ہے۔

زندیق کی توبہ

بار بار ایمان لانے اور پھر کفر و ضلالت کی طرف پلٹ جانے والے کو علم العقائد کی اصطلاح میں ''زندیق'' کہا جاتا ہے چونکہ بار بار ایمان لانے کے بعد کفر کو اختیار کرنا ''دین وایمان'' کے استخفاف اور توہین کا باعث ہے اس لئے بعض علماء کے نزدیک یہ نا قابل معافی جرم ہے اور ''زندیق'' کی توبہ بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں، جبکہ اس کے برعکس اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۶ کی روشنی میں زندیق کی توبہ مقبول ہے۔

Marfat.com

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۱۳۸ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ
اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ
جَمِيْعًا ۝۱۳۹ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ
بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖۤ ۖ
اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ
جَمِيْعًا ۝۱۴۰ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ
نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَ
نَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ
اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝۱۴۱ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ
هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا
يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۱۴۲ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَلَاۤ
اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝۱۴۳ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ
اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۴۴ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ
الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ۝۱۴۵ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ
اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ وَ
سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۴۶ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ
شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ۝۱۴۷

"اور منافقوں کو بشارت دیجئے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (یہ) وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ بلاشبہ، ساری عزت اللہ کے لئے ہے۔ اور اللہ نے تم پر

Marfat.com

کتاب میں (یہ) حکم نازل کیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو۔ یہاں تک کہ یہ لوگ دوسری باتوں میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی ان جیسے ہو جاؤ گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ (یہ) وہ لوگ ہیں جو تمہارے (انجام کے) بارے میں منتظر رہتے ہیں کہ اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ اور اگر کافروں کے لئے (کامیابی میں) کوئی حصہ ہو، تو کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں آ گئے تھے اور کیا ہم نے تم کو مسلمانوں سے نہیں بچایا؟ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے مسلمانوں پر غلبے کا کوئی راستہ ہرگز نہیں بنائے گا۔ بلاشبہ منافق (اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے دھوکے کی سزا انہی کو دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ (محض) لوگوں کے دکھاوے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کم (ہ) کرتے ہیں۔ وہ (کفر و ایمان کے درمیان) ڈانواڈول ہو رہے ہیں، (درحقیقت وہ) نہ ان (مومنوں) کی طرف ہیں اور نہ ان (کافروں) کی طرف، اور اے (حبیب!) جسے اللہ گمراہ کرے آپ ہرگز اس کیلئے کوئی رستہ نہ پائیں گے۔ اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کرو۔ یقیناً منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے اور (اے مخاطب!) تو ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی اور اللہ (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور انہوں نے اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کر لیا تو ایسے لوگ اہل ایمان کے ساتھ ہیں اور عنقریب اللہ مومنوں کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اگر تم شکر گزار ہو اور ایمان لے آؤ تو اللہ کو تمہیں عذاب

Marfat.com

دینے سے کیا غرض ہے؟ اور اللہ تعالیٰ شکر قبول فرمانے والا بہت جاننے والا ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

یُسْتَهْزَاُ بِهَا	ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے	حَتّٰى يَخُوْضُوْا	یہاں تک کہ وہ غور کریں
يَتَرَبَّصُوْنَ	انتظار کرتے ہیں، تاک میں لگے رہتے ہیں	اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ	کیا ہم تم پر غالب نہیں آگئے تھے
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ	وہ اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں	كُسَالٰى	سستی، کاہلی، کسلمندی، "کسلان" کی جمع
يُرَآءُوْنَ	دکھاوا کرتے ہیں	مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ	اس کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں
الدَّرْكِ	درجہ، طبقہ، پستی کا درجہ	الْاَسْفَلِ	سب سے نیچے
وَاعْتَصَمُوْا	اور مضبوطی سے پکڑ لیں	سَوْفَ	عنقریب

تفسیر

احوال منافقین

آیات ۱۳۸ تا ۱۴۷ میں منافقین کے احوال تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں، جن میں ان کی اسلام دشمنی، دوغلے پن، مطلب پرستی، ضمیر فروشی، ریاکاری، اور انجام بد سب امور شامل ہیں، ہم سطور ذیل میں ان خصائل نفاق پر قدرے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔

موالات کفار

آیت نمبر ۱۳۹ میں ایک "خصلت نفاق" یہ بتائی گئی کہ وہ بظاہر کلمہ گو بن کر مسلمانوں میں شامل رہتے تھے لیکن ان کی قلبی دوستی کافروں کے ساتھ تھی، اصل میں وہ کفر کا غلبہ

Marfat.com

چاہتے تھے۔ بقول علامہ اقبال ؎

بتوں سے تجھ کو امید خدا سے نومیدی
بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس خصلت کو فاش بھی فرمادیا اور اس سے روک بھی دیا اور فرمایا: کیا تم کافروں کے پاس عزت کے طلب گار ہو، حالانکہ عزت و سرفرازی اور ہر قسم کے غلبے کا مصدر و منبع تو اللہ کی ذات ہے، قرآن میں فرمایا: ''عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول (مکرم) کے لئے اور اہل ایمان کے لئے، لیکن یہی بات منافق سمجھ نہیں پاتے۔'' (المنافقون: ۸) ایک جہاد کے موقعہ پر ایک مشرک حضور کے پاس آیا کہ میں آپ کی حمایت میں لڑنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: ہمیں مشرک کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، چلے جاؤ۔ ''عزت'' کے معنی ہیں قوت، شدت، غلبہ اور مقابل پر چھا جانے کی استعداد اور اہلیت۔

آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑانا

آیت نمبر ۱۴۰ میں منافقین کی دوسری خصلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ان مجالس کی رونق بنتے ہیں، جہاں آیات الٰہی کا انکار کیا جا رہا ہو، تمسخر اڑایا جا رہا ہو، فرمایا: ''ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو''، کیونکہ یہ بالواسطہ طور پر ان کی تائید و حمایت اور حوصلہ افزائی کا باعث بن جاتا ہے، اور قرآن کا اصول یہ بھی ہے کہ ''جو کفار کو دوست رکھتا ہے وہ (آخر کار) انہی کا ساتھی بن جاتا ہے۔'' البتہ جب مجلس کا موضوع بدل جائے تو پھر دنیوی ضرورتوں کے لئے بیٹھنے کی اجازت ہے۔

تربص، تذبذب، تردد، تساہل، فریب

آیات ۱۴۱ تا ۱۴۳ میں بھی منافقین کی باطنی کیفیات، خودغرضی اور بے یقینی کو بیان فرمایا ہے۔

Marfat.com

(الف) تربص

وہ تاک میں بیٹھے ہیں، منتظر کھڑے ہیں کہ اسلام اور کفر کی جنگ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے اور فیصلہ کن غلبہ کسے حاصل ہوتا ہے تا کہ اس کی جانب لڑھک جائیں، لیکن مدنی زندگی کے ابتدائی عبوری دور میں وقتی طور پر صورت حال بدلتی رہتی تھی، اس لئے مسلمانوں کو فتح ملتی تو کہتے ''دیکھا ہم تو تمہارے ہی ساتھی تھے،'' اور اگر وقتی طور پر کہیں کفار کو بالادستی حاصل ہوتی تو کہتے کہ ''مسلمانوں کے غلبے سے تو ہم نے ہی تمہیں بچا رکھا ہے۔'' اللہ نے فرمایا: ''کفر کو اسلام پر (دائمی) تسلط کبھی حاصل نہیں ہوگا۔''

(ب) تساہل وتکاسل

مارے بندھے یہ منافق مسجد نبوی میں بھی جاتے تھے، نمازیں بھی پڑھتے تھے لیکن دل سے نہیں، اس لئے ان کی یہ نمازیں ان کی سستی، کاہلی، کسلمندی کی عملی تصویر تھیں، کیونکہ ان میں اخلاصِ وللّٰہیت کا تو نام ونشان نہیں تھا۔

(ج) خداع وفریب

ان کے یہ انداز واطوار مسلمانوں کے فریب دینے کے لئے تھے اور وہ سمجھتے تھے کہ شاید وہ (معاذ اللہ) اللہ کو بھی دھوکا دے رہے ہیں، لیکن ان کے اس مکر وخداع کی ان کو کڑی سزا ملے گی۔

(د) ریاکاری

ہر وہ عبادت جس کا مقصد معبودِ مطلق کی رضا کے بجائے کوئی دنیوی منفعت ہو، مسلمانوں کو دھوکے میں رکھنا ہو یا اپنے تقویٰ اور پارسائی کا ڈھونگ رچانا ہو، اسے ریا اور دکھاوا کہتے ہیں، آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں ہے۔

(ہ) تذبذب

قرآن نے بتایا کہ وہ گھڑیال کے پنڈولم کی طرح کبھی مسلمانوں کی طرف لڑھکتے ہیں

Marfat.com

اور کبھی کافروں کی طرف، اپنی بے ضمیری اور خودغرضی کی وجہ سے ''فٹ بال'' بنے ہوئے ہیں اور ذلت ورسوائی کی مجسم تصویر ہیں۔

اللہ کی حجت

آیت نمبر ۱۴۴ میں اللہ نے فرمایا کہ ایک طرف ہو جاؤ، یہ وتیرہ چھوڑ دو، اسلام قبول کرنا ہے تو اخلاص اور صدق دل سے قبول کرو، اسلام قبول کرنے اور کلمہ پڑھنے کے بعد کفار سے دوستی کا جواز کیا ہے؟ جبکہ ہر مسلمان دعاءِ قنوت میں اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیمان کرتا ہے کہ ''(اے اللہ!) ہم تیرے دشمن اور تیرے نافرمان سے قطع تعلق کرتے ہیں۔'' اور اگر یہ وتیرہ قائم رہا تو پھر قیامت کے دن عذاب کے لئے اللہ کی حجت پوری ہو جائے گی۔

جہنم کے طبقات

منافقوں کا ٹھکانا جہنم کا سب سے نچلا گڑھا ہے، بلندی کے مراتب کو ''درجہ'' اور پستی کی منازل کو ''درَک اور درَک'' کہتے ہیں، جہنم کے گڑھوں یا طبقات کے نام یہ ہیں:

(۱) جہنم (۲) لظیٰ (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ، یہ سب سے نچلا طبقہ ہے۔

راہِ نجات کھلا ہے

آیات ۱۴۶، ۱۴۷ میں منافقوں کا انجام بتا کر بتایا گیا کہ ہر ایک کے لئے راہِ نجات کھلا ہے، کوئی بدی کی راہ پر کتنا ہی دور کیوں نہ چلا گیا ہو، اگر پلٹ کر واپس راہِ ہدایت کی طرف آنا چاہتا ہے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے، مگر اس کے لئے چند لازمی شرائط یہ ہیں:

(۱) سچی توبہ، توبۂ نصوح (۲) اپنے عمل و کردار کی اصلاح (۳) تعلق باللہ کی مضبوطی اور استحکام (۴) اخلاص، صدق اور بے ریائی (۵) شکر، گزشتہ صفحات میں ''توبہ'' کے عنوان پر مفصل بحث آچکی ہے۔ ''اخلاص'' کے معنی ہیں'' انسان اپنے عقیدہ و عمل سے صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی کا طلبگار ہو، کوئی دنیوی طمع، حرص، خوف اور دباؤ اس کا سبب نہ ہو'' ''شکر''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے صدق دل سے اعتراف، زبان سے اقرار، عمل سے اطاعت کے مجموعی مفہوم کا نام ہے۔''

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿۱۴۹﴾

''اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر مظلوم (کو اجازت ہے)، اور اللہ بہت سننے والا، بے حد جاننے والا ہے۔ تم کوئی نیکی ظاہر کرو یا اسے پوشیدہ رکھو یا کسی برائی سے درگزر کرو، تو بے شک اللہ معاف فرمانے والا، قدرت والا ہے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

اَلْجَهْرَ	بلند آواز سے یا علانیہ طور پر بات کرنا، اونچی آواز سے قرأت کرنے کو بھی ''جہر'' کہتے ہیں
عَفُوًّا	معاف کرنے والا

تفسیر

سبب نزول

اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں امام رازی اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی مجلس میں حضرت ابوبکر صدیق کی مسلسل برائی کیے چلا جا رہا تھا، وہ کافی دیر تک صبر کیے بیٹھے رہے، لیکن جب ان کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور جواب دینے لگے تو نبی کریم ﷺ مجلس سے اٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا ''یارسول اللہ! آپ اس کی خرافات سن کر تو بیٹھے رہے اور میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ اٹھ گئے۔'' آپ نے فرمایا ''جب تک تم خاموش تھے تو فرشتہ تمہاری جانب سے جواب دے رہا تھا اور جب تم

Marfat.com

نے خود جواب دینا شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا تو اب میں کیسے بیٹھا رہتا۔‘‘

برائی کا اظہار و اعلان ناپسندیدہ ہے

آیت نمبر ۱۴۸ سے یہ عمومی حکم شرعی معلوم ہوا کہ کسی برائی کا اعلان، پردہ دری اور رسوائی اللہ کی نظر میں پسندیدہ بات نہیں ہے بلکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے ’’جو کسی مسلمان کے عیوب پر پردہ ڈالے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔‘‘

لیکن ایک صورت کا استثناء ہے، وہ یہ کہ کوئی شخص کسی کے مظالم کا شکار ہو تو وہ عدالتی چارہ جوئی کر سکتا ہے آہ و فریاد کر سکتا ہے، ظالم کے ظلم کی تفصیلات بیان کرنا بھی غیبت کے زمرے میں نہیں آتا، اور مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس کا ظلم و تعدی اور فسق و فجور حد سے بڑھ کر ہو اور لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ’’مفادِ عامہ‘‘ میں اس کا بیان کرنا بھی جائز ہے۔

نیکیوں میں اخفاء بہتر ہے

آیت نمبر ۱۴۹ میں نیکیوں کے ’’اخفاء‘‘ (یعنی چھپانا) اور ’’اظہار‘‘ دونوں کی اجازت دی گئی ہے۔ تاہم دونوں کا درجہ ایک نہیں ہے، نیکی کا اخفاء بہرحال افضل ہے لیکن اگر اظہار میں دینی مصلحت ہو، جیسے لوگوں کو خیر کی ترغیب دینا، تو اس کی اجازت ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ فرائض میں اظہار افضل ہے اور نوافل میں اخفاء بہتر ہے۔

’’عفو و درگزر‘‘ صفتِ الوہیت ہے

اس آیت میں کسی کے جرم کو ’’معاف‘‘ کر دینے کا بھی ذکر ہے، ’’قدرتِ انتقام‘‘ کے باوجود معاف کرنا شانِ الوہیت ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی صفات کا مظہر بنیں، شاعر نے ایک حدیث کے مضمون کو بہت اچھا منظوم کیا ہے۔

موسیٰ نے عرض کی، اے بارِ خدا!
کون ہے تیرا بندہ بندوں میں سوا؟

Marfat.com

ارشاد ہوا، بندہ ہمارا وہ ہے
جو لے سکے، اور نہ لے، بدی کا بدلہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بدی کا بدلہ نیکی سے دو، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو تمہارا جانی دشمن ہے، جگری دوست بن جائے گا۔'' (حم السجدہ: ۳۴)۔ عفو سے محبتیں پروان چڑھتی ہیں، قربتیں پیدا ہوتی ہیں اور نفرتیں مٹتی ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۵۰ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝۱۵۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۵۲

''بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں، اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت وہی لوگ کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی میں فرق نہ کیا، یہی لوگ ہیں جن کو (اللہ تعالیٰ) عنقریب ان کا اجر عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا مہربان ہے''۔

تفسیر

کفر کی مختلف صورتیں

آیت نمبر ۱۵۰ سے کفار کا بیان ہے۔ اس مقام پر کفر کی کئی ممکنہ صورتیں یہ ہیں: (۱) اللہ پر ایمان لائیں اور انبیاء کے وجود کا سرے سے انکار کر دیں۔ (۲) بعض انبیاء کرام پر

Marfat.com

ایمان لائیں اور بعض کا انکار کریں، جیسے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم الانبیاء ﷺ کا انکار کیا، اور عیسائی حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے لیکن ختم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا انکار کیا۔

بیچ کی راہ نکالنے کا راستہ

آیۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کفار (یعنی اہل کتاب) کفر محض اور اسلام کے درمیان ایک بیچ کا راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔ دراصل ایمان ایک حقیقتِ کاملہ کا نام ہے، اس کو اجزاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ لوگ حقیقتاً کافر ہی ہیں اور ایک ذلت آمیز عذاب ان کا منتظر ہے۔ چنانچہ آیت میں بتایا کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان ایمان میں تفریق نہیں کرتے، وہی اجر کے مستحق ہوں گے۔

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِىْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

Marfat.com

اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

''اہل کتاب آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی (لکھی ہوئی) کتاب نازل کردیں، تو وہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑا مطالبہ کر چکے ہیں، انہوں نے کہا: ہمیں اللہ کی ذات کو علانیہ دکھا دو، تو ان کے ظلم کے سبب انہیں بجلی کی کڑک نے آ پکڑا، پھر کھلی نشانیاں آنے کے بعد انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا، پھر ہم نے ان کا وہ جرم بھی معاف کردیا، اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا فرمایا۔ اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے ان پر (کوہ) طور کو اٹھالیا اور ہم نے ان سے کہا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، اور ہم نے ان سے کہا کہ سبت (ہفتے کے دن) کے بارے میں حد سے نہ بڑھو، اور ہم نے ان سے پختہ عہد کر لیا۔ تو ان کی عہد شکنی کے باعث (ہم نے ان پر لعنت کی) اور اس بناء پر کہ انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق قتل کیا اور انہوں نے کہا کہ ہمارے دلوں پر غلاف (چڑھے ہوئے) ہیں، بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے، تو (ان میں سے) کم ہی ایمان لائیں گے۔ اور ان کفر اور اس قول کی وجہ سے (بھی) کہ انہوں نے مریم پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اور ان کے اس قول کے سبب کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کردیا، حالانکہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان پر (صورت حال) مشتبہ بنا دی گئی، بلاشبہ جن لوگوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا، وہ ان کی بابت شک میں مبتلا ہیں، انہیں ان (عیسیٰ) کی بابت کچھ علم نہیں، مگر یہی کہ وہ گمان کی پیروی کر رہے ہیں، اور انہوں نے ان (عیسیٰ) کو یقیناً قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر عیسیٰ کی (طبعی) موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لائے گا، اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوں گے''۔

Marfat.com

مشکل الفاظ کے معانی

أَرِنَا	ہمیں دکھایئے	جَهْرَةً	کھلم کھلا
الصّٰعِقَةُ	بجلی کی کڑک	الْعِجْلَ	بچھڑا
عَفَوْنَا	ہم نے معاف کیا	سُلْطٰنًا	غلبہ، حجت، اقتدار
رَفَعْنَا	ہم نے اٹھایا	مِّيْثَاقًا	یقینی، قطعی وعدہ
لَا تَعْدُوْا	تجاوز نہ کرو	السَّبْتِ	ہفتے کا دن
غَلِيْظًا	سخت، گاڑھا	فَبِمَا نَقْضِهِمْ	انکے توڑنے کے سبب
غُلْفٌ	غلاف کی جمع، پردے، خول	طَبَعَ	مہر لگائی
مَا صَلَبُوْهُ	انہوں نے ان کو سولی پر نہیں چڑھایا	شُبِّهَ لَهُمْ	ان پر معاملہ مشتبہ بنا دیا گیا

تفسیر

یہودیوں کی حجت بازی اور عذرِ لنگ

یہودیوں کی ابتدا ہی سے عادت تھی کہ جب انکارِ حق کی کوئی معقول دلیل ان کے پاس نہ رہے تو پھر طرح طرح کے حیلے، حجتیں اور عذرِ لنگ تلاش کرتے ہیں اور یہ سب باتیں ان کے تعصب اور عناد پر مبنی ہوتی ہیں۔ چنانچہ کعب بن اشرف کی سرکردگی میں ان کے چند بڑے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ پر ایمان لانے کے لئے تیار ہیں، بس ہمارا ایک مطالبہ پورا کر دیجئے، وہ یہ کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی طرف سے لکھی ہوئی کتاب نازل ہوئی تھی، آپ اللہ سے کہیں کہ ہم پر بھی ایسی ہی ایک کتاب اتار دے۔ یہود کا یہ مطالبہ اخلاصِ نیت کا مظہر نہیں تھا اور نہ ہی وہ کسی طور پر قبولِ حق کے لئے آمادہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم ﷺ کی تسلی کے لئے اس کا الزامی جواب دیا کہ آپ ان کی کٹ حجتیوں پر ہرگز دل برداشتہ نہ ہوں۔ یہ ایسے بلکہ اس

Marfat.com

سے بڑے انٹ شنٹ مطالبات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کرتے رہیں ہیں، مثلاً ''آپ ہمیں کھلے عام اللہ کا دیدار کرادیں،'' پھر اس گستاخی کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ ان پر آسمانی بجلی ٹوٹ پڑی، یہ ستر نقباء مر گئے، پھر حضرت موسیٰ کی دعا کے نتیجے میں انہیں دوبارہ زندہ کیا گیا۔

پرنالہ وہیں بہتا رہا

سورۂ آل عمران آیت ۱۸۲ میں اس سے ملتا جلتا مضمون مذکور ہے، یہود نے حضور اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ: ''ہم آپ پر اس وقت ایمان لائیں گے جب آپ یہ معجزہ دکھائیں کہ آپ قربانی کریں اور آسمان سے آگ آکر اسے کھالے (یعنی جلا ڈالے)۔'' تو قرآن نے جواب دیا کہ: ''(اے حبیب!) کہہ دیجئے مجھ سے پہلے کئی ایسے رسول آئے جنہوں نے تمہارے (آباء واجداد کے) سامنے قربانی کا یہ معجزہ بھی پیش کیا اور دیگر معجزات بھی پیش کیے، تو اگر تم اپنے مطالبہ میں سچے ہو تو تم نے ان انبیاء کو کیوں قتل کیا؟''

چنانچہ آیۂ مذکورہ میں قرآن نے فرمایا کہ ''ہم نے ان کا یہ جرم (عبادۃ العجل) بھی معاف کیا اور ہم نے موسیٰ کو ان پر صریح حجت عطا فرمائی۔

یہود سے پختہ عہد لینے کا واقعہ

آیت نمبر ۱۵۴ میں قرآن نے اس واقعے کا ذکر کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانی کے طور پر کوہِ طور کو ان کے سروں پر لا کر جھکا دیا اور ان سے پختہ عہد لیا، کیونکہ اس سے پہلے یہود بار بار وعدے کر کے پھر جاتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سے پختہ عہد لیا، اس میں یہ احکام بھی تھے کہ جب تم فاتح کی حیثیت سے ''اریحا'' یا ''بیت المقدس'' میں داخل ہو تو ''باب المدینہ'' میں عاجزی کے ساتھ جھکتے ہوئے داخل ہونا، نہ کہ اکڑ کر اور اتراتے ہوئے ایک حکم یہ تھا کہ ''سبت'' یعنی ہفتے کے دن مچھلی کا شکار ممنوع ہے۔ لہٰذا اس حکم الٰہی سے کبھی تجاوز نہ کرنا لیکن آگے چل کر انہوں نے اس ''میثاق'' کا بھی پاس نہ کیا اور احکامِ الٰہی کی حرمتوں کو پامال کرتے رہے۔

Marfat.com

مسلسل نافرمانیوں کی سزا

آیت نمبر ۱۵۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چونکہ (۱) انہوں نے عہد شکنی کی اور (۲) آیات الٰہی کا انکار کیا، اور (۳) انبیاء کو ناحق قتل کیا، اور (۴) تمرد وسرکشی کی انتہا یہ کہ: یہ کہنے کی جسارت کر بیٹھے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (یعنی تمہاری باتیں ہمارے دلوں تک پہنچتی ہی نہیں ہیں، ماننا تو بہت دور کی بات ہے)۔ (۵) حضرت مریم پر بہت بڑا بہتان لگا کر ارتکاب کفر کیا۔ (۶) یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ کو مصلوب کر کے قتل کر دیا۔ لہٰذا اتنی سنگین نافرمانیوں کی سزا کے طور پر ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان میں سے بہت کم ایمان لائیں گے، یعنی صرف ان خوش نصیب بنی اسرائیل کو ایمان کی دولت نصیب ہوگی، جو اپنے آباء و اجداد کے ان ظالمانہ، کافرانہ اور باغیانہ کرتوتوں سے نفرت کر کے ان سے اپنی براءت کا اظہار کریں گے۔

حضرت مریم

ام عیسیٰ حضرت مریم کے والد کا نام عمران بن ماثان تھا اور ان کی والدہ کا نام حنہ بنت فاقوذا تھا۔ حضرت مریم کے والد عمران اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران بن یصہر بن قاہث کے درمیان ۱۸۰۰ برس کا وقفہ ہے۔ حضرت حنہ نعمت اولاد سے محروم تھیں، یہ صالحین کا خاندان تھا، انہوں نے بڑھاپے میں منت مانی کہ اگر اللہ ان کو اولاد دے دے تو وہ اسے ''بیت المقدس'' کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گی۔ اللہ کی قدرت سے ان کی منت پوری ہوئی اور ان کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا۔ مریم کے معنی ہیں ''عابدہ''۔ حضرت حنہ کے ذہن میں بیٹے کا تصور تھا۔ انہوں نے عالم حیرت میں عرض کیا: ''یا اللہ! میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب کچھ اچھی طرح معلوم ہے، قرآن اس مقام پر کہتا ہے کہ: وہ بیٹا (جو انہوں نے رب سے مانگا تھا)، اس بیٹی کا ہم پلہ نہیں ہوسکتا (جو رب نے انہیں عطا کی)''۔

حضرت حنہ نے اپنی نومولود بیٹی مریم کو منت پوری کرنے کے لئے ''احبار (علماء،

Marfat.com

مجاور) بیت المقدس'' کے سامنے پیش کر دیا، یہ لوگ حضرت ہارون علیہ السّلام کی اولاد میں سے تھے اور بیت المقدس کے خادم یا متولی تھے۔قرآن مجید بتاتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مریم کی کفالت کا طلب گار ہو گیا، ان کی تعداد ۲۷ تھی۔ کیونکہ حضرت مریم انتہائی حسین و جمیل بھی تھیں اور ان کی ولادت بھی ایک کرامت تھی۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی اور یہ اعزاز حضرت زکریا علیہ السلام کو نصیب ہوا، حضرت زکریا، حضرت مریم کے خالو بھی تھے۔حضرت مریم کی نشوونما، ذہنی اور جسمانی ارتقا عام بچوں کے بہ نسبت بہت غیر معمولی تھا۔حضرت زکریا نے انہیں بیت المقدس کے ایک خاص حجرے میں رکھا، جسے قرآن نے ''المحراب'' سے تعبیر کیا ہے۔جب حضرت زکریا ان کے پاس دیکھ بھال کے لئے جاتے تو بے موسم کے تروتازہ اور بے حد لذیذ پھل پاتے۔وہ حیرت واستعجاب سے پوچھتے یہ کہاں سے آئے؟ وہ جواباً عرض کرتیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ چنانچہ حضرت مریم کا حمل، پیدائش، کفالت، نشوونما، اور قدرتی پھلوں اور میووں کا نزول، یہ سب اللہ کی بارگاہ میں ان کے تقرب کی علامات ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی ولادت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور جب فرشتوں نے کہا! اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اپنی نگاہِ انتخاب سے) چن لیا ہے اور خوب پاکیزہ کیا ہے اور سارے جہاں کی عورتوں میں سے تمہیں پسند فرمایا۔اے مریم! اپنے رب کی اطاعت گزار بن، سجدہ کر اور رکوع کرنے والے کے ساتھ رکوع کر۔'' (آل عمران آیات ۴۲۔۴۳)

حضرت مریم نے عفت مآب پاک زندگی گزاری، کنواری رہیں، کسی مرد کے لمس (چھونے) سے ہمیشہ محفوظ رہیں کہ اچانک فرشتے آئے اور انہوں نے کہا: ''اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک فرمان (کلمہ) کی خوشخبری سناتا ہے، جس کا نام ''مسیح عیسیٰ بن مریم'' ہوگا، جو دنیا و آخرت میں معزز ہوگا، اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا۔اور لوگوں سے گہوارے میں اور پکی عمر میں بھی کلام کرے گا اور (وہ) نیکوکاروں میں سے ہوگا۔انہوں

Marfat.com

نے عرض کیا: اے پروردگار! میرے ہاں بیٹا کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ مجھے تو کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟ (اللہ نے) فرمایا: اللہ جو چاہتا ہے، اسی طرح پیدا فرما دیتا ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس اسے کہتا ہے "کن" (ہوجا) تو وہ ہوجاتا ہے۔

(آل عمران آیات ۴۵ تا ۴۷)

عیسیٰ، عبرانی زبان میں لفظ ایشوع کا معرب ہے جس کے معنی ہیں "سردار، سید،" لفظ مسیح کے معنی ہیں سیاحت کرنے والا، کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے کسی ایک مقام پر مستقل قیام نہیں فرمایا۔ اسی سورۂ مبارکہ کی اگلی آیات میں عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب وحکمت اور توریت و انجیل عطا کئے جانے اور بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر مبعوث کئے جانے کا ذکر ہے، اور پھر ان کا یہ فرمان کہ: "میں اپنے رب کی طرف سے معجزہ لے کر آیا ہوں کہ میں مٹی سے تمہارے سامنے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونکوں گا تو وہ اللہ کے حکم سے (اڑنے والا) پرندہ بن جائے گا، میں اللہ کے حکم سے پیدائشی نابینا اور برص کے مریضوں کو شفایاب کرتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردے کو زندہ کرتا ہوں اور میں بتلاتا ہوں کہ تم اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرکے آتے ہو اور کیا کھا کر آتے ہو۔ (آل عمران: ۴۹)۔"

قرآن کہتا ہے: کہ جب حضرت مریم کے دردزہ کا وقت آیا تو وہ ایک کھجور کے درخت کے پاس آئیں اور کہنے لگیں، کاش! میں آج سے پہلے مرچکی ہوتی اور کاش میں ایک بھولی بسری کہانی ہوتی، (ان کی طمانیت کے لئے) نیچے سے انہیں آواز آئی کہ گھبرایئے نہیں، آپ کے رب نے نیچے ایک نہر جاری کردی ہے، درخت کے تنے کو پکڑ کر ہلایئے، آپ پر پکی ہوئی تازہ کھجوریں گریں گی، کھاؤ اور پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو، اگر تم کسی انسان کو دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دو کہ میں نے رحمٰن کے لئے (خاموشی کے) روزے کی منت مانی ہے، تو آج میں کسی انسان سے ہرگز بات نہیں کروں گی۔ وہ بچے کو اٹھا کر قوم کے پاس آئیں، انہوں نے کہا: اے مریم! تم نے بہت برا کام کیا، اے ہارون کی بہن، نہ تو تمہارا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تمہاری ماں بدکار تھی، اس پر حضرت مریم نے بچے کی طرف اشارہ کیا (کہ

Marfat.com

اس سے پوچھو) انہوں نے کہا: ہم گہوارے میں بچے سے کیسے بات کریں؟ (بچہ) بولا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب اور نبوت عطا کی ہے، اس نے مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں بھی ہوں، اور اس نے مجھے تاحیات نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ سورہ مریم کی آیات ۱۷ تا ۳۰ میں یہ تمام واقعات تفصیلات کے ساتھ مذکور ہیں۔ آگے چل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میری وفات ہوگی اور جس میں اٹھایا جاؤں گا۔''

کلمۃ اللہ

عیسیٰ علیہ السلام کو ''کلمۃ اللہ'' اس لئے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انسانی توالد و تناسل کی سنتِ جاریہ کے برعکس کسی مرد کے واسطے اور لمس کے بغیر اپنی قدرت سے پیدا فرمایا۔ کلمہ سے مراد کلمہ ''کن'' بھی ہوسکتا ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے وجود میں لانے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرماتا ہے، ''کن'' (ہوجا) تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ اس کے لئے ''کن'' کہنا ضروری نہیں بلکہ اس کی مشیت اور ارادہ ہی کافی ہے، ''کن'' اسی مشیت کا اظہار ہے۔ چونکہ حضرت مریم کے پاس بیٹے کی بشارت سنانے کے لئے ایک کامل و متناسب انسان کی شکل میں حضرت جبریل امین آئے تھے، جسے اللہ نے ''روحنا'' سے تعبیر فرمایا ہے، جبریل کو قرآن نے ''الروح'' اور ''الروح الامین'' بھی کہا ہے، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معروف لقب ''روح اللہ'' بھی ہے۔

قیامت میں باپ کے نام سے پکارا جائے گا

''قرآن میں مسیح عیسیٰ ابن مریم کے حوالے سے بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ قیامت میں ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ یہ تصور غلط ہے، حدیث پاک میں ہے کہ تمہیں تمہارے باپوں کے نام سے پکارا جائے گا۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اور اس (اللہ) نے تمہارے ''منہ بولے بیٹوں'' (لے پالک) کو تمہارا بیٹا نہیں بنایا، یہ تمہاری خودساختہ باتیں ہیں اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی تمہیں راہ راست دکھاتا ہے۔

Marfat.com

لے پالکوں کو ان کے (حقیقی) باپوں کے ناموں سے پکارو، اللہ کے نزدیک یہی انصاف کی بات ہے۔'' (الاحزاب: آیات ۴۔۵)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے ''جس نے اپنا نسبت اپنے (حقیقی) باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کیا اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا (اصلی) باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔'' قیامت میں ماں کے نام سے پکارا جانا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔

بن باپ کے پیدائش ماورائے عقل ہو سکتی ہے خلاف عقل نہیں

اللہ تعالیٰ کی عام سنت جاریہ اور عام دستور یہی ہے کہ نظام توالد و تناسل مرد اور عورت کے اشتراک و اختلاط سے قائم رہے، لیکن اس کی قدرتِ مطلق اور صفتِ خالقیت اس واسطے کی محتاج نہیں ہے۔ لہٰذا ہم اپنی کم فہمی کے باعث حضرت عیسیٰ کی پیدائش کو ''ماورائے عقل'' تو کہہ سکتے ہیں، ''خلاف عقل'' ہرگز نہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ (علیہ السلام) کی تخلیق کی مثال آدم (علیہ السلام) کے مشابہ ہے، جسے اللہ نے مٹی سے پیدا کیا (آل عمران: آیت ۵۹)۔'' تو زیادہ باعث تعجب اور قابل حیرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہے، اور حضرت حوا کی تخلیق ہے جس میں عورت کا واسطہ ہی نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کا سنگدلانہ رویہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب دعوت و ارشاد اور بنی اسرائیل میں تبلیغِ رسالت کا سلسلہ شروع کیا تو نچلے طبقات کے لوگوں کے علاوہ یہود نے ان کی شدید مخالفت کی، حضرت مریم پر تہمت لگائی اور بالآخر ان کے قتل کا منصوبہ بنایا۔

عیسیٰ علیہ السلام سے اللہ کے وعدے

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی تسکین قلب کے لئے ان کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۵ میں ان پانچ وعدوں کا ذکر ہے۔ (۱) اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ یعنی مخالفین

Marfat.com

کی بدخواہی اور سازشوں کے باوجود وہ اپنی طبعی عمر مکمل کریں گے۔(۲) رَافِعُكَ اِلَيَّ یعنی اللہ تعالیٰ انہیں بحفاظت آسمان پر اٹھالے گا۔(۳) وَمُطَهِّرُكَ یعنی اللہ یہود کے ناروا الزامات سے ان کی براءت فرمائے گا اور یہ براءت اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین ﷺ کے ذریعے فرمائی۔(۴) جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا یعنی حضرت عیسیٰ کے پیروکاران لوگوں پر غالب آئیں گے جنہوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا۔ یہ برتری یہود پر دلائل کے اعتبار سے بھی ہوئی اور سیاست واقتدار کے اعتبار سے بھی۔(۵) ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ پھر حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے اور اپنی عمر طبعی گزارنے کے بعد ان کا وصال ہوگا۔

یہود نے فلسطین کے رومی گورنر پیلاطس پر دباؤ ڈالا کہ عیسیٰ کو مصلوب کیا جائے۔ گورنر نے بادل نخواستہ ان کے مطالبے کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور بعض روایات کے مطابق اسے خون ناحق قرار دے کر اس کی ذمہ داری سے کھلے عام اپنی براءت کا اظہار کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہود کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے کا معاملہ مشتبہ ہوگیا

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب ہونے سے بچالیا اور زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔ قرآن نے اس سلسلے میں مجمل بات کی ہے کہ ''حقیقت ان کے لئے مشتبہ ہوگئی۔'' اور حدیث پاک میں اس اجمال کی تفصیل نہیں بیان کی گئی، تاہم مفسرین کرام نے اس کی مختلف امکانی توجیہات روایات کی روشنی میں بیان کی ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) رئیس یہود ''یہوذا'' کو جب حضرت عیسیٰ کے ٹھکانے کا علم ہوگیا تو اس نے ایک شخص ''طیطایوس'' کو اندر بھیجا کہ انہیں پکڑ کر لے آئے، جب وہ اندر داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو چھت کے راستے اٹھالیا اور اس کی صورت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دی، چنانچہ انہوں نے اس کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھایا اور قتل کردیا۔

(۲) جب انہوں نے حضرت عیسیٰ کی گرفتاری کا پروگرام بنایا تو آپ کے ساتھ اس وقت دس اصحاب تھے، تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کون ہے جو میری شبیہ کو اختیار کر کے

Marfat.com

جنت خرید لے؟، ایک صحابی نے رضا کارانہ طور پر اپنے آپ کو پیش کیا، ان کی صورت حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگئی اور وہ قتل کر دیئے گئے۔

(۳) سب سے زیادہ قرین قیاس یہ توجیہ لگتی ہے کہ ان کے اصحاب میں ایک شخص منافق تھا، اس نے معمولی سی رشوت لے کر ان کا پتا بتا دیا، اور جب وہ انہیں گرفتار کرانے آیا تو توہین رسول کی سزا کے طور پر اس کی صورت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ بنا دی گئی اور وہ مصلوب کر کے مارا گیا۔

(۴) ایک قول یہ ہے کہ جب یہود حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرنے میں ناکام ہو گئے، کیونکہ اللہ نے انہیں اوپر اٹھا لیا، تو انہوں نے خود ہی ایک آدمی کو پکڑ کر سولی پر چڑھا دیا، ان کے بڑوں کو تو حقیقت معلوم تھی، لیکن عام یہودی مطمئن ہو گئے اور ان پر حقیقت واضح نہ ہو سکی۔

حضرت عیسیٰ کے بارے میں شکوک واختلاف

مصلوب کرنے کے بعد جب یہود نے غور سے میت کو دیکھا تو اس کا چہرہ تو حضرت عیسیٰ کے مشابہ تھا لیکن باقی بدن مشابہ نہیں تھا، تو وہ شک میں مبتلا ہو گئے۔ پھر انہیں اپنے آدمی کا خیال آیا تو کہنے لگے کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا آدمی کہاں ہے؟ اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟، یا یہ کہ خود نصاریٰ اختلاف میں پڑ گئے، کسی نے کہا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، کسی نے کہا کہ تین میں سے ایک ہے۔

مصلوب ہونے کے بارے میں بھی نصاریٰ تین فرقوں میں بٹ گئے، نسطوریہ نے کہا کہ وہ جسمانی طور پر مصلوب ہوئے، ملکانیہ نے کہا کہ وہ روحانی طور پر مصلوب ہوئے۔ اور یعقوبیہ نے کہا کہ ناسوت اور لاہوت یعنی روح اور جسم دونوں مصلوب ہوئے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

قرآن نے کہا کہ یہ سب قیاس آرائیاں ہیں، یہ ان کے اپنے اپنے ظنون واوہام ہیں، کسی کے پاس بھی علم یقینی نہیں ہے اور فرمایا: وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۞ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ علامہ قرطبی نے اس عبارت کی دو طرح سے توجیہ کی ہے۔ (۱) یہ کہ انہوں نے یقیناً ان کو قتل نہیں

Marfat.com

کیا، بلکہ اللہ نے انہیں (زندہ) اپنی طرف اٹھالیا۔اس صورت میں ''یقیناً'' پر وقف ہوگا۔
(۲) انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا، بلکہ یقینی بات یہ ہے کہ اللہ نے انہیں (زندہ) اپنی طرف اٹھالیا۔اس صورت میں ''وَمَاقَتَلُوْهُ'' پر وقف ہوگا ''یقیناً'' کا تعلق مابعد سے ہوگا۔

رفعِ عیسیٰ کے منکرین

''رفع عیسیٰ'' کے منکرین، جن میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہے، وہ زندہ اٹھائے جانے کے منکر ہیں، اور وہ اس سے درجات کی بلندی مراد لیتے ہیں یا محض روحانی ارتقاء، لیکن یہ تاویلات غلط ہیں، کیونکہ (۱) موت کے بعد روح کے اٹھائے جانے پر قرآن نے کہیں بھی ''رفع'' کا اطلاق نہیں کیا۔ (۲) ہر مرنے والے کے لئے کہتے ہیں: اللہ نے اسے اٹھالیا، تو محض ''رفعِ روح'' کوئی ایسا غیر معمولی واقعہ نہیں ہے جس کا ذکر حضرت عیسیٰ کے حوالے سے بڑے اہتمام کے ساتھ کیا جاتا اور یہ حضرت عیسیٰ کے لئے ایک شانِ امتیاز بن جاتی۔ (۳) روح و جسم دونوں کے ساتھ (یعنی زندہ) اٹھائے جانے کا مسلمہ نظریہ عیسائیوں کے ہاں شروع سے چلا آرہا ہے، جس کی بناء پر انہوں نے ''الوہیت مسیح'' کا عقیدہ اختیار کیا۔

آمدِ عیسیٰ علیہ السلام

احادیث حدِ تواتر و شہرت کو پہنچی ہوئی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے زمین پر آئیں گے، عمر طبعی گزاریں گے طبعی وفات پائیں گے اور حضور ﷺ کے قریب مدفون ہوں گے۔ ارشاد نبوی ہے: ''حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ ابن مریم عادل حکمران بن کر ضرور نازل ہوں گے، وہ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور اس وقت اللہ رب العلمین وحدہٗ لاشریک کی عبادت ہوگی۔''
پھر ابوہریرہ نے کہا اگر دلیل کی ضرورت ہو تو یہ آیت پڑھو: آیت نمبر ۱۵۹ سورۃ النسآء پھر تین بار فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

Marfat.com

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ
اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾
لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ
مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

''تو یہودیوں کے ظلم کے سبب ہم نے کئی ایسی پاکیزہ چیزیں ان پر حرام کردیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں، اور اس بناء پر بھی کہ وہ لوگوں کو بکثرت اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ اور ان کے سود لینے کی بناء پر حالانکہ انہیں اس سے روکا گیا تھا، اور اس وجہ سے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق کھاتے تھے اور کافروں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ لیکن ان میں سے جو پختہ علم والے اور جو صاحب ایمان ہیں، وہ اس (کلام) پر (بھی) ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل ہوا اور اس پر (بھی) جو آپ سے پہلے نازل ہوا، اور (وہ) نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لانے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

هَادُوْا	جو یہودی ہوئے	الرِّبٰوا	سود
نُهُوْا عَنْهُ	انہیں اس سے روکا گیا تھا	الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ	پختہ علم والے

تفسیر

یہود کی مزید سرکشی اور اس کی سزا کا ذکر

آیات ۱۶۰ اور ۱۶۱ میں یہود کی مزید سرکشیوں کا ذکر ہے اور یہ گذشتہ مضمون کا تسلسل ہے۔ وہ ظلم و تعدی یہ ہے: (۱) لوگوں کو بکثرت راہ حق سے روکنا (۲) ممانعت کے باوجود

Marfat.com

سود خوری (۳) لوگوں کے مال ظلماً کھانا، قرآن نے بتایا کہ آخرت میں تو یقیناً دردناک عذاب ان کا منتظر ہے، لیکن دنیا میں بھی سزا کے طور پر ان پر بعض حلال چیزیں حرام کر دی گئیں، جن کا تفصیلی بیان سورہ الانعام آیت ۱۶۴ میں ہے اور وہ یہ ہیں: (۱) ناخن والا جانور، جیسے شتر مرغ اور اونٹ (۲) گائے اور بکری کی چربی، سوائے اس کے جو جانور کی پشت یا آنتوں یا ہڈیوں کے ساتھ لگی ہو۔ اس مقام پر بھی بتایا کہ یہ بغاوت و سرکشی کی سزا ہے۔ لیکن آیت نمبر ۱۶۲ میں بتایا کہ پختہ علم والے اصحاب ایمان، جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ، قرآن اور گزشتہ کتب سماوی پر ایمان لانے والے، نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ قائم کرنے والے اور اللہ اور یوم آخرت پر سچا ایمان لانے والوں کے لئے اجر عظیم کی بشارت و نوید بھی ہے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ لَّٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾

"(اے حبیب!) ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی بھیجی جس طرح نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف بھیجی تھی۔ اور (اس طرح) ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی۔ اور بہت سے رسول ہیں جن کے واقعات ہم اس سے پہلے آپ کو بیان کر چکے ہیں اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کے حالات ہم نے آپ سے بیان نہیں کئے اور موسیٰ سے اللہ نے (بلاواسطہ) کلام فرمایا۔ (ہم نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے

Marfat.com

والے رسول (بھیجے) تاکہ رسولوں (کی بعثت) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔لیکن اللہ نے جو (کتاب) آپ پر نازل کی، اس کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ وہ اس نے اپنے علم سے نازل کی اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کا گواہ ہونا کافی ہے"۔

تفسیر

الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ اور مومنین کی صفات اور اجر

آیت نمبر ۱۶۲ میں الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ (یعنی پختہ علم والے) اور اہل ایمان کا ذکر ہے۔مفسرین نے لکھا ہے کہ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ سے بنی اسرائیل کے وہ حقیقی اہل علم مراد ہیں جو حضور اکرم ﷺ کے دلائل نبوت کو دیکھ کر ایمان لے آئے، جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ۔اور "المومنون" سے مہاجر و انصار صحابہ کرام مراد ہیں۔یہاں ایمان کے جن شعبوں کا ذکر ہے، ان میں قرآن پر اور سابق کتب سماوی پر ایمان، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان شامل ہے۔رسالت اور ملائکہ پر ایمان، کتب سماوی پر ایمان کے لئے از خود لازم ہے، کیونکہ جب کتاب پر ایمان ہوگا، تو کتاب لانے والے فرشتوں اور جن انبیاء پر کتابیں اتریں، ان پر بھی ایمان لانا لازمی ہوگا۔عبادت میں صلوٰۃ و زکوٰۃ کا ذکر ان کی اہمیت کی بناء پر ہے تو ایسے خوش نصیبوں کو اللہ اجر عطا فرمائے گا۔

سلسلہ وحی و رسالت شروع سے جاری ہے

یہود نے، رسول اکرم ﷺ سے مطالبہ کیا تھا کہ اگر ہم پر لکھی ہوئی کتاب اتر آئے تو ہم ایمان لے آئیں۔تو قرآن نے متعدد انبیاء کرام و رسل عظام کا ذکر کر کے بتایا کہ "وحی" کا سلسلہ کوئی نیا نہیں ہے، یہ شروع سے جاری ہے، حضرت نوح سے آغاز اس لئے کیا کہ وہ پہلے صاحب شریعت نبی تھے۔اسباط سے حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے، جن میں بکثرت انبیاء کرام تشریف لائے۔آیت نمبر ۱۶۴ میں بتایا کہ قرآن میں سارے انبیاء و

Marfat.com

رسل کا تذکرہ نہیں آیا، بلکہ بعض جلیل القدر انبیاء کا ذکر آیا ہے، انبیاء اور رسل اس کے علاوہ بھی مبعوث کئے گئے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ انبیاء کرام کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم وبیش ہے۔ رسولوں کی تعداد ۳۱۳ اور آسمانی صحیفوں کی تعداد ۱۱۰ ہے۔ لیکن یہ سب ظنی روایات ہیں، حقیقی اور قطعی تعداد قرآن وسنت میں مذکور نہیں ہے۔

زبور کا تذکرہ

حضرت داؤد علیہ السلام پر نزول زبور کا تذکرہ ہے، حضرت داؤد شریعت موسوی کے پیروکار، مبلغ اور داعی تھے، اس لئے زبور میں حلال وحرام کے احکام نہیں تھے بلکہ وعظ و نصیحت اور حکیمانہ باتیں تھیں۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ زبور کی ۱۵۰ سورتیں تھیں اور جب حضرت داؤد لحن شیریں کے ساتھ زبور پڑھتے تھے تو جن وانس اور وحوش وطیور سب دم بخود ہو کر سنتے رہتے۔ ''زبور'' کے معنی لکھنے کے ہیں، یعنی لکھی ہوئی کتاب۔

بعثت رسل کا مقصد اتمام حجت ہے

آیت نمبر ۱۶۵ میں اللہ تعالیٰ نے ''بعثت رسالت'' کا مقصد بیان فرمایا ہے، یعنی رسول اس لئے مبعوث کئے گئے تاکہ ''اتمام حجت'' ہو جائے، اخروی جزا وسزا کا تقاضائے عدل پورا ہو جائے، کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ''ہمارے پاس کوئی بشیر (جنت اور رحمت کی بشارت سنانے والا) اور نذیر (جہنم اور عذاب سے ڈرانے والا) نہیں آیا۔ قرآن میں دوسرے مقام پر فرمایا: ''اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔'' آیت نمبر ۱۶۶ میں ایک بار پھر فرمایا کہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے قرآن اپنے علم سے اتارا اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٦٧﴾
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ
طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ
يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِن رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا

Marfat.com

خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

''بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا تو وہ گمراہی میں بہت دور تک چلے گئے۔ بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، اللہ ان کی بخشش نہیں فرمائے گا اور انہیں کوئی اور راستہ نہیں دکھائے گا۔ سوائے راہ جہنم کے، جس میں وہ ہمیشہ ابد تک رہیں گے، اور یہ کام اللہ کیلئے آسان ہے۔ اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول تمہارے پروردگار کی جانب سے (دعوت) حق لے کر آئے ہیں تو ایمان لے آؤ، (یہی) تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور اگر تم کفر کرو گے تو بے شک آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ یہ کا ہے اور اللہ بہ تجاننے والا حکمت والا ہے''۔

تفسیر

کفر ناقابل معافی جرم ہے

آیات ۱۶۷ تا ۱۷۰ کفر، ظلم اور راہِ حق میں رکاوٹ بننے کو ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بتایا کہ اس کا انجام جہنم کی ابدی اور دائمی سزا ہے اس لئے تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ رسول خدا کی دعوت حق کو قبول کرلو۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ڟ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَھُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰي بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

''اے اہل کتاب! اللہ کے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو، مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول تھے اور اس کا ایک تکوینی

Marfat.com

امر تھے جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کی طرف سے ایک روح تھی، پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور (یہ) نہ کہو کہ (معبود) تین ہیں، (ایسی بات کہنے سے) باز رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، بلاشبہ اللہ ہی ایک معبود (برحق) ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی کوئی اولاد ہو، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اسی کا ہے، اللہ ہی کافی کارساز ہے"۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَا تَغْلُوْا	غلو نہ کرو، حد سے تجاوز نہ کرو	اِنْتَهُوْا	رک جاؤ

تفسیر

غلوفی الدین کا مفہوم

"غلو" کے معنی ہیں، حد سے تجاوز کرنا، انتہا پسندی، "غلا السعر" کے معنی ہیں "قیمتوں کا چڑھ جانا۔" "غلو فی الدین" کے معنی ہیں، دین کی متوسط و معتدل راہ اور صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر افراط و تفریط میں پڑ جانا، یعنی کسی کو اس کے اصل مقام سے بڑھا دینا (افراط) یا گرا دینا (تفریط) ہے۔ آیت نمبر ۱۷۱ میں اہل کتاب کو "غلوفی الدین" سے منع کیا گیا ہے۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو کہتے ہیں، ان دونوں مذاہب کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط و تفریط کا شکار ہوئے۔

تفریطِ یہود

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عفت مآب والدہ پر انہوں نے تہمت لگائی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

افراطِ انصاری

نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو "مقام عبدیت" سے اٹھا کر "مقام الوہیت" تک پہنچا دیا، کبھی انہیں "الٰہ" (خداوند) کہا، کبھی "ابن اللہ" کہا اور کبھی "ثالث ثلثہ" کہا۔ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے فرمایا: "اللہ کی طرف کوئی ناحق بات منسوب نہ کرو۔"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "(میرے مقام عالی کو دیکھ) میرے بارے میں ایسی مبالغہ آرائی نہ کرنا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کی (بلکہ) مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔" (صحیح بخاری)

حضرت عیسیٰ کا اصل مقام، اسماء والقاب

قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ دونوں کے غالی عقائد و نظریات کو رد کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کا اصل تعارف پیش کیا۔ اس آیہ مبارکہ میں ان کے تمام اسماء والقاب یکجا کر دیئے گئے ہیں، جو یہ ہیں:

مسیح عیسیٰ، ابن مریم، کلمۃ اللہ، روح من اللہ، رسول اللہ، عبداللہ

رسول اللہ کا مفہوم محتاج بیان نہیں، "مسیح" اور "عیسیٰ" کے معانی گزشتہ صفحات میں بیان کئے جا چکے ہیں، ابن مریم کا ذکر بھی آ چکا ہے، سطور ذیل میں القاب کی تشریح ملاحظہ کیجئے۔

کلمۃ اللہ

حضرت عیسیٰ کو "کلمۃ اللہ" فرمانے کی وجوہ علامہ قرطبی نے یہ بیان کی ہیں:

(۱) چونکہ حضرت عیسیٰ عام انسانوں کے برعکس اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم "کن" (ہو جا) کے نتیجے میں بغیر باپ کے تولد ہوئے، اس لئے کلمہ کن کی جانب اشارہ کرتے ہوئے انہیں "کلمۃ اللہ" کہا گیا۔

(۲) کلمہ سے مراد حضرت مریم کی طرف فرشتے کا پیغام "بشارت" لے کر آنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

جب فرشتوں نے کہا: "اے مریم! بلاشبہ اللہ آپ کو اپنی جانب سے ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، دنیا اور آخرت میں باوقار" تو "کلمۃ اللہ" سے مراد "بشارت اللہ" ہے۔

Marfat.com

(۳) اس سے ''آیت'' مراد ہے، قرآن میں ہے: ''اس (مریم) نے اپنے رب کی باتوں کی تصدیق کی۔'' (التحریم آیت ۱۲) ''آیت'' کے ایک معنی ''معجزہ'' کے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی بن باپ کے ولادت ایک معجزہ تھی۔

''روح'' کے معانی

''روح منہ'' سے نصاریٰ کو اشتباہ ہوا کہ (معاذ اللہ) عیسیٰ اللہ کا جز ہیں۔ اس کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں۔ جن میں چند یہ ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں (عالم اجسام سے پہلے) سب انسانوں کی ارواح کو پیدا کیا، باقی تمام ارواح انسانی کو ''صلب آدم'' میں ودیعت کیا، مگر ''روحِ عیسیٰ'' کو اپنے پاس رکھا اور پھر جب تخلیق عیسیٰ کا وقت آیا تو ''روح عیسیٰ'' اللہ کی بارگاہ سے براہِ راست ''رحم مریم'' کی طرف ودیعت کر دی گئی، اس لئے ''روح منہ'' یا ''روح اللہ'' یا ''روح من اللہ'' کہا گیا۔

(۲) کبھی اللہ تعالیٰ کسی چیز کو فضیلت عطا کرنے کے لئے اس کی اضافت (نسبت) اپنی طرف فرماتا ہے، جیسے سب لوگ اللہ ہی کے بندے ہیں، مگر عظمت عطا فرمانے کے لئے اپنے پیارے حبیب کریم ﷺ کو اپنی طرف منسوب کر کے ''عبدہٗ'' فرمایا، اور علامہ اقبال نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا ؎

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار، او منتظر

اور اللہ نے فرمایا: اور پاک کرو میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں (نماز پڑھنے والوں) کے لئے۔ یعنی ''بیتی'' (میرا گھر) فرمایا، بیت اللہ کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی۔

(۳) جس سے امور عجیبہ کا صدور ہو۔ اسے بھی روح کہتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ سے کئی امور عجیبہ سرزد ہوئے، مثلاً مردوں کا زندہ کرنا، وغیرہ۔

Marfat.com

(۴) ''روح'' اس لئے کہتے ہیں کہ جبرئیل امین نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک ماری (یعنی استقرار حمل کے لئے)۔

(۵) ''روح منہ'' کے معنی ہیں: ''مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ'' یعنی اللہ کی مخلوقات میں ایک ذی شان مخلوق۔

(۶) ''روح'' کے معنی ''رحمۃ'' کے بھی ہیں، یعنی عیسیٰ اپنے پیروکاروں کے لئے اللہ کی رحمت تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یعنی اللہ نے اپنی رحمت سے ان کی تائید فرمائی۔

حضرت مریم کا منفرد اعزاز

یوں تو نبی کریم ﷺ نے حضرت مریم کو تاریخ انسانیت کی چند عظیم خواتین میں شمار کیا ہے، جیسے حضرت آسیہ زوجہ فرعون، حضرت ہاجرہ، حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، لیکن اس لحاظ سے حضرت مریم کا یہ منفرد اعزاز ہے کہ وہ واحد خاتون ہیں جن کا نام قرآن میں ذکر کیا گیا اور وہ بھی تقریباً ۳۴ مرتبہ۔

عقیدۂ تثلیث سے ممانعت

اس آیۂ مبارکہ میں نصاریٰ کا ''عقیدۂ تثلیث'' (Trinity) کہلاتا ہے۔ یعنی اللہ (مقدس باپ)، عیسیٰ (مقدس بیٹا) اور روح القدس۔ اس آیت میں ''تین خداؤں'' کے عقیدے سے منع فرمایا اور دوسرے مقام پر فرمایا: ''کہ نصاریٰ اللہ کو تین میں سے ایک مانتے ہیں۔''

عیسائی ''عقیدہ تثلیث'' میں ہمیشہ تردد و تذبذب کا شکار رہے اور کبھی اس کی کوئی قابل قبول تاویل و توجیہ پیش نہ کر سکے، نہ وہ توحید کا صراحتاً انکار کر سکے اور نہ تثلیث کا اثبات، کبھی اسے ''متشابہات'' میں سے قرار دیا اور کبھی ''توحید در تثلیث'' کا دعویٰ کیا، یعنی بیک وقت ''توحید'' بھی ہے اور ''تثلیث'' بھی، علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ ''رفع عیسیٰ'' کے بعد تقریباً اسی برس تک نصاریٰ دین اسلام، یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل عقائد پر قائم رہے،

Marfat.com

پھر ایک یہودی ''پولس'' نے نصرانیت کا روپ دھار لیا اور اپنے تین شاگردوں نسطورا، ملک اور یعقوب کو الگ الگ نظریات کا داعی بنا کر عیسائیت کو کئی فرقوں میں تقسیم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ المائدہ میں اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لئے بغض و عداوت کے شعلے بھڑکا دیئے۔''

عقیدۂ تثلیث کی تاویلات وتوجیہات

نصاریٰ کہتے ہیں کہ ''الوہیت'' تو ایک حقیقت واحدہ جو ہر قائم بالذات ہے لیکن اس کے تین ''اقنوم'' ہیں، ''اقنوم'' کے معنی ہیں ''شخص، اصلی'' انہیں ''اقانیم ثلثہ'' کہا جاتا ہے، گویا انہیں الوہیت یا صفات الوہیت کے تین مظاہر کہہ لیجئے۔ ان کے بقول، الوہیت کی تین صفات ہیں:

(۱) صفت الوجود: عیسائی صفت وجود کو ''اب'' یا ''مقدس باپ'' سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ مظہر اول یا ''اقنوم اول'' ہے۔

(۲) صفت الحیاۃ: عیسائی صفت حیات کو ''روح'' یا ''روح القدس'' سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ مظہر ثانی یا اقنوم ثانی ہے۔

(۳) صفت العلم: عیسائی صفت علم کو ''ابن'' یا ''کلمہ'' یا ''مقدس فرزند'' سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ مظہر ثالث یا ''اقنوم ثالث'' ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ''کلمہ'' جسد مسیح میں اس طرح حلول کر گیا جیسے شراب پانی میں تحلیل ہو کر ''جسد واحد'' بن جاتا ہے۔

بہر کیف یہ ایک بھول بھلیاں یا چیستان ہے جس پر جب خود ان کا ضمیر اور عقل مضطرب ہوتے ہیں تو اسے ''متشابہات'' میں سے قرار دے دیتے ہیں، حالانکہ ایمان اور عقیدہ تو قطعی، حتمی اور یقینی نظریات کا نام ہوتا ہے۔ متشابہات سے مراد ایسے الفاظ، کلمات یا کلام جس کے قطعی معنی اور مراد معلوم نہ ہو۔

اللہ، وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے

قرآن نے نصاریٰ کو متنبہ کیا کہ ان فاسد اور باطل نظریات سے باز آجاؤ۔ اسی میں

Marfat.com

تمہاری فلاح ہے۔ اللہ ہی صرف ایک ''الٰہ'' ہے، وہ بیٹے یا بیوی کی نسبت سے پاک، منزہ، اور بلند تر ہے، ساری کائنات اس کی ملک ہے۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ يَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَ اسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

''مسیح اللہ کا بندہ ہونے کو ہرگز عار نہیں سمجھتے اور نہ ہی مقرب فرشتے (اس بات کو) عار سمجھتے ہیں، اور جو شخص اللہ کا بندہ ہونے کو باعث ننگ و عار سمجھے اور تکبر کرے تو عنقریب وہ (اللہ) ایسے سب لوگوں کو اپنے ہاں جمع کرے گا۔ تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے تو اللہ ان کو پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا فرمائے گا، لیکن وہ لوگ جنہوں نے بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا تو اللہ انہیں دردناک عذاب دے گا اور وہ اللہ کے سوا کوئی کارساز اور مددگار نہیں پائیں گے''۔

مشکل الفاظ کے معانی

لَنْ	ہرگز عار نہیں سمجھے گا	نَكَفَ	ناک بھوں چڑھانا
يَّسْتَنْكِفَ		يَنْكُفُ	
اَلْمُقَرَّبُوْنَ	مقرب کی جمع جسے قرب دیا گیا ہو	يَسْتَكْبِرْ	تکبر کرے گا
سَيَحْشُرُهُمْ	عنقریب انہیں جمع کرے گا		

تفسیر

شانِ نزول

نصاریٰ نجران کا وفد جب رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ آپ

Marfat.com

ہمارے صاحب کے عیوب کیوں بیان کرتے ہیں، آپ نے پوچھا: تمہارا صاحب کون ہے؟ انہوں نے کہا: عیسیٰ، ان کا اشارہ اس جانب تھا کہ وہ تو (معاذ اللہ) الٰہ ہیں اور آپ انہیں ''عبداللہ'' کہتے ہیں، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اللہ کی بندگی عار نہیں اعزاز ہے

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کی ''بندگی'' عار نہیں ہے، نہ اسے مسیح عیسیٰ علیہ السلام اپنے لئے عار سمجھتے ہیں اور نہ ہی مقرب فرشتے۔ مقرب فرشتوں کو ''کروبین'' کہا جاتا ہے جو عرش الٰہی کے اردگرد رہتے ہیں اور ہمیشہ تسبیح وتحمید باری تعالیٰ میں مشغول رہتے ہیں۔ انسانی رفعت وجلالت کا اعلیٰ ترین مقام وہ ہے جس پر خاتم النبیین سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ شب معراج کو فائز ہوئے یا قیامت میں ''مقام محمود'' ہے جس پر آپ فائز ہوں گے، لیکن اس کے باوجود قرآن نے ہمہ صفت موصوف حبیب رب العالمین کے سفر معراج کا ذکر صفت ''عبدیت'' کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا:

''پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندۂ خاص کو رات کے تھوڑے سے وقت میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔''

اور جب آپ ''مقام حضوری رب العالمین'' پر فائز ہوئے تو اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: اے حبیب! آج میں آپ کو کس اعزاز سے مشرف کروں؟ تو آپ نے فرمایا: اپنی نسبت عبودیت کے ساتھ۔ بندے کی ذاتی صفات صرف ''عبودیت'' و ''عبدیت'' ہے باقی تمام صفات مجازی ہیں۔

آیت نمبر ۱۷۳ میں صالحین اہل ایمان کے لئے اجر کامل کا وعدہ، بلکہ ان کے استحقاق سے بڑھ کر فضل واحسان کا وعدہ ہے اور متکبرین کے لئے ''عذاب الیم'' کی وعید ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا ﴿١٧٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَيْهِ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ﴿١٧٥﴾

Marfat.com

''اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے مستحکم دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک نور درخشاں نازل کیا۔ تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اس (کے دامن رحمت) کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور فضل میں داخل فرمائے گا اور انہیں اپنی طرف (پہنچانے والی) سیدھی راہ دکھائے گا''۔

مشکل الفاظ کے معانی

بُرْھَانٌ دلیل، حجت نُوْرًا مُّبِیْنًا روشن کرنے والا نور

تفسیر

برہان اور نور مبین

اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو چیزوں کی آمد کا تذکرہ ہے۔ (۱) برہان (۲) نور مبین، مفسرین کرام کا اس پر تقریباً اجماع ہے کہ نور مبین سے قرآن مراد ہے اور برہان سے صاحب قرآن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات مراد ہے۔ گزشتہ آیات میں باطل فرقوں کا ذکر اور رد ہوتا چلا آیا ہے، یعنی مشرکین، منافقین، کفار، یہود اور نصاریٰ۔ آیت نمبر ۱۶۵ میں نظام رسالت کے قیام کا مقصد عظیم یہ بتایا کہ اللہ کی طرف سے بندوں پر حجت قائم کرنا ہے تاکہ کسی کے لئے بدی اور گمراہی پر قائم رہنے کا کوئی عقلی جواز باقی نہ رہے۔ اور جو خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنی زندگی کا مدعا و مقصود بنالیں، ان کے لئے ہدایت کا کافی وشافی نظام موجود ہو۔

چنانچہ اس آیہ مبارکہ میں اسی حجت کی بعثت کا تذکرہ ہے۔ ''برہان'' کے معنی ہیں ''دلیل'' اور ''حجتِ قاطع'' حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی بذات خود اللہ کی ایک ''برہان'' ''حجتِ قطعی'' اور ''معجزہ'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قریش مکہ نے دلیل نبوت کے طور پر آپ سے معجزہ کو طلب کیا تو آپ نے اپنی ذات کو دلیل حق کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے اس سے پہلے تمہارے درمیان اپنی عمر عزیز کے (چالیس برس) گزارے ہیں۔

Marfat.com

کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔" (سورہ یونس: آیت نمبر ۱۶)۔آپ نے اپنی بے داغ زندگی، بے عیب کردار، بے مثال امانت، دیانت، صداقت، عدالت، اور شجاعت و استقامت کو معجزے کے طور پر پیش کیا۔ اور چونکہ آپ کی شریعت اور رسالت و نبوت قیامت تک جاری و ساری رہے گی، اس لئے "قرآن" کی صورت میں آپ کو تاابد قائم رہنے والا معجزہ عطا فرمایا۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

"(اے حبیب!) آپ سے حکم پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے اللہ تمہیں کلالہ (کی میراث) کے بارے میں حکم دیتا ہے، اگر کوئی ایسا مرد فوت ہو جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو (اور نہ ماں باپ) اور اس کی طرف ایک بہن ہو (حقیقی یا علاتی) تو اسے کل ترکے کا نصف ملے گا اور وہ (بھائی) اس کا وارث ہوگا۔ اگر اس (بہن) کی کوئی اولاد نہ ہو، اور اگر بہنیں دو ہوں (زیا دو سے زیادہ) تو انہیں کل ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا اور اگر (کلالہ کے) وارث بہن بھائی یعنی مرد بھی ہوں اور عورتیں بھی تو ایک مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (اپنے احکام) کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے"۔

تفسیر

آخری آیت

علامہ محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے کہ "ترتیب نزول" کے اعتبار سے قرآن کی آخری "مکمل سورت" "سورۃ البراءۃ" ہے اور احکام کے اعتبار سے آخری

Marfat.com

آیت ''سورۃ النسآء'' کی یہ آخری آیۂ مبارکہ ہے، یعنی یہ سب سے آخر میں نازل ہونے والی ''آیت الاحکام ہے''۔

آیت الصیف

اس آیت میں ''کلالہ'' کی میراث کا بیان ہے، اوراس سے پہلے آیت نمبر ۱۲ میں بھی ''کلالہ'' کی میراث کا بیان آچکا ہے اور وہاں اس کی مفصل تشریح کی جا چکی ہے، وہ آیت چونکہ سردیوں کے ایام میں نازل ہوئی تھی اس لئے اسے ''آیت الشتآء'' کہتے ہیں اور یہ گرمیوں کے دنوں میں اتری، اس لئے اسے ''آیت الصیف'' کہتے ہیں۔

تکرار احکام کی حکمت

قرآن کا یہ اسلوب ہے کہ ایک ہی مسئلہ اور حکم کئی جگہ بیان ہوا ہے، اس کے کئی اسباب ہیں۔ایک تو یہ کہ بار بار نازل کر کے اس کی اہمیت کو جتلانا اور تاکید در تاکید مقصود ہوتی ہے تا کہ اہل ایمان اس سے غافل نہ ہو جائیں اور دوسرا یہ کہ بعض احکام کے نزول میں تدریجی حکمت کارفرما تھی جیسے ''حرمت شراب'' کا حکم تین بار نازل ہوا اور آخری بار اس کی قطعی حرمت کا حکم آیا۔ حضرت عمر سے روایت ہے: فرماتے ہیں کہ میں نے سب سے زیادہ جس مسئلے کی بابت حضور سے دریافت کیا وہ ''مسئلہ کلالہ'' ہے، یہاں تک کہ آپ نے اپنی انگشت مبارک میرے سینے پر چبھوتے ہوئے فرمایا کہ: ''تمہارے لئے سورۃ النسآء کی آخری آیۂ مبارکہ (آیت الصیف) کافی ہے۔''

سورۃ النسآء کی ابتداء واختتام

امام رازی نے لکھا ہے کہ ''سورۃ النسآء'' کی ابتداء میں بھی احکام شرعیہ اور احکام اموال کا بیان ہے اور انتہا بھی اس پر ہوئی ہے اور ''درمیانِ سورت'' میں باطل فرقوں کا رد اور دیگر احکام ومسائل ہیں۔

اخت سے مراد

تمام مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ آیت میں ''اخت'' (بہن) سے مراد حقیقی یا علاتی

Marfat.com

(باپ شریک) بہن ہے صرف ماں شریک بہن (اخیافی) یہاں مراد نہیں ہے۔

کلالہ کی میراث

آیت میراث یعنی آیت نمبر ۱۲ میں ''کلالہ'' کی میراث کا حکم آچکا ہے، لیکن وہاں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کے وارثوں میں اخیافی (یعنی صرف ماں شریک) بہن بھائی ہوں۔ اس آخری آیت میں وارثت کلالہ کی اس صورت کا بیان ہے کہ اس کے وارث حقیقی یا علاتی (باپ شریک) بہن بھائی ہوں۔ کلالہ کی تعریف آیت نمبر ۱۲ کی تفسیر کے تحت تفصیل سے بیان کی جا چکی ہے، یعنی وفات پانے والا ایسا مرد یا عورت جس کی کوئی اولاد نہ ہو اور نہ ہی اس کے والدین زندہ ہوں۔ اس کی وراثت کا حکم حسب ذیل ہے:

(۱) ''کلالہ'' (مرد یا عورت) جس کی وارث صرف ایک حقیقی یا علاتی بہن ہے، تو اسے فوت شدہ بھائی یا بہن (یعنی کلالہ) کے ترکے کا نصف ملے گا۔ بقیہ نصف اگر عصبہ وارث ہیں تو ان کو مل جائے گا، ورنہ باقی نصف بھی اسی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) ''کلالہ'' (مرد یا عورت) جس کا وارث صرف ایک حقیقی یا علاتی بھائی ہے، تو وہ اس کے تمام ترکے کا وارث ہوگا۔

(۳) کلالہ (مرد یا عورت) جس کے وارث دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا علاتی بہنیں ہیں، تو ان کو دو تہائی ترکہ ملے گا۔

(۴) ''کلالہ'' (مرد یا عورت) جس کے وارث دو یا دو سے زائد حقیقی یا علاتی بھائی بہن ہیں، تو ان بھائی بہنوں میں تمام ترکہ ایک اور دو کی نسبت سے تقسیم ہوگا، یعنی ہر بھائی کو بہن سے دگنا ملے گا۔

Marfat.com

صاحبانِ ذوق و محبت اور اربابِ فکر و نظر

مژدۂ جانفزا

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر

حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ کے

بہار آفریں قلم سے نکلا ہوا لازوال شاہکار

درد و سوز اور تحقیق و آگہی سے معمور تصنیف

ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مکمل سیٹ سات جلدیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور، کراچی۔ پاکستان

Marfat.com

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیرؒ کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے
اپنے نامور فضلاء علامہ محمد اکرم الازہری، علامہ محمد سعید الازہری،
علامہ محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ـ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

حضرت علامہ مفتی عبدالرحمٰن کی

زیور طبع سے آراستہ

مؤثر تصنیف

تفہیم المسائل

قرآن و حدیث کی روشنی میں

فقہی مسائل کا مؤثر انداز میں نچوڑ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com